Presented by: https://jafrilibrary

حضرت آدم علیہ السلام

آئینہء
سیرت و کردارِ انبیاء علیہم السلام

تالیف
سید محمد حسین زیدی برستی

(جبلِ رحمت)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بسم اللہ الرحمن الرحیم - ھدیۂ منجانب - الشیخ مولانا حامد علی سندرانہ - پاکستان
ھلوال
سرگودھا

حضرت آدم علیہ السلام

آئینۂ

سیرت و کردارِ انبیاء علیہم السلام

تالیف و تصنیف

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام چنیوٹ

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

جملہ حقوق بحق مولف و مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب — حضرت آدم علیہ السلام آئینہ سیرت و کردار انبیاءؑ

نام مولف و مصنف — سید محمد حسین زیدی برستی.

مطبع — معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر — ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام چنیوٹ

طبع اول — 2008

تعداد — ایک ہزار

کمپوزنگ — ڈاکٹر سید انتظار مہدی زیدی

ایڈمنسٹریٹر: فاسٹ انسٹیٹیوٹ آف کمپیوٹر سائنسز چنیوٹ

تاریخ کمپوزنگ: 19 مئی 2008ء

اظہار تشکر

اس کتاب کی اشاعت میں تعاون فرمانے پر دُعا ہے کہ خداوند تعالیٰ والدین جناب ضمیر الحسن صاحب، جناب میر عاشق و مسز عاشق اور والدین جناب ملک سجاد حسین، جناب ملک مظفر و مسز مظفر حسین کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ایمان میں اضافہ و استقامت عطا فرمائے اور ان کے مرحومین کی مغفرت فرمائے۔

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

فہرست

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

پیش لفظ

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم.بسم اللہ الرحمن الرحیم. امابعد فقال الحکیم فی کتاب الکریم.بسم اللہ الرحمن الرحیم.ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھامن بعض (آل عمران 33 - 34)

ترجمہ:

بیشک اللہ نے چن لیا ہے آدم کواور نوح کواور آل ابراہیم کواور آل عمران کوتمام عالمین میں سے یہ بعض بعض کی ذریت ہیں۔

آیت کی ترتیب یہ کہتی ہے کہ پہلے آدم آئے ہیں پھرنوح آئے ہیں پھرآل ابراہیم آئے ہیں اور پھرآل ابراہیم کے بعدآل عمران آئے ہیں۔اور **ذریۃ بعضھامن بعض** کے الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آل عمران آل ابراہیم کی ذریت ہیں اورآل ابراہیم حضرت نوح کی ذریت میں اور حضرت نوح حضرت آدم کی ذریت ہیں ۔اور علی العالمین کے الفاظ سے یہ ثابت ہے کہ آدم کوتمام عالمین میں سے چھانٹ کر چنا ہے اور منتخب کیا ہے۔اور عالمین سے مراداگر چہ ایک زمانے کے تمام انسانوں کا مجموعہ ہے لیکن ہر نبی کوئی صرف ایک قریہ کیلئے آیا کوئی صرف اپنی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا مگر پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے زمانہ سے لیکر دامن قیامت تک کے تمام انسانوں کے نبی تھے۔اور ختم نبوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبوت ختم ہوگئی بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اب قیامت تک اور کوئی نبی نہیں آئے گا اور قیامت تک پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ والہ کی شریعت ہی نافذ رہیگی بس آدم علیہ السلام کواور نوح علیہ السلام کواور آل ابراہیم علیم السلام کو

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور آل عمران علیہم السلام کو حضرت آدمؑ سے لیکر قیامت تک کے تمام انسانوں میں سے منتخب کیا ہے چنا ہے۔

یہاں پر کئی سوال سامنے آتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ یہ انتخاب کب کیا گیا؟ کیونکہ حضرت آدمؑ سے لیکر قیامت تک آنے والے آخری انسان تک جتنے انسان ہونگے ان میں سے یہ انتخاب اور یہ چناؤ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب تمام انسان آدمؑ سے لیکر قیامت تک آنے والے آخری انسان تک سامنے موجود ہوں اور منتخب کرنا اور چننا اسی کو کہا جاتا ہے جب بہت سی چیزوں میں سے سب سے اچھی چیز کو چھانٹ کو الگ کیا جائے۔ پس اس طرح تو آدمؑ کے (مصطفیٰ) کا کچھ مطلب ہی نہیں ہوگا کیونکہ حضرت آدمؑ کی خلقت کے وقت اور کوئی انسان موجود تھا ہی نہیں اگر یہ انتخاب اور چناؤ ہوا ہو تو قرآن اور احادیث معصومین اس بات پر شاہد ہیں پس یہ انتخاب عالم ارواح میں ہوا جبکہ خدا نے آدمؑ کی اولاد کی ارواح کو جو قیامت تک آنے والی تھیں خلق کر کے اور اپنے سامنے موجود کر کے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا۔ اسکی تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ کریں۔ پس آدمؑ کا اور نوحؑ کا اور آل ابراہیمؑ کا اور آل عمرانؑ کا اصطفیٰ و انتخاب اور چناؤ کل عالمین کی ارواح میں سے عالم ارواح میں کیا گیا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ انتخاب اور چناؤ یا اصطفیٰ کس مقصد اور کس غرض سے کیا گیا۔ تو خداوند تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ۔

و ممن خلقنا امة يهدون بالحق .... (الاعراف - 181)

ہم نے اپنی مخلوق میں سے ایک گروہ ایسا پیدا کیا ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتا ہے اور حق کے ساتھ ہی عدل کرتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ ھادیوں کا گروہ ہے پس خداوند تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی کار

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہدایت انجام دینے کے لئے ان ہادیوں کا تمام ارواح بنی آدم میں سے اصطفےٰ کیا تمام ارواح میں انہیں ہدایت کرنے کی قابلیت اور صلاحت واستعداد دیکھ کر منتخب کیا اور چنا۔

اور یہ بات قرآن کریم سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ان ہادیوں کے مختلف مناصب ہیں۔ان میں سے ایک نبوت ہے دوسرے رسالت ہے تیسرے امامت ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن قرآن ان تینوں مناصب کا پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے۔لہذا کسی کو نبوت ورسالت کے لئے چنا کسی کو نبوت، رسالت وامامت تینوں مناصب کے لئے اور ختم نبوت کے بعد کسی کو صرف منصب امامت کیلئے چنا۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان ارواح کو ان مناصب کے لئے کیسے چنا تو جواب اسکا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک منصب کے لئے عالم ارواح میں سے مخصوص ارواح کو ان کی قابلیت اور صلاحیت اور استعداد کے مطابق منتخب کیا۔جس میں صرف کار نبوت انجام دینے کی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی اسے صرف نبوت عطا کی۔جس میں کار نبوت کے ساتھ کار رسالت انجام دینے کی بھی قابلیت وصلاحیت اور استعداد تھی اسے منصب نبوت کے ساتھ منصب رسالت بھی عطا کیا۔اور جس میں منصب نبوت ورسالت کے ساتھ کار امامت انجام دینے کی بھی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی اسے یہ تینوں مناصب عطا کئے اور ختم نبوت کے بعد دین اور شریعت کی حفاظت کے لئے جن میں کار امامت انجام دینے کی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی انکا منصب امامت کے لئے اصطفےٰ کیا، منتخب کیا اور چنا اور اسی چیز کو خداوند تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں اس طرح سے بیان کیا ہے۔

و ربک یخلق مایشاء ویختار ما کان لهم الخیرة سبحان الله و تعالیٰ عما یشرکون (القصص -68)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور تیرا رب ہی جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ ساری مخلوق میں کسی کو بھی اس کے ان مناصب کے لئے کسی کو چنے۔ منتخب کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے اس شرک سے پاک اور بہتر ہے۔ پس تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین اور آئمہ طاہرین کا اصطفےٰ تمام عالمین کی ارواح میں سے عالم ارواح میں کیا

پس آدم علیہ السلام کے پاس اصطفےٰ کی سند بجق اور مصطفائی کا سرٹیفکیٹ تھا اور اس طرح ہر رسول اور امام کے پاس اصطفےٰ کی سند اور مصطفائی کا سرٹیفکیٹ تھا۔ لیکن ان سب کا اجتبےٰ عالم دنیا میں آنے کے بعد شروع ہوا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔ اولک الذین انعم اللہ علیھم من النبین من ذریة آدم وممن حملنا من نوح ومن ذریة ابراھیم و اسرائیل وممن ھدینا واجتبینا (مریم۔ 59)

یہ تمام انبیاء و رسل (جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ ہیں جن کو خدا نے اپنی نعمت سے نوازا ہے یہ آدمؑ کی اولاد سے ہیں۔ اور انکے بعد انکی نسل نے سب ہیں۔ ہم نے (طوفان نوح کے وقت) نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کر دیا تھا۔ اور ابراہیم و یعقوب کی اولاد سے ہیں اور ان لوگوں میں ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی اور مجتبےٰ بنایا۔

اصطفےٰ اور اجتبےٰ کے معنوں کی تحقیق ہماری کتابوں "ولایت قرآن کی نظر میں" اور "امامت قرآن کی نظر میں" میں ملاحظہ کریں اور چونکہ اللہ کے مصطفےٰ بندوں کی فہرست میں سب سے پہلا نام حضرت آدمؑ کا ہے لہذا ان کے حالات اس کتاب میں ملاحظہ کریں۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

مقصد تخلیق کائنات

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلواہ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاھرین المعصومین امابعد فقد قال الحکیم فی کتابہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم ھو الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام و کان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عمل (ھود -7)

اور وہ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں خلق کیا اور (آسمانوں اور زمین کی خلقت سے پہلے) اسکا عرش پانی پر تھا (اور آسمانوں اور زمین کے خلق کرنے کی غرض وغایت یہ تھی) تاکہ وہ انہیں آزمائے کہ تم میں سے ازروئے عمل کے کون سب سے بہتر ہے۔

یہ آیت آسمانوں اور زمین کی غرض خلقت اور مقصد تخلیق کائنات کو وضاحت کے ساتھ بیان کررہی اور وہ ہے "لیبلو کم ایکم احسن عملاً" یعنی اس نے آسمانوں اور زمین کو اس لئے خلق کیا ہے تاکہ وہ تمہیں آزمائے "یبلو کم" میں ضمیر جمع مخاطب "کم" کے ذریعہ تمام انسانوں سے خطاب ہے "تم کو" اور "ایکم احسن عملاً" کے لئے اکثر علماء اور دانشور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے کثرت عمل کی بات نہیں کی ہے بلکہ "احسن عمل" کی بات کی ہے یعنی اچھے سے اچھا یا بہت اچھا عمل کون کرتا ہے۔

لیکن اگر عمیق نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آیت میں جس بات پر اصل زور ہے وہ "ایکم" ہے۔ یعنی تم میں سے کون ہے وہ جس کا عمل سب سے اچھا اور سب سے احسن ہے۔ اور آزمانا اس لئے نہیں ہے کہ اسے اس طرح علم ہو جائے کہ سب سے احسن

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

عمل کرنے والا کون ہے بلکہ اس لئے ہے تا کہ اس ہستی کو دکھا دے۔ظاہر کر دے کہ سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔

ہم اس بات کے ثبوت میں قرآن کریم کی ایک آیت اور پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔قرآن کریم میں ہے۔ **قال یا ایھاالملاء یاتینی ایکم یابنی بعرشھاقبل ان یاتونی مسلمین** (النمل -38)

حضرت سلیمان نے اپنے درباروالوں سے کہا۔اے میرے دربارکے سرداروں تم میں سے کون ایسا ہے کہ قبل اس کہ وہ (ملکہ سبا اور اسکا لشکر) میرے سامنے فرمانبردار بن کر آئیں اسکا تخت میرے پاس لے آئے اس آیت میں بھی اگر چہ بات تخت کے لانے کی ہے لیکن آیت میں جس بات پر زور ہے وہ "**ایکم**" ہے یعنی تم میں سے کون ایسا ہے یعنی اصل مقصد تخت کا لانا نہیں تھا بلکہ یہ دکھانا تھا کہ درباروالوں پر حضرت آصف بن برخیا کی شان کو ظاہر کیا جائے اس کام کے کرنے کے لئے دو اشخاص اُٹھے ایک جنوں کا سردار جس نے یہ کہا کہ میں اس تخت کو آپ کے اُٹھنے سے پہلے یا دربار کے برخاست کرنے سے پہلے لے آؤنگا۔اور دوسرے آصف بن برخیا جو حضرت سلیمان کے وصی تھے۔گو آیت میں خدا نے انکا نام نہیں لیا لیکن انکی یہ صفت بیان کی کہ:

"**قال الذی عندہ علم من الکتاب**"

وہ شخص جس کے پاس کتاب خدا کا کچھ علم تھا بولا یہ اس بات کا اظہار تھا کہ وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہے اس نے کہا "**انا آتیک بہ قبل ان یرتدالیک طرفک**" میں اس تخت کو آپ کے پاس آپکی پلک جھپکنے سے بھی پہلے لے آؤنگا۔حضرت آصف بن برخیا وصی حضرت سلیمان کے الفاظ ختم بھی نہ ہونے پائے تھے کہ تخت حضرت سلیمان کے پاس موجود تھا۔جیسا کہ ارشاد ہوا۔"**فلمارأہ مستقراً عندہ قال ھذا من فضل ربی**

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

"جب حضرت سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس موجود پایا تو کہنے لگے کہ یہ میرے پروردگار کا فضل وکرم ہے اس آیت میں "فا" فا کی تشریح ہے یعنی حضرت آصف بن برخیا کے کہتے ہی وہ تخت موجود ہوگیا۔ جنوں کے سردار نے بھی جو کچھ کہا تھا اس میں بھی تخت کے آنے میں کوءدیر کی بات نہیں تھی ۔لیکن حضرت سلیمان اپنے وصی کو انکی اس معجزانہ شان کے ذریعہ پہنچوانا چاہتے تھے۔ اور وہ مقصد پورا ہوگیا۔

اگرچہ ہم اس مقام پر "ایکم" کے الفاظ پر زور کی وضاحت کر رہے ہیں لیکن اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو جواب دیا جائے جو اس بات کو ولایت تکوینی کی طرف پہنچاتے ہیں یعنی وہ خرق عادت جسے تیرہویں صدی ہجری سے پہلے بزرگ متقدمین علمائے شیعہ معجزہ کہا کرتے تھے اسے تیرہوں صدی ہجری میں شیخیہ اور انکی پیروی کرنے والوں نے ولایت تکوینی سے تعبیر کرنا شروع کردیا۔ معجزہ کے بارہ میں متقدمین علماء شیعہ کا نظریہ یہ تھا کہ معجزہ فعل خدا ہوتا ہے۔ جسے وہ اپنے برگزیدہ بندوں کی صداقت کے ثبوت میں دکھاتا ہے لیکن تیرہوں صدی ہجری میں مفوضہ وشیخیہ وصوفیہ نے خرق عادت کے لئے معجزہ کی اصلاح کو ولایت تکوینی کی اصلاح میں بدل دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے ہمیں ایسے امور انجام دینے کی قدرت اور اختیار دیدیا ہے اور وہ اپنے اپنے عادی فعل کی طرح انجام دیتے ہیں ۔اس کے لئے کبھی تو وہ فلسفہ کی دلائل سے کام لیتے ہیں اور کبھی صوفیوں کی اصطلاح کی دلیل میں بیان کرتے ہیں مذہب شیعہ کے نزدیک اللہ کی صفات کا بیان اہل تشیع کے بیان دوطرح سے ہے ۔ایک صفات ثبوتیہ یعنی وہ صفات جو خدا ہی میں پائی جاتی ہیں اور اس کے ثابت ہیں اور انکی عین ذات ہیں جیسے قدیم ہونا یا قادر مختار ہونا کہ اس کے سوا اور کوئی قدیم نہیں ہے اور نہ اس کے سوا قادر مختار ہے۔

دوسرے صفات سلبیہ یعنی وہ صفات جن کا خدا میں نہ ہونا ماننا واجب ہے جیسے اسکا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

جسم ہونا۔ یا اس کا مرکب ہونا یا اسکا کسی میں حلول کرنا یا اسکا کسی سے متحد ہو جانا جس کو اصطلاح تصوف میں اتحاد کہتے ہیں اور اتحاد کے تین درجے ہیں جس کے لئے وہ علیحدہ علیحدہ مثالیں بیان کرتے ہیں۔

ان میں ایک کو وصال کہتے ہیں اور اصلاح میں اسے فنا فی اللہ اور بقا باللہ بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ قطرہ کا سمندر میں مل جانا یہ قطرہ کا سمندر کے ساتھ وصال ہے۔ یعنی قطرہ سمندر میں فنا ہو کر بقا حاصل کر گیا اور سمندر کا حصہ بن گیا۔

دوسرے خدا کا ان کے پیر کے ساتھ متحد ہو جانا اسکی مثال وہ لوہے اور آگ یا کوئلہ اور آگ سے دیتے ہیں یعنی خدا کی مثال تو وہ آگ سے دیتے ہیں اور لوہے یا کوئلہ کی مثال انسان سے یعنی جسطرح سے آگ لوہے اور کوئلے کے ساتھ مل کر اسے اپنا جیسا بنا لیتی ہے اور وہ وہی کام کرنے لگ جاتا ہے جو آگ کرتی ہے۔ اسی طرح انسان خدا کے ساتھ متحد ہو کر خدا کی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

چونکہ مذہب شیخیہ کے نزدیک خدا کوئی کام کرتا ہی نہیں جو کچھ کرتے ہیں وہ آئمہ اطہار کرتے ہیں لہذا وہ اپنے اس نظریہ کو صوفیوں کی مذکورہ دلیل سے بھی مستدل کرتے ہیں اور ہمارے ممبروں پر آج مذہب شیخیہ کے مبلغین کا غلبہ ہے اور چونکہ مذہب شیخیہ فلسفہ و تصوف و تفویض کے عقائد و نظریات کا مجموعہ ہے لہذا وہ کہیں اپنے من گھڑت فلسفہ سے کام نکالتے ہیں اور کہیں صوفیوں کی اصطلاحات سے کام نکالتے ہیں اور کہیں مفوضہ کی طرح معجزات کو ولایت تکوینی قرار دیکر کام نکالتے ہیں۔

چونکہ شیاطین شیخیہ احقاقیہ کے پیروی کرنے والے مبلغین خناس کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور اپنے باطل عقائد کو فضائل آئمہ اطہار سے محبت کا فائدہ اٹھاتے ہیں لہذا سادہ لوح شیعوں کی اکثریت ان کے باطل عقائد کے فضائل ائمہ اطہار سمجھ کر کھانے پر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

آمادہ ہو جاتی ہے۔

اور چونکہ وہ ان باطل عقائد کو فضائل کے عنوان سے پیش کرتے ہیں لہذا اگر کوئی حق گو اور حق پرست ان کے باطل عقائد کا رد کرتا ہے تو وہ شیعوں کی آل محمدؐ سے محبت کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے باطل عقائد کا رد کرنے والے کو منکر فضائل آل محمدؐ مشہور کرتے ہیں منکر فضائل علیؑ قرار دیتے ہیں۔ مقصر کہتے ہیں قشتری کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہابی تک بھی کہنے سے نہیں چوکتے اور یہی طرز عمل ان کے باطل عقائد سے گمراہ ہونے والوں کا ہے۔

بہر حال حضرت سلیمان نے تخت کے آتے ہی اس حقیقت کا اظہار کر دیا یہ کہ کر کہ ''ھذا من فضل ربی'' اس تخت کا اس طرح سے آنا میرے رب کے فضل سے ہے۔ مذہب شیخیہ والے اور ان سے گمراہ ہونے والے تمام لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت آصف بن برحیا نے یہ کہا تھا کہ "انا ایتک بہ قبل ان یرتدالیک طرفک" میں اسکو تیرے پاس ایک پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤنگا۔ مگر وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ خدا نے اس آدمی کا نام لینے کی بجائے "قال الذی عندہ علم من الکتاب" کہا تھا جو اس کے برگزیدہ اور مصطفیٰ بندوں کا خدا سے وحی کے ذریعہ رابطہ رہتا ہے۔ اور جب اسے کوئی معجزہ دکھانا ہوتا ہے تو وہ انہیں وحی کے ذریعہ یہ کہتا ہے کہ تم یہ کردو تو ایسا ہو جائیگا۔

چنانچہ اس کے مصطفیٰ بندے لوگوں کے پاس جاتے تھے تو یہ کہتے تھے "وقد جئتک بآیة من ربک" (طلہ -47) (موسیٰ نے کہا) میں تیرے رب کے پاس سے ایک نشانی لیکر آیا ہوں اسی طرح حضرت عیسےٰ نے کہا کہ "انی قد جئتکم من ربکم" (ال عمران-51) میں تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے نشانی لیکر آیا ہوں، لیکن ان نشانیوں کا بیان اپنی طرف نسبت دیکر کہا مگر ان نشانیوں کا بیان کرنے سے پہلے جو کچھ کہا وہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اوپر درج ہو گیا اور نشانیوں کا بیان کرنے کے بعد پھر کہا" وجئتکم بآیة من ربکم " (ال عمران-51) اور میں تمہارے رب کے پاس سے نشانی لیکر آیا ہوں ۔ گویا خدا اپنے مصطفےٰ بندوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ خدا کے ظاہر کردہ ان معجزات کے بارے میں یہ کہیں کہ میں یہ نشانی لیکر آیا ہوں کہ میں تمہیں ایسا کام کر کے دکھاؤنگا۔ لیکن وہ معجزہ خدا انکی تصدیق کے لئے دکھاتا تھا۔

بہر حال حضرت سلیمان کے بیان میں جس بات پر زور تھا وہ "ایکم " پر تھا۔یعنی تم میں سے کون ہے ایسا ؟۔ اور یہی حضرت سلیمان ظاہر کرانا چاہتے تھے اور اسے خدا نے ظاہر کر دیا۔

قرآن کریم کی اس مثال کے بعد اب ہم ایک حدیث کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جس کا تعلق دعوت ذوالعشیر ہ کی مشہور واقعہ سے ہے۔پیغمبر اکرمؐ نے خدا کے حکم " وانذر عشیر تک الا قربین " کی تعمیل میں تمام بنی عبدالمطلب یعنی تمام بنی ہاشم کو دعوت دی۔ ان میں سب سے کم عمر علی ابن ابی طالبؑ تھے۔آپ نے تمام بنی ہاشم کے سامنے اپنی نبوت ورسالت کا اعلان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا" ایکم یوازرنی فی هذا الامر "تم میں سے کون ایسا ہے جو اس کام میں میرا بوجھ بٹائے؟

پیغمبر اکرمؐ کو وحی الہی کے ذریعہ معلوم تھا کہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہی میرے وزیر ہیں۔لیکن اس مجمع کو دکھانے کے لئے اور سارے عالم پر اس بات کا اظہار کرنے لے لئے فرمایا" ایکم یوازرنی فی هذا الامر " کون ہے ایسا جو اس کام میں میرا بوجھ بٹائے۔

پس سورۃ ھود کی آیت نمبر 7" لیبلو کم ایکم احسن عملا" میں بھی اصل زور ایکم پر ہے۔یعنی یہ دکھانا یا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو اس عمل میں سب

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سے احسن ہے لہذا "لیبلو کم ایکم احسن عملا" میں آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی آدم علیہ السلام سے لیکر انکی نسل کا آخری آدمی تک معرض امتحان میں ہے اور "لیبلو کم" میں "ل" تعلیل کے لئے آیا ہے ۔یعنی ساری کائنات کی غرض خلقت یہ ہے کہ وہ تمہیں اس کے ذریعہ آزمائے ۔پس آیت میں واقع "لیبلو کم" کا واضح مطلب یہ ہے کہ انسان ہی خدا کی قدرت کا وہ اصل شاہکار ہے جس کی خاطر اس نے ساری کائنات بنائی ہے۔ جو میری اس کائنات کو دیکھ کر یہ جان لیگا کہ اسکا کوئی بنانے والا ہے اور اس نے انہیں بے کار و فضول اور بے ہودہ خلق نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

"ان فی خلق السموت و الارض و اختلاف اللیل و النھار لایات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت ھذا یا طلا سبحنک فقنا عذاب النار" (ال عمران 190 - 191)

اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے پھیر بدل میں ان عقل مندوں کے لئے (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور کروٹیں بدلتے غرض ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے ہیں۔ اور بے ساختہ بول اٹھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو بیکار پیدا نہیں کیا تو ہر قسم کے عیب سے پاک و پاکیزہ ہے پس تو ہمیں (دوزخ کی) آگ کے عذاب سے بچائے۔

پس انسان قدرت کا وہ عظیم شاہکار ہے جو غرض خلقت کائنات ہے ہر انسان معرض امتحان میں ہے اور اس نے اس ساری کائنات کو اس لئے خلق فرمایا ہے تا کہ وہ یہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ظاہر کردے کہ سارے انسانوں میں سے اس کائنات میں غور کر کے معرفت پروردگار کے ساتھ سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔اور جس نے تمام انسانوں میں سے سب سے اچھا عمل کر کے خود کو ایسا کر دکھایا اس کے بارے میں اس نے فرمایا کہ "لو لاک لما خلقت الافلاک" اگر تجھے خلق کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں ساری کائنات ہی کو خلق نہ کرتا۔ میں نے یہی دکھانا اور ظاہر کرنا تھا کہ تمام انسانوں میں سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔اس حدیث کا مطلب وہ نہیں ہے جس طرف مذہب شیخیہ کا بانی یعنی شیخ احمد احسائی گیا ہے کہ اگر محمد آل محمد کا مادہ نہ ہوتا تو میں ساری کائنات کو خلق ہی نہ کر سکتا ان کے مادہ سے میں نے ساری کائنات خلق کی ہے اور "کان عرشہ علی الماء" کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جس وقت کائنات کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے اس نے پانی کو خلق فرمایا اور چونکہ پانی سے پہلے اور کوئی مخلوق خلق شدہ موجود نہیں تھی لہذا پانی کی خلقت کے بعد خدا کا عرش یعنی اقتدار پانی ہی پر تھا۔اور تمام مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے پہلے اور ایک خطبہ میں بیان کیا ہے کہ جس وقت خداوند تعالیٰ نے کائنات کی خلقت کا آغاز فرمایا تو سب سے پہلے پانی کو خلق کیا پھر ہوا کو پیدا کیا غرض اس طرح سے زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اور آسمانوں کو خلق کیا تمام تفاسیر اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطبوں کی اصل عبارت اور حوالے ہماری کتاب فلسفہ تخلیق کائنات میں ملاحظہ کریں۔

قرآن سے ساری کائنات کی خلقت کے دو ہی مقاصد معلوم ہوتے ہیں

قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ساری کائنات کے خلق کرنے کے دو مقاصد ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

پہلا مقصد یہ ہے کہ اپنی اشرف المخلوقات مخلوق یعنی انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اسے کے رہن سہن اسکے آرام و آسائش اور اسکی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے اس کی نعمتوں کے سایہ میں پرورش پا کر پلے بڑھے۔ اسی لئے فرمایا

نمبر1 "هو الذی خلق لكم مافی الارض جميعاً" (البقرہ 29)

اے انسان زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ میں نے تیرے ہی لئے پیدا کیا ہے۔

نمبر2 "هو الذی خلق لكم الیل لتسكنوا فيه و النهار مبصراً" (یونس 67)

اللہ ہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لئے اس لئے بنایا ہے تا کہ تم اس میں آرام و سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا ہے (تا کہ تم اس میں اپنی معاش کے لئے کام کاج کر سکو)

نمبر3 "هو الذی انزل من السماء ماء لكم منه شراب و منه شجر فيه تسيمون" (النحل 10)

اللہ ہی تو ہے جس نے تمہاری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ جس میں سے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے اپنے درختوں اور فصلوں کی آبیاری کرتے ہو۔ جن میں تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو۔

نمبر 4 "و سخر لكم الیل و النهار والقمر و النجوم" (النحل 12)

اور اس نے رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو اور ستاروں کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے یہ سب کے سب اس کے حکم سے تمہاری خدمت بجالا رہے ہیں۔

نمبر5 "الم تروا ان الله سخر لكم مافی السموات وما فی الارض و اسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة" (لقمان 20)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کیا تم نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو تمہارا مطیع کر لیا ہے (وہ سب تمہارے فائدے کے کاموں میں مصروف عمل ہیں) اور اللہ نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی کھلی ہوئی اور چھپی ہوئی ساری نعمتیں پوری کر دی ہیں۔

غرض قرآن کریم میں اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ لیکن صرف مذکورہ آیات ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اس ساری کائنات کو صرف انسان کے فائدے کے لئے اور اسکی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے خلق فرمایا ہے اور انسان ہی ساری کائنات کی علت غائی کی ہے۔ یہ ہے ایک مقصد ساری کائنات کے خلق کرنے کا دوسرا مقصد ساری کائنات کے خلق کرنے کا یہ ہے کہ

"ولیبلوکم ایکم احسن عملاً" (ھود 7)

اور اس لئے تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون ہے وہ کہ جو از روئے عمل کے سب سے احسن ہے یعنی یہ ساری کائنات اس کے لئے غور و فکر کی بڑی نشانیاں ثابت ہوں جس میں غور و فکر کر کے وہ اپنے خالق اپنے مالک اپنے رازق اور اپنے منعم حقیقی کو پہچاننے اور اسی کو معبود حقیقی سمجھتے ہوئے اس کی عیادت بجالانے میں سب سے بڑھ جائے اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 190 اور 191 میں اسی بات کی طرف اشارہ ہوا ہے جسکا بیان سابق میں گذر چکا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے ساری کائنات کو انسانوں کے خلق کرنے سے پہلے پیدا کیا ہے اور جب وہ اسکی ضروریات کو پورا کرنے والی تمام چیزوں کو پیدا کر چکا جو اس کے لئے غور و فکر کر کے اپنے خالق و مالک و رازق و منعم حقیقی کو پہچاننے کا ایک ذریعہ اور اس کے امتحان کا ایک پرچہ بھی ہے تو پھر اس نے اس کو خلق فرمایا اور اس سارے عرصہ میں انسان کتم عدم میں پوشیدہ اور علم الہیٰ میں موجود رہا جیسا کہ ارشاد

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہوا۔

"ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکوراً " (الدھر 1)

یقیناً انسان پر زمانے میں ایک وقت ایسا بھی تھا جب کہ انکا کہیں ذکر نہیں تھا یعنی زمانہ بھی تھا اور وقت بھی تھا مگر وہ موجود نہیں تھا اور وہ عالم وجود میں نہیں آیا تھا۔

امام جعفر صادق ؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کا ذکر عالم وجود میں تو نہیں تھا مگر وہ علم خدا میں مذکور تھا۔

زمین پر انسانوں سے پہلے جنوں کو پیدا کیا

خداوند تعالیٰ نے زمین کو خلق کرنے کے بعد اس میں جمادات و نباتات و حیوانات پھیلا کر انسانوں سے پہلے جنوں کو پیدا کیا۔ اور انہیں زمین میں آباد کر کے انکی غرض خلقت بھی وہی قرار دی جو انسانوں کی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

" و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون " (الذاریات 56)

یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے

اور اس بات کا ثبوت کہ خداوند تعالیٰ نے جنوں کو انسانوں سے پہلے پیدا کیا تھا خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ

" ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماٍ مسنون و الجان خلقنا من قبل من نار السموم" (26 , 27)

اور بیشک ہم نے انسانوں کو تو خمیر دی ہوئی سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ جو سوکھ کر کھن کھن بولنے لگے اور ہم نے ہی جنوں کو انسانوں سے پہلے بغیر دھویں کی تیز آگ سے پیدا کیا تھا۔ یہ آیت اور حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کے بعد ملائکہ اور ابلس کو جو جن

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

تھا آدم کے لئے سجدہ کرنے کا حکم یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ ملائکہ اور جنوں کو خداوند تعالیٰ نے انسانوں سے پہلے پیدا کیا تھا ملائکہ کو تو امام زین العابدینؑ کی دعاوں اور حضرت علی علیہ السلام کے خطبات کے مطابق خداوند تعالیٰ نے خلق کرنے کے بعد آسمانوں میں بسایا تھا اور جنوں کو انسانوں سے پہلے خلق کر کے زمین میں آباد کیا تھا۔ اور انکی غرض خلقت بھی وہی قرار دی تھی جو انسانوں کے لئے قرار دی ہے یعنی عبادت (الزاریات 56)

اس سے ثابت ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے جنوں کو بھی انسانوں کی طرح ہی مکلّف بنا کر پیدا کیا تھا لہذا اس دار تکلیف میں جس طرح انسانوں کے لئے ہدایت کی ضرورت تھی اسی طرح جنوں کو بھی اس دار تکلیف میں ہدایت کی ضرورت تھی اور قرآن کریم کی بہت سی آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ جسطرح خداوند تعالیٰ نے انسانوں کے لئے انبیاء و رسل اور ہادیان دین کو مبعوث کیا تھا اسی طرح جنوں کی ہدایت کے لئے بھی انبیاء و رسل اور ہادیان دین مبعوث ہوئے تھے۔

جنوں کے لئے بھی انبیاء و رسل اور ہادیان دین آئے

خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں جنوں اور انسانوں سے مشترکا خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے۔

"یامعشر الجن و الانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی وینذرونکم لقاء بقاء یومکم ھذا" (الانعام 131)

روز محشر جنوں اور انسانوں سے یہ پوچھا جائیگا کہ اے گروہ جن وانس کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو میری آئتیں پڑھ کر سناتے اور آج کے دن جو مصیبت تم کو پیش آنے والی ہے تم کو اس سے ڈراتے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اس آیت سے بالفاظ واضح ثابت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جنوں کو مکلف بنانے کے بعد بغیر ہدایت کے نہیں چھوڑا بلکہ انکی طرف بھی ہدایت کے لئے انبیاء ورسل اور ہادیان دین آتے رہے۔

عیون اخبار الرضا میں منقول ہے کہ ایک شامی نے جناب امیر علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ آیا خدا نے جنات میں بھی کوئی نبی بھیجا۔ فرمایا کہ ہاں ایک بنی بھیجا تھا جس کا نام یوسف تھا اس بنی نے انکو خدا کا حکم سنایا تو ان لوگوں نے اسے قتل کردیا (ترجمہ منقول عیون اخبار الرضا) اور تفسیر التبیان میں اسطرح لکھا ہے کہ

"وقال الضحاک ذالک بدل علیٰ انه تعالیٰ ارسل رسلاً من الجن وقال الطبری و اختاره البلخی البضاً و هو الاقوی

و قال الجبائی و الحسین ابن علی المغربی المنی الم یانکم یعنی معشر المتکلفین و المخلوقین رسل منکم یعنی من المکلفین تفسر التبیان" جلد4 277

ضحاک کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یقینی طور پر اللہ تعالیٰ نے جنوں میں سے بھی جنوں کو رسول بنا کر بھیجا تھا اور یہ بات زیادہ قوی ہے اور جبائی اور حسین ابن علی المغربی نے یہ کہا ہے کہ الم یاتکم کا مطلب یہ ہے کہ اے سب مکلفین اور مخلوقین کیا تم میں سے میرے بھیجے ہوئے رسول تمہارے پاس نہیں آئے تھے یعنی مکلفین میں سے۔

اور یہ دونوں باتیں جمع ہوسکتی ہیں اور صحیح ہوسکتی ہیں یعنی جنوں میں سے بھی جنوں کے پاس رسول آیا اور جب انہوں نے اسے قتل کردیا تو پھر خدا نے فرشتوں کو جو ان سے طاقت میں زیادہ تھے انکا ھادی بنا کر بھیجا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخری ہادی تک حضرت آدم

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کی اولاد میں سے ہونے والے انبیاء و رسل اور ہادیان ان انسانوں اور جنوں دونوں کے ہادی تھے اور تفصیل اس کی آگے چل کر آئے گی۔

بہر حال خداوند تعالی کی طرف سے جنوں کی ہدایت کے لیے ہادیوں کا آنا ثابت ہے۔ اور کیوں ان کے لیے وہ ہادیوں کو نہ بھیجتا جبکہ وہ مکلّف ہیں۔ اور انکی غرض خلقت بھی دی ہیں جو انسانوں کی ہے ارادہ و اختیار کے مالک ہیں عقل و شعور رکھنے میں اور ان کے لیے بھی جزا ہے اور سزا ہے۔ جنت ہے اور دوزخ۔ اور اس کا کچھ بیان اگلے عنوان میں آتا ہے۔

جنوں اور انسانوں میں مساوات

قران کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنون اور انسانوں میں بہت سے مساوات ہے جہاں یہ دونوں مکلّف ہیں دونوں کی خلقت ایک ہے دونوں کیلیے خدا نے رسول بھیجے وہاں قران سے یہ بھی بات ثابت ہوتی ہے کہ ان میں اور بھی بہت سی باتیں مشترک ہیں جیسا کے ارشار ہوا

نمبر1 ولقد ذرانالجهنم كثيرا من الجن و الانس لهم قلوب الا يفقهون بهاولا عين لا يبصرون بها. اولنك كا لالعام بل هم اضال اولنك هم الغافلون (الاعراف 179)

اور ہم نے بہت سے جنوں کو اور انسانوں کو جہنم ہی کے لئے پیدا کیا ہے ان کے دل تو ہیں مگر وہ (قصداً) ان سے سمجھتے نہیں ہیں اور انکی آنکھیں تو ہیں مگر وہ (قصداً) ان سے دیکھتے ہی نہیں ہیں۔ اور انکے کان بھی ہیں مگر وہ ان سے سننے کا کام نہیں لیتے ہیں گویا یہ لوگ (جن ہوں یا انسان) جانور ہیں۔ بلکہ ان سے بھی کہیں گئے گزرے ہوئے ہیں۔ یہی لوگ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

(حق اور حقیقت سے) بالکل بے خبر ہیں۔

اور جب کسی بات کے لئے وہ چیلنج کرتا ہے تو وہ دونوں کو یکساں طور پر چیلنج کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

نمبر2 **یا معشر الجن والانس ان استطتم ان تنفدو من اقطار السمٰوٰت والارض فانفدو لاتنفذ ون الابسطان** (الرحمٰن 33)

"اے گروہ جن وانس اگر تم میں قدرت ہے کہ (تم موت یا عذاب سے بچنے کے لئے) آسمانوں اور زمین کے کناروں سے بھاگ کر کہیں نکل سکتے ہو تو جاؤ نکل بھاگو مگر تم خدا پر غلبہ پائے بغیر ان دونوں کے کناروں سے باہر نہیں نکل سکتے اور تم میں اتنی قوت کہاں ہے کہ تم خدا پر غلبہ پا سکو"

یہ آیت صاف طور پر یہ کہتی ہے کہ نہ تو جنوں میں یہ طاقت ہے کہ وہ خدا کے عذاب سے بچ کر کہیں نکل بھاگیں اور نہ ہی انسانوں میں یہ طاقت ہے۔

اسی طرح کا ایک چیلنج سورۃ بنی اسرائیل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ جہاں پر ارشاد ہوتا ہے کہ

"**قل یا معشر الانس والجن علیٰ ان یا توا بمثل ھذا القران لایانون بمثله ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً**" (بنی اسرائیل 88)

اے رسول کہہ دو کہ اگر ساری دنیا جہاں کے انسان اور ساری دنیا جہاں کے جن اس بات کے لئے اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں (تو ناممکن ہے) اگرچہ اس کوشش میں ان کا ایک مددگار بھی ہے (تو بھی وہ دونوں مل کر بھی اس جیسا قرآن نہیں لاسکتے)

اور سورۃ الانعام کی آیت نمبر 131 یہ کہتی ہے کہ جس طرح انسانوں کی ہدایت

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کے لئے رسول آئے اسی طرح جنوں کی ہدایت کے لئے بھی رسول آئے اور حضرت امیر المومنین سے منقول وہ روایت جسے ہم نے پہلے اخبار الرضا کے حوالہ سے سابق میں نقل کیا ہے جنوں کے پاس جنوں میں سے بھی ایک رسول آیا تھا جسکا نام یوسف تھا جسے انہوں نے قتل کر دیا تھا اسکا شاہد ہے۔

لہذا یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جنوں میں کے اس رسول کے قتل کے بعد خدا نے انکی ہدایت کا کوئی انتظام نہیں کیا؟ کیا ان پر حجت تمام کیے بغیر وہ انہیں کسی قسم کی سزا کا مستوجب قرار دے سکتا تھا بیشک ان کا فساد اور خونریزی انتہا کو پہنچی ہوتی تھی اور اگر دنیا میں بھی انکی سرکشی کی وجہ سے انہیں کسی قسم کی سزا دینی تھی تو اسکا دستور اور اسکی سنت ہمیشہ یہ رہی جسے اس نے اسطرح بیان کیا ہے

"و ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً" (بنی اسرائیل 15)

اور ہم تو جب تک رسول بھیج کر اتمام حجت نہ کرلیں کسی پر عذاب نہیں کیا کرتے۔

یہ اصول عذاب دنیا اور عذاب آخرت۔ دنیاوی سزا اور آخرت کی سزا دونوں کے لئے ہے۔ نہ تو دنیا میں کسی کو رسول بھیج کر اتمام حجت کئے بغیر عذاب اور سزا دیتا ہے اور نہ ہی آخرت میں بغیر اتمام حجت کسی کو سزا دیگا۔ جس پر قرآن کریم کی آیت

"رسلا مبشرین و منذرین لان لایکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل" (النساء 165) بھی شاہد ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ خدا نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے جتنے بھی رسول بھیجے ان کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا تاکہ انسانوں کے لئے خدا کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔

قرآن کریم کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جنوں میں کے رسول کے قتل ہو جانے کے بعد بھی انہیں بغیر ھادی کے نہیں چھوڑا اور انکی ہدایت کے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

لئے اپنے کچھ فرشتوں کو انکی طرف ہادی بنا کر بھیجا تھا۔ اور قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان فرشتوں کو جنہیں جنوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا یہ حکم تھا کہ جنوں میں سے جو ایمان نہ لائے اسے زمین سے بے دخل کر کے نکال دیں۔

چنانچہ حالات و واقعات جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں اور امیر المومنین کے خطبہ قاصعہ کے ایک بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان فرشتوں کی ہدایت سے صرف ایک جن جوان کا سردار بھی تھا ایمان لے آیا تھا اور اس کے سوا اور کوئی جن ایمان نہ لایا لہذا ان فرشتوں نے باقی کے تمام جنوں کو زمین سے بے دخل کر کے ہوا میں اوپر کی طرف نکال دیا اور خود زمین پر تا حکم ثانی امن اور چین کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور وہ ایمان لانے والا جن بھی انہی کے ساتھ رہنے لگا اسکا نام عزازیل تھا۔

ان فرشتوں نے ہی اپنی ضرورت کے مطابق اپنی رہائش کے لئے زمین پر ایک خوبصورت باغ لگایا اور وہ اسی جنت اراضی میں رہتے ہوئے خدا کی عبادت کرتے رہے اور عزازیل بھی انہیں کے ساتھ رہتے ہوئے مصروف عبادت رہا۔

یہ فرشتے زمین پر کب آئے تھے اور کتنا عرصہ زمین پر رہے اسکا یقین کے ساتھ کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ عزازیل جوان فرشتوں کے ساتھ رہتے ہوئے مصروف عبادت تھا اس بارے میں حضرت امیر المومنین علی ابن طالب کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ "فاعتبروا لما كان من فعل الله بابليس اذ حبط عمله الطويل و جهده الجهيد و كان قد عبدالله ستة آلاف سنة لايدرى امن سنى الدنيا ام سنى الاخرة عن كبر ساعة واحدة" (خطبہ قاصعہ خطبہ نمبر 190 ص۔ 489)

"تمہیں چاہیے کہ اللہ نے شیطان کے ساتھ جو کیا اس سے عبرت حاصل کرو، کہ اس کی طول وطویل عبادتوں اور بھرپور کوششوں پر اس کی ایک گھڑی کے گھمنڈ نے پانی پھیر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

دیا، حالانکہ اس نے چھ ہزار برس تک جو پتہ نہیں دنیا کے سال تھے یا آخرت کے اسکی عبادت کی تھی''

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اس خطبہ کے ان الفاظ سے جہاں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ابلیس ان فرشتوں کی ہدایت سے ایمان لے آیا تھا اور ان کی صحبت میں رہتے ہوئے ان کے رنگ میں ایسا رنگا گیا تھا کہ دیکھنے میں فرشتہ ہی معلوم ہونے لگا تھا وہاں یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ کم از کم چھ ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے یہ فرشتے زمین پر آباد تھے بہر حال اب تک کے بیان سے جو بات ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ جن انسانوں سے پہلے خلق ہوئے۔ وہ کافی عرصے تک زمین پر آباد رہے کیونکہ وہ انسانوں کی طرح ہی مکلف ہیں خواہشات نفسانی رکھتے ہیں ارادہ واختیار کے مالک ہیں صاحب عقل و شعور ہیں اور انسانوں کی طرح ہی جزا وسزا اور جنت وجہنم کے سزاوار ہیں اس لئے خداوند تعالیٰ نے پہلے ان کے پاس جنوں میں سے ہی رسول بھیجا پھر جب ان کا فساد وسرکشی اور خونریزی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو فرشتوں کو انکی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تا کہ وہ اپنے میں سے ہونے والے جن رسول کی طرح قتل نہ کر سکیں۔

ان فرشتوں پر سوائے عزازیل کے جسے بعد میں ابلیس کا لقب ملا اور کوئی جن ایمان نہ لایا، لہذا ان فرشتوں نے جنوں کو زمین سے بے دخل کر کے ہوا کی طرف نکال دیا اور خود زمین پر امن وچین کے ساتھ رہنے لگے۔ اور عزازیل بھی ان پر ایمان لانے کی وجہ سے ان ہی کی صحبت میں رہتے ہوئے عبادت خدا میں مصروف ہو گیا۔

یہاں پر یہ بات کہے بغیر ثابت ہے کہ جب انسان روئے زمین پر آیا تو اسے اپنے اپنے زمانہ کے مختلف تہذیبوں اور تمدن کے حالات سے گذرنا پڑا۔ پہلے جھونپڑیاں بنائیں جس کے نمونے آج بھی دکھائی دیتے ہیں پھر چھوٹے چھوٹے مکان بنائے۔ پھر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ضرورت کے مطابق پکے اور بڑے بڑے مکان بنائے اور آخر پختہ اور عالیشان محل تک نوبت پہنچی اور بڑے بڑے قلعہ بھی انسانوں نے ہی بنائے اور ان سب کا ایک ہی مصرف تھا دن کی دھوپ، رات کی اوس آندھی بارش سے حفاظت راحت و آرام اور دوسرے خطرات سے محفوظ رہنا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جنوں کے بعد فرشتے ہزارھا سال تک زمین پر آباد رہے کیا انہیں ننگے آسمان تلے دھوپ کی تمازت سردی گرمی کے اثرات سے بچنے اور اپنے راحت و آرام سے رہنے اور امن وچین کے ساتھ خدا کی عبادت کرنے کے لئے کسی بھی چیز کی ضرورت کا احساس نہ ہوا ہوگا۔ یقیناً وہ ایسے ہی کھلے آسمان تلے نہ رہے ہونگے اور وہ باغ اور جنت ارضی جس میں آدم علیہ السلام کو رکھا گیا تھا اسے ان فرشتوں نے ہی زمین پر لگایا تھا جب کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ وہ جنت جس میں آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کے بعد رکھا گیا تھا دنیاوی باغ اور جنت ارضی تھی جنت الخلد نہ تھی۔ یعنی وہ زمین پر ہی ایک باغ تھا جس کے گھنے درختوں کی چھاؤں دھوپ کی کرنوں کو زمین تک نہ آنے دیتی ہوگی اور طرح طرح کے پھول اور پھل اس باغ میں موجود ہونگے اب یہ جنت کہاں واقع ہے اسکا بیان ہم آئندہ چل کر حضرت آدم کی جنت ارضی کا جغرافیہ کے عنوان کے تحت کرینگے۔

ہم نے اب تک جو کچھ ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ جنوں اور انسانوں میں بہت سی باتوں میں مساوات ہے لہذا اب ہم اس سے آگے انسانوں کی خلقت کا بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد جنوں اور انسانوں کے حالات کا بیان اکٹھا کرینگے۔

انسانوں کی خلقت کا بیان

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

علمائے طبیعات نے تمام مخلوقات کو چھ اقسام میں تقسیم کیا ہے نمبر1۔جمادات

نمبر2۔نباتات نمبر3۔حیوانات نمبر4۔جن نمبر5۔فرشتے نمبر6۔انسان

خداوند تعالیٰ کی مذکورہ مخلوقات میں سے انسان سب سے افضل اور سب سے اشرف مخلوق ہے۔قرآن کریم کی رو سے ان سب کی خلقت کی ترتیب اس طرح ہے کہ خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی کو خلق کیا اور پھر ہوا خلق کی۔ہوا نے پانی کو تھپڑے دیئے اور اس سے جو جھاگ پیدا ہوئی اس سے زمین بنی اور خداوند تعالیٰ نے زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے دو دنوں میں پیدا کیا پھر زمین میں پہاڑوں کو گاڑا تا کہ وہ اسکی مخلوق کو لے کر کسی طرف کو اڑ نہ جائے۔پھر دو دنوں میں زمین میں سامان معیشت کو پیدا کیا۔اس کے بعد دونوں میں آسمانوں کو پیدا کیا اور نچلے آسمان کو یا آسمان دنیا کو سورج اور چاند اور ستاروں کے چراغوں کے ساتھ مزین کیا۔اور آسمانوں کو خلق کرنے کے بعد ان میں فرشتوں کو خلق کر کے آباد کر دیا یہ ہے خلاصہ۔قرآن کریم میں سورۃ حم السجدہ کی آیت نمبر9 تا 12 کا اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے نہج البلاغ میں خطبہ نمبر1 اور خطبہ نمبر 89 کا۔

اور جب انسانوں کی ضروریات کی تمام چیزیں اسکی راحت وآرام کے تمام اسباب اور دوسری تمام مخلوقات کو حلق کر چکا تو اپنی قابل فخر مخلوق اشرف المخلوقات انسانوں کی خلقت کی طرف متوجہ ہوا۔اور سب سے پہلے اس نے اصل انسان کو خلق کیا۔

بعض علماء انسانوں کی خلقت سے اسکی زمینی خلقت مراد لیتے ہیں۔جب خداوند تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وجود ارضی جسمانی یا وجود جسدی عنصری عطا کر کے خلق فرمایا اور پھر اس نفس واحدہ سے ہی آدم یا بشر یا انسانوں کی نسل کا سلسلہ شروع کر کے زمین کو آباد کیا۔

لیکن فی الحقیقت خداوند تعالیٰ نے اصل انسانوں کو جسموں کی پیدائش سے بہت

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

پہلے خلق فرمایا تھا۔ وہ اصل انسان کون ہے تو اسے معمولی عقل کا آدمی بھی معلوم کر سکتا ہے یہ وہی ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں لاہور گیا تھا۔ میں بیمار ہوں۔ میں اچھا ہو گیا ہوں۔ یہ میں میں کہنے والا کون ہے۔ یہی اصل انسان ہے جو بعض وقت اسطرح کہتا ہے۔ میرا ہاتھ، میرا پاؤں، میری ناک، میری آنکھ، میرا سر۔ یہ (I)اور (My)یعنی میں اور میرا کہنے والا کون ہے؟ یہی اصل انسان ہے جس کے بارے میں خدا نے اس طرح فرمایا ہے۔

" قل یا ایھا الناس ان کنتم فی شک فی دینی فلا اعبد الذین تعبدون من دون اللہ و لاکن اعبد اللہ الذی یتوٰفکم او امرت ان اکون من المومنین" (یونس 104)

"اے رسول تم کہ دو کہ اے تمام انسانوں اگر تم کو میرے دین کے بارے میں کچھ شک ہے تو (میں تمہیں صاف کہے دیتا ہوں کہ) خدا کے سوا تم جن کی پرستش کرتے ہو میں تو انکی پرستش نہیں کرونگا بلکہ میں تو اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں (اپنی قدرت سے) دنیا سے اٹھالیگا۔ اور مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومن رہوں"۔

اس آیت میں مفسرین نے (یتوٰفکم) کے معنی قبض کرنا یا پورا پورا لے لینا لکھا ہے اور یہ آیت تمام انسانوں سے مخاطب ہے۔ لہذا مفسرین نے اس آیت سے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ اصل انسان وہ روح ہی ہے جسے پیدائش کے وقت جسم میں پھونکا جاتا ہے اور موت کے وقت پورا پورا وصول کر کے اٹھالیا جاتا ہے اور یہ بات انسانوں سے خطاب میں (یتوٰفکم) کے ضمیر "کم" سے ثابت ہے جبکہ اسکا جسم زمین میں ہی رہتا ہے۔

تفسیر التبیان میں اس آیت کی تفسیر میں اسطرح بیان ہوا ہے" و قولہ یتوفکم" یقتضی ان الروح الانسان ھی الانسان و الا ضافۃ وقعت کما وقعت فیٔ نفس الانسان" (۔۔جلد 8 ص 299)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یعنی اس کے قول "یتوفکم" کا تقاضا یہ ہے کہ یقینی طور پر انسان کی روح ہی اصل انسان ہے کیونکہ اس میں اضافت خود نفس انسان کی طرف واقع ہے یعنی خدا نے اس آیت میں روح کو ہی "یا ایھا الناس" کہا ہے اور اس کو کہا ہے وہ تمہیں پورا پورا لے لیتا ہے پس ثابت ہوا کہ یہ روح ہی ہے جسے خدا نے انسان کہا ہے۔

یہ کب پیدا ہوئی اس کے بارے میں مشہور حدیث تو یہ ہے کہ

"خلق الله الارواح قبل الاجساد بالف عام"

اللہ نے ارواح کو جسموں سے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا وقت اور میعاد کے لحاظ سے ارواح کی خلقت کو بیان کرنے والی اور بھی احادیث موجود ہیں جو کچھ تو یہ کہتی ہیں کہ دس ہزار سال پہلے ارواح کو خلق کیا بہرحال اگر ہم وقت کے تعین کی بحث کو چھوڑ دیں تو یہ بات سب احادیث میں مشترک ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ارواح کو جسموں سے ہزار سال پہلے خلق فرمایا۔

اس طرح انسان کی خلقت دو مرحلوں میں ہوئی پہلی خلقت ارواح کی ہے جو اصل انسان ہے اور دوسری خلقت اجسام کی ہے جو اس روح کی حامل ہے اور وہ اس جسم میں اس کی خلقت ارضی جسمانی کے وقت پھونکی جاتی ہے۔ جو "نفخت فیہ من روحی" کے قرآنی الفاظ کے مطابق پھونکی جاتی ہے۔

یہ ارواح سب کی سب ایک ساتھ خلق ہوئیں یا یکے بعد دیگرے تو اگرچہ خدا کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ وہ تمام ارواح کو ایک ساتھ یکدم خلق فرمادے۔ لیکن پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ارواح یکے بعد دیگرے بتدریج پیدا کی گئی ہیں جیسا کہ خدا کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ وہ سب آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو ایک دم پیدا کردے لیکن اس نے اپنی مصلحت کے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

مطابق زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا پھر اس میں سامان معیشت کو دو دنوں میں پیدا کیا پھر آسمانوں کو دو دنوں میں پیدا کیا اسطرح سب مل ملا کر آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اس طرح اگر ارواح کو بھی بیک وقت پیدا نہ کیا ہو بلکہ تدریجاً پیدا کیا ہو تو کوئی بعید نہیں ہے جس پر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ

"اول ما خلق اللہ روحی" یعنی خداوند تعالیٰ نے جب روحوں کی خلقت کا آغاز کیا تو سب سے پہلے میری روح کو خلق فرمایا۔ اور اس بات پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ روح کوئی مادی شئی نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور اور نورانی مخلوق ہے لہذا پیغمبر اکرمؐ نے جہاں مذکورہ حدیث بیان فرمائی وہاں اس بات کو دوسرے الفاظ میں اسطرح سے بھی بیان فرمایا ہے کہ

"اول ما خلق اللہ نوری"

یعنی جب خداوند تعالیٰ نے انوار یعنی ارواح کی خلقت کا آغاز کیا تو سب سے پہلے میرے نور کو خلق فرمایا۔

اس سے ارواح انسانی کے بتدریج یکے بعد دیگرے پیدا ہونے کا پتہ چلتا ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ اگر خدا نے ارواح کو یکے بعد دیگرے پیدا کیا ہو تو جب خدا نے ارواح کو خلق کرنے کا آغاز کیا ہوگا تو کوئی تو روح ایسی ہوگی جسے سب سے پہلے خلق کیا ہو۔

قرآن کریم میں اور بھی بہت سے آیات ایسی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسانوں کو دو مرحلوں میں پیدا کیا ہے یعنی پہلے مرحلہ میں ان انسانوں کی ارواح کو خلق کر کے عالم ارواح میں رکھا پھر ان کے جسموں کو خلق کرنے کے بعد انکی روحوں کو ان کے جسموں میں پھونکا گیا جس کا کچھ بیان آگے آتا ہے۔

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خدا نے ارواح انسانی کو لا شے سے خلق کیا ہے

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اصل انسان کو اسکی اس خلقت ارضی جسمانی سے پہلے لا شے سے پیدا کیا تھا جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیأ" (مریم 67)

کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو اس سے پہلے جبکہ وہ کوئی شے نہیں تھا پیدا کیا تھا۔

یہ آیت انسان سے اسکی خلقت ارضی جسمانی یا خلقت جسدی عنصری کے بعد اس کے وجود جسمانی اور حیات ارضی دنیاوی میں خطاب کر رہی ہے۔ اور اس کو یاد دلا رہی ہے کہ خدا نے اسے اسکی اس خلقت ارضی جسمانی اور خلقت جسدی عنصری سے پہلے اور اس حیات ارضی دنیاوی سے پہلے لا شے سے خلق کیا تھا۔

کیا اس آیت میں لفظ "قبل" انسان کی اس حیات ارضی دنیاوی سے پہلے کی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہے؟ اور اگر یہ اس حیات ارضی دنیاوی سے پہلے کی طرف اشارہ نہیں ہے تو پھر یہ کس کی طرف اشارہ ہے یہ آیت اس کے معنی اور مطلب میں غور کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے اور اسے یہ بتلا رہی ہے کہ اسکی اس خلقت ارضی جسمانی اور خلقت جسدی عنصری اور اس حیات ارضی دنیاوی سے پہلے ایک خلقت سابقہ ہے۔ یہ آیت یہ قرار دیتی ہے کہ انسان کی وہ سابقہ خلقت اس حالت میں ہوئی کہ اس سے پہلے وہ کوئی شے نہیں تھا یہی بات سورۃ دھر کی پہلی آیت میں کہی گئی۔ جسکا بیان سابق میں ہو چکا اور یہاں بھی عنوان اور موضع کی مناسبت سے دوبارہ نقل کی جاتی ہے۔ ارشاد ہوا۔

"ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکوراً" (الاھر 1)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یقیناً انسان پر زمانے میں ایک وقت ایسا بھی تھا جب کہ انکا کہیں ذکر نہیں تھا یعنی زمانہ بھی تھا۔

یعنی وہ عالم وجود میں نہیں آیا تھا اور اس لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کا ذکر عالم وجود میں نہیں تھا لیکن علم خدا میں موجود تھا۔

بہر حال سورۃ مریم کی آیت نمبر 67 میں واقع الفاظ "انا خلقناہ من قبل ولم یک شیاً" میں جس خلقت کا بیان ہوا ہے وہ اسے اس خلقت سے قطعی مختلف قرار دیتی ہے جو انسان کی ولادت کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ یعنی انسان کی صورت میں جو خلقت مکمل ہوتی ہے وہ ایک شے سے تکمیل کو پہنچتی ہے اور وہ ایک شے بھی چھ منزلیں طے کرنے کے بعد انسان کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک شے بھی کئی چیزوں سے مل کر بنی ہے اور وہ زمین کے سولہ سے زیادہ عناصر کے خلاصہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ یعنی ان تمام چیزوں کا بھی پہلے سے وجود تھا۔ جس سے وہ ایک شے معرض وجود میں آئی اور اس شے سے مختلف منزلیں طے کر کے انسانی جسم مکمل ہوتا ہے۔

لیکن وہ مخلوق جو سورۃ مریم کی آیت نمبر 67 کا مقصود و مراد ہے معروف دنیاوی مخلوق سے مختلف اور اسکی غیر ہے۔ کیونکہ وہ مخلوق جسکی طرف یہ آیت اشارہ کر رہی ہے۔ وہ وہ ہے جو اللہ کی قدرت سے اس خلقت جسمانی ارضی اور وجود جسدی عنصری یعنی حیات ارضی دنیاوی سے قبل وجود میں آئی ہے اور وہ لاشے سے عدم وجود میں آئی ہے اور اسکو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے لاشے سے معرض وجود میں لایا ہے۔

قران کریم کی ایک اور آیت ایک لحاظ سے اس مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہوئی نظر آئی ہے جہاں پر خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

"اللہ یبدأ الخلق ثم یعودہ ثم الیہ ترجعون"

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خدا نے ارواح انسانی کو لا شے سے خلق کیا ہے

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اصل انسان کو اسکی اس خلقت ارضی جسمانی سے پہلے لا شے سے پیدا کیا تھا جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیأ" (مریم 67)

کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو اس سے پہلے جبکہ وہ کوئی شے نہیں تھا پیدا کیا تھا۔

یہ آیت انسان سے اسکی خلقت ارضی جسمانی یا خلقت جسدی عنصری کے بعد اس کے وجود جسمانی اور حیات ارضی دنیاوی میں خطاب کررہی ہے۔ اور اس کو یاد دلا رہی ہے کہ خدا نے اسے اسکی اس خلقت ارضی جسمانی اور خلقت جسدی عنصری سے پہلے اور اس حیات ارضی دنیاوی سے پہلے لا شے سے خلق کیا تھا۔

کیا اس آیت میں لفظ "قبل" انسان کی اس حیات ارضی دنیاوی سے پہلے کی طرف اشارہ نہیں کررہا ہے؟ اور اگر یہ اس حیات ارضی دنیاوی سے پہلے کی طرف اشارہ نہیں ہے تو پھر یہ کس کی طرف اشارہ ہے یہ آیت اس کے معنی اور مطلب میں غور کرنے کا مطالبہ کررہی ہے اور اسے یہ بتلا رہی ہے کہ اسکی اس خلقت ارضی جسمانی اور خلقت جسدی عنصری اور اس حیات ارضی دنیاوی سے پہلے ایک خلقت سابقہ ہے۔ یہ آیت یہ قرار دیتی ہے کہ انسان کی وہ سابقہ خلقت اس حالت میں ہوئی کہ اس سے پہلے وہ کوئی شے نہیں تھا یہی بات سورۃ دھر کی پہلی آیت میں کہی گئی۔ جسکا بیان سابق میں ہو چکا اور یہاں بھی عنوان اور موضع کی مناسبت سے دوبارہ نقل کی جاتی ہے۔ ارشاد ہوا۔

"ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکوراً" (الدھر 1)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یقیناً انسان پر زمانے میں ایک وقت ایسا بھی تھا جب کہ انکا کہیں ذکر نہیں تھا یعنی زمانہ بھی تھا۔

یعنی وہ عالم وجود میں نہیں آیا تھا اور اس لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کا ذکر عالم وجود میں نہیں تھا لیکن علم خدا میں موجود تھا۔

بہر حال سورۃ مریم کی آیت نمبر 67 میں واقع الفاظ "انا خلقنا من قبل ولم یک شیاً" میں جس خلقت کا بیان ہوا ہے وہ اسے اس خلقت سے قطعی مختلف قرار دیتی ہے جو انسان کی ولادت کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ یعنی انسان کی صورت میں جو خلقت مکمل ہوتی ہے وہ ایک شے سے تکمیل کو پہنچتی ہے اور وہ ایک شے بھی چھ منزلیں طے کرنے کے بعد انسان کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک شے بھی کئی چیزوں سے مل کر بنی ہے اور وہ زمین کے سولہ سے زیادہ عناصر کے خلاصہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ یعنی ان تمام چیزوں کا بھی پہلے سے وجود تھا۔ جس سے وہ ایک شے معرض وجود میں آئی اور اس شے سے مختلف منزلیں طے کر کے انسانی جسم مکمل ہوتا ہے۔

لیکن وہ مخلوق جو سورۃ مریم کی آیت نمبر 67 کا مقصود و مراد ہے معروف دنیاوی مخلوق سے مختلف اور اسکی غیر ہے۔ کیونکہ وہ مخلوق جسکی طرف یہ آیت اشارہ کر رہی ہے۔ وہ وہ ہے جو اللہ کی قدرت سے اس خلقت جسمانی ارضی اور وجود جسدی عنصری یعنی حیات ارضی دنیاوی سے قبل وجود میں آئی ہے اور وہ لاشے سے عدم وجود میں آئی ہے اور اسکو خدا وند تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے لاشے سے معرض وجود میں لایا ہے۔

قران کریم کی ایک اور آیت ایک لحاظ سے اس مطلب کی طرف اشارہ کرتی نظر آئی ہے جہاں پر خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

"اللہ یبدأ الخلق ثم یعودہ ثم الیہ ترجعون"

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اللہ ہی خلق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی اس کے (خلق کرنے کا) اعادہ کرتا ہے۔ پھر تم اسکی حضور میں لوٹ کر آ ؤ گے۔

اس آیت میں "ترجعون" فعل مضارع جمع حاضر ہے جو موجودہ انسان سے مخاطب ہے۔ اور "یبدأ" ابتداء سے ہے یعنی پہلے پہلے بلا کسی سابقہ خلقت کے لا شے سے انسان کی خلقت کا آغاز کیا اور یہ بات انسان کے زمانہ سابقہ میں وجود میں آنے اور سابقہ خلقت پر دلالت کرتی ہے جسے اس نے انسان کے موجودہ وجود سے پہلے پیدا کیا تھا اور "یعودہ" اعادہ سے ہے اور الاعادۃ کے معنی ہیں "الشی ثانیا" کسی پہلے فعل کا دوبارہ انجام دینا۔

یعنی اسے پہلی دفعہ لا شے سے پیدا کیا پھر اس کی خلقت کا دوسرے عملیات خلقت جسدی و عنصری کی صورت میں اعادہ کیا اور "ترجعون" الرجوع سے ہے جس کے معنی ہیں انسان کا اسی حالت میں لوٹ جانا جس حالت میں اسے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا تفسیر التبیان میں ہے۔

"والریع هل الشی علی الصفة التی کان علیها قبل .وهو القلابه الی الحال الاول ولو القلب الیٰ غیر ها لم یکن راجعاً" (تفسیر التبیان جلد 9 ص 513)

یعنی کسی چیز کے لوٹنے سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز اپنی اصلی حالت میں چلی گئی جس میں وہ پہلے تھی۔ اور یہ اسکا اسی پہلی حالت میں لوٹنا ہے اور اگر وہ دوسری حالت میں لوٹے گا تو اسے "رجع" یعنی لوٹنا نہیں کہا جا سکتا لہذا یہ اسکا لوٹنا نہ ہوگا۔

ہم نے قرآن کریم کی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے اوپر جو یہ لکھا تھا کہ وہ ایک لحاظ سے اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے تو وہ اس وجہ سے ایک لحاظ سے لکھا تھا کہ بعض علماء اور مفسرین نے "یبدالخلق" خلقت کی ابتدا سے مراد انسان کی خلقت ارضی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

جسمانی اور خلقت جسدی عنصری لی ہے۔اور یعودہ سے مراد قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو کر جانا مراد لیا ہے۔اور ترجعون سے مراد انسان کو دوبارہ زندہ ہو کر خدا کے حضور میں حاضر ہونا مراد لیا ہے۔حالانکہ رجوع اس حالت میں نہیں ہو گا۔اس میں کلمہ استرجاع رہنمائی کرنے کے لئے کافی ہے جو موت کے وقت میں بولا جاتا ہے یعنی "انا للہ وانا الیہ راجعون" (البقرہ 156) پس اصل انسان کی خلقت کی ابتداء لا شے سے عالم ارواح میں ہوئی پھر اسکی دوسری دفعہ خلقت ارض جسمانی اور خلقت جسدی عنصری کی صورت میں ہوئی جس میں اسی اصل انسان کی روح کو پھونکا گیا پھر مرنے کے بعد یہ ارضی جسم اور جسد عنصری اُسی میں مل جائیگا اور روح اپنی اصل حالت میں اسی کی طرف لوٹ جائیگی۔

بہر حال قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے بالفاظ واضح ثابت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسانوں کو دو مرحلوں میں پیدا کیا اور پہلے مرحلہ میں تمام ارواح انسانی کو خلق کیا ہے۔ انہیں کتنے عرصہ قبل خلق کیا۔اس میں اختلاف ہے۔ایک حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ارواح انسانی کو جسموں کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل پیدا کیا۔ایسی ہی ایک اور حدیث پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے۔آپ نے فرمایا۔

"قال البنی الارواح جنود مجندہ فما تعارف منھا اعتراف وما تنا کر منھا اختلف"

"وقال الصادق ان اللہ اخابین الارواح قبل ان بخلق الابدان بالضے عام" (شیخ صدوق باب الاعنقاد فی النفوس والارواح)

جناب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ارواح گروہوں کی صورت میں رہتی ہیں ۔جو لوگ آپس میں ملے جلے رہتے ہیں انکی روحوں میں آپس میں الفت ہوتی ہے۔اور جو

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

آپس میں ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں انکی روحیں بھی آپس میں ایک دوسرے سے خلاف رہتی ہیں۔

اور امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے عالم ارواح میں جسموں کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے روحوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ پیدا کر دیا تھا۔

بہر حال اختلاف روایات کی وجہ سے یہ تو یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ارواح کو جسموں کے خلق کرنے سے کتنے عرصہ قبل خلق فرمایا تھا۔ اور ان کو ایک ساتھ خلق کیا تھا یا آگے پیچھے خلق کیا البتہ پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ

"اول ما خلق اللہ روحی" خدا نے (جب خلقت ارواح کا آغاز کیا تو) سب سے پہلے میری روح کو خلق فرمایا۔ اور دوسری حدیث میں اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا کہ "اول ما خلق اللہ نوری" یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روح کو ہی نور کہا گیا ہے۔ لیکن ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اروح کے یکے بعد دیگرے آگے پیچھے بتدریج خلق فرمایا ہے۔ لیکن ہر صورت میں خداوند تعالیٰ نے تمام ارواح کو لاشے سے خلق فرمایا جیسا کہ مذکورہ آیات میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا اور اسی بات کو اس نے اسطرح سے بھی بیان کیا ہے کہ

"یسلونک عن الروح قل الروح من امر ربی" (بنی اسرائیل 85)

اے رسول یہ لوگ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں تم ان سے کہدو کہ روح تو میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تمام علماء و دانشور روح کو جوہر مجرد اور ایک نورانی مخلوق تسلیم کرتے ہیں جسے خدا نے لاشے سے خلق فرمایا اور اپنی قدرت کاملہ سے کتم عدم

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

عالم شہود میں لایا۔

لیکن نور کا وہ تصور جس میں خدا کو پہلے ایک مادہ قرار دیا جاتا ہے۔ پھر یہ تصور دیا جاتا ہے کہ خدا کے اس مادہ میں سے جو نور تھا محمدؐ و آل محمدؐ کا نور نکلا جیسے سورج میں سے سورج کی شعائیں نکلتی ہیں یا چراغ میں سے روشنی نکلتی ہے پھر محمدؐ و آل محمدؐ کے نور سے ہر نوع کی مخلوق خلق ہوئی جمادات بھی نباتات بھی حیوانات بھی جن بھی فرشتے بھی۔ انسان بھی زمین بھی آسمان بھی سورج بھی چاند بھی ستارے بھی یہ سب فلاسفہ و صوفیہ و مفوضہ و شیخیہ کے من گھڑت فلسفہ کی ایجاد ہے ان تمام خرافات کی رو میں سورۃ توحید کی صرف ایک آیت "لم یلد ولم یولد" کافی ہے۔ یعنی نہ تو وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی چیز پیدا ہوتی ہے۔ نہ اس سے کوئی چیز زمین سے نباتات کی طرح پیدا ہوئی۔ نہ اس سے مرغی کے انڈے کی طرح کوئی چیز پیدا ہوئی نہ اس سے حیوانات سے بچوں کی طرح کوئی چیز پیدا ہوئی۔ نہ اس سے سورج کی شعاعوں کی طرح کوئی چیز پیدا ہوئی۔

لیکن مسلمانوں میں بہت سے ایسے ہیں کیا شیعہ کہلانے والے جو فی الحقیقت شیخی ہیں یا صوفی ہیں یا مفوضہ سب شیعہ ہیں یا سنی۔ جو آنحضرتؐ کو ایسا ہی نور سمجھتے ہیں جو خدا کو ایک مادہ قرار دیکر اس میں سے آنحضرت کے نور کا نکلنا بیان کرتے ہیں۔

آقائے لیقوانی نے اپنی کتاب "شیخی گری" میں شرح زیارت کے ص 8 و ص 13 کی عبارت نقل کرنے کے بعد اسطرح لکھا ہے۔

"ولی شیخ احمد احسائی از محبوبیت ائمہ اطہار درمیان شیعہ خواستہ سوء استفادہ کردہ بہرہ برداری کند حرفیکہ بت پرستہا میگفتند وقرآن بہ آنہا پیکار کردہماں را بگوید۔ ودگر کسے خواست با آں پیکار کند فریاد برآمد کرفلاں ودشمن اہل بیت است ومانع از فضائل آل محمد است اما فہمیدہ کہ خود آئمہ بالنہا عقائد سختی پیکار فی کنند در اس دو فراز کہ نقل شد پندیں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

مطلب خلاف بیان کردہ است با بن توضیح

1۔ علت مادی تمام مخلوقات شعاع انوار آئمہ بود

2۔ خداوند در آفرینش مخلوقات خود از ایھا کمک گرفت

3۔ فرقے بین آنھا و خدا نیست غیر از بندگی

4۔ آنھا جلوہ و ظہور خداوند ہستند

5۔ حضرت محمد علت مادی تمام اشیاء است و حضرت علی علت غائی آنھا۔

بارینکہ مسلم است پیش از خلقت آئمہ اطہار خداوند زمینھا را آفریدہ بود اصولا

ھنوز بشری وجود نداشت کہ عوام نود۔ فرشتگان بود ھم جہز بود و خود آئمہ اطہار از نظر مادہ و

صورت با دیگراں کوچکز بن فرق و تفاوتی ندارند (۔۔۔شیخی گری ص 92-93)

ترجمہ

لیکن شیخ احمد احسائی شیعوں کی آئمہ اطہار سے محبت کا غلط فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔

اور وہی بات جو بت پرست کہتے تھے اور قرآن ان سے برسر پیکار تھا۔ یہ وہی بات کہتا ہے

اور اگر کوئی اسکی تردید کرتا ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے کہ فلاں دشمن اہل بیت ہے اور اہل بیت

کے فضائل کے بیان کرنے سے مانع ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ خود آئمہ اطہار نے اس

عقیدہ کے ساتھ پیکار کی ہے ان دونوں عبادتوں میں (جو اس نے شرح زیارت کے صفہ نمبر

8 اور صفہ نمبر 13 پر لکھی ہے) کئی باتیں خلاف حقیقت بیان کی ہیں۔

1۔ یہ کہ تمام مخلوقات کی علت مادی آئمہ اطہار کیا انوار ہیں

2۔ خداوند تعالیٰ نے مخلوقات کو خلق کرنے میں آئمہ سے مدد لی

3۔ خدا میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ بندہ ہے۔

4۔ وہ اللہ کا جلوہ اور ظہور ہیں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

5۔ حضرت محمدؐ تمام چیزوں کی علت مادی ہیں اور حضرت علی تمام چیزوں کی علت غائی ہیں

حالانکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ آئمہ اطہار کی خلقت سے خداوند تعالیٰ نے زمینوں کو اور آسمانوں کو خلق کر لیا تھا۔ اصولاً ابھی کوئی بھی بشر وجود نہیں رکھتا تھا کہ تمام عوالم معرض وجود میں آ چکے تھے۔ فرشتے موجود تھے اور ہر چیز موجود تھی اور خود آئمہ اطہار بہ نظر مادہ وصورت دوسروں سے معمولی سا بھی فرق اور تفاوت نہیں رکھتے تھے۔

ختم ہوا بیان آقائے لیقوانی کا

دراصل فلاسفہ نے، صوفیہ نے، مفوضہ نے اور مذہب شیخیہ کے روسا نے ان احادیث سے غلط استفادہ کیا جن میں ارواح کی خلقت کا بیان ہے اور چونکہ روح تماً جوہر مجرد ہے اور نور ہے اور احادیث میں یہ آیا ہے کہ سب سے پہلے جو روح خلق ہوئی وہ میری روح تھی اور اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے سب سے پہلے جو نور خلق ہوا وہ میرا نور تھا۔ وہ اسی بات کو لے اڑے اور اسے فلسفہ یونان کے مطابق ڈھال کر سب سے پہلے خدا کو نور کو ایک مادہ قرار دیا۔ پھر خدا کے نور کے اندر سے ان کے نور کا نکلنا بیان کیا اور پھر محمدؐ و آل محمدؐ کے نور کے مادہ سے ساری مخلوقات کا خلق کرنا بیان کیا۔ ہمیں اسکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس مقام پر اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انہیں مادہ قرار دیکر ساری مخلوقات کو ان کے مادہ سے خلق ہونا بیان کرنے میں کونسی فضیلت ہے۔ جبکہ مخلوقات میں کتنے سور، گدھے اور اور ہر قوم کے جانور موجود ہیں اور ہر چیز کا نام لینے سے میں اپنے قلم کو روکتا ہوں کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں ہر چیز ان کے ہی نور کے مادہ سے خلق ہوئی ہے۔

بہر حال اصل حقیقت یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اشرف المخلوقات انسان کو خلق

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کرنے سے پہلے اس کے رہنے سہنے اس کی راحت و آرام اور اسکی تمام ضرویات کو پورا کرنے کے لئے تمام کائنات کو خلق کیا اور تمام کائنات کو خلق کرنے کے بعد انسانوں کی ارواح کو خلق فرمایا۔اور وہ سب ارواح عالم ارواح میں رہتی تھیں لہذا خداوند تعالیٰ نے ان ارواح کو عالم اجسام میں بھیجنے سے پہلے عالم ارواح میں چند باتوں کا اقرار اور عہد پیمان لیا جسکا بیان آگے آیا ہے۔

عالم ارواح میں تمام ارواح بنی آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام ارواح بنی آدم کو خلق کرنے کے بعد ان سے چند عہد پیمان لئے ان میں سے جو سب سے پہلا عہدو پیمان لیا اور جس بات کا سب ارواح سے اقرار لیا وہ اپنی ربوبیت کے بارے میں اقرار تھا۔جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"و اذ اخذربک من بنی آدم من ظهور هم ذریتهم و اشهد هم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلیٰ شهدنا. ان تقولوا یوم القیامة انا کنا عن هذا غافلین .او تقولوا انما اشرک آبائو نا من قبل و کنا ذریة من بعد هم افتهلکونا بما فعل المیطلون" (الاعراف 172 ۔ 173)

یعنی جب تیرے رب نے تمام بنی آدم کو جوانکی پشتوں میں ہونے والی تھی نکالا۔ اور خود ان کے نفسوں پر گواہ قرار دیکر ان سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے (یہ اقرار اس لئے لیا) تا کہ کہیں تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے یا یہ کہنے لگو کہ بیشک ہم سے پہلے ہمارے آباؤ واجداد نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد آنے والی نسل تھے کیا تو ہمیں باطل پر ان عمل کرنے والوں کے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سبب سے ہلاک کریگا۔

اس آیت کے بارے میں علمی اختلافات سے قطع نظر یہ آیت لفظ "اذ" سے شروع ہوئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کبھی زمانہ ماضی بعید میں یہ واقعہ پیش آیا ہے جب کہ خدا نے انسانوں کی تمام ارواح سے یہ عہد لیا اور معصومین کی احادیث بھی اس بات پر شاھد ہیں جیسا کہ بیان ہوا کہ۔

نمبر 1۔ "عن عبدالله بن عباس عن ابی عبدالله علیه السلام قال سالته عن قول الله عزوجل فطرة الله التی فطر الناس علیها ماتلک الفطرة قال هئی الاسلام فطر هم الله حین اخذ میشا هتم علی التوحید قال الست بربکم و فیه المومن و الکافر" (کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی ص23 باب 6 حدیث نمبر2)

عبداللہ بن عباس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ خدا کے اس قول کا مطلب کیا ہے۔ اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ فرمایا وہ اسلام ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا جبکہ اس نے توحید پر میثاق لینے کے لئے فرمایا۔

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اس خطاب میں مومن و کافر سب شریک تھے۔

اور امام محمد باقر علیہ السلام سے اسطرح روایت کرتے ہیں۔

"عن زراره عن ابی جعفر قال سائته عن قول الله عزوجل حنفاء لله غیر مشرکین به قال الحنیفیة من الفطرة التی فطر الناس علیها لاتبدیل لخلق الله قال فطر هم علی المعرفة به، قال زراره وسالت عن قول الله عزوجل و اذاخذ ربک من نبی آدم من ظهور هم ذر یتهم و اشهد هم علی انفسهم الست بربکم قالو ابلی شهدناقال اخرج عن ظهور آدم ذریته الی یوم القیامة فخر جوا کالذر فعر فهم و اراهم نفسه فلو لاذالک لم یعرف

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

احداً ربه وقال رسول الله کل مولود یولد علی الفطرة یعنی المعرفة بان الله عزوجل خالقه " (کتاب الشافی ترجمہ کافی نمبر 24 حدیث نمبر 3)

ترجمہ

زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت سے اس روایت کا مطلب پوچھا خالص اللہ کے لئے اس کی ذات میں کسی کو شریک کئے بغیر کہا۔۔۔ وہ فطرت ہے۔ جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اور خدا کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں امام نے فرمایا کہ۔ خدا نے لوگوں کو معرفت پر پیدا کیا ہے جب تمام بنی آدم کی پشتوں سے انکی اولاد کو نکالا اور ان کے نفسوں پر انکو گواہ قرار دے کر کہا کہ۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا ہاں حضرت نے فرمایا خدا نے روز قیامت تک آدم کی جس قدر اولاد ہونے والی تھی۔ اس کو پشتوں سے نکالا وہ اسطرح نکلے جیسے چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں۔ خدا نے انکو اپنی معرفت کرائی اور اپنے آثار قدرت کو انہیں دکھایا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کی معرفت انسان کو حاصل نہ ہوتی۔ رسول اللہ نے فرمایا ہر بچہ فطرت یعنی معرفت پر پیدا ہوتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ خدائے عزوجل اسکا خالق ہے۔

عالم ارواح میں ارواح بنی آدم سے اس اقرار ربوبیت کی خبر دینے والی ایک اور حدیث بھی جو اسطرح ہے۔

"عن ابی عبدالله، ان بعض قریش قال الرسول الله بانی شئی سبقت الانبیاء وانت بعثت آخر هم وخا تمهم، فقال انی کنت اول من آمن بربی واول من اجاب حیث اخذ الله میثاق النبین واشهد هم علی انفهم الست بربکم فکنت انا اول نبی قال بلیٰ فسیقهم بالاقرار الله عزوجل " (کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی ص 21)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ترجمہ

فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت رسول خدا سے کہا کہ کس وجہ سے آپ نے انبیاء پر سبقت حاصل کی۔ حالانکہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ فرمایا میں سب سے پہلے اپنے رب پر ایمان لایا۔ اور جب خدا نے نبیوں سے میثاق لیا۔ اور ان کے نفسوں پر ان کو گواہ بنایا اور کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں۔ پس میں سب سے پہلے "بـلـی" (یعنی ہاں) کہنے والا تھا۔ میں نے ان سب انبیاء پر اقرار باللہ میں سبقت حاصل کی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس وقت خداوند تعالیٰ نے تمام ارواح سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا ان میں وہ تمام روحیں شامل تھیں جنہیں مرتبہ نبوت ورسالت پر فائز کیا گیا اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خود سرور کائناتؐ کے نزدیک انکو جو درجہ ملا اور مرتبہ حاصل ہوا وہ اس وجہ سے ملا کہ جس وقت عالم ارواح میں خداوند تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تو سب سے پہلے اقرار ربوبیت کرنے والی اور "بلی" یعنی ہاں کہنے والی روح محمد مصطفیٰؐ کی روح تھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آنحضرتؐ کو بھی یہ مرتبہ بلا کسی وجہ کے نہیں ملا بلکہ انکے اقرار ربوبیت میں سب پر سبقت حاصل کرنے کی وجہ سے ملا۔ اسی طرح پھر تمام انبیاء ورسل کو جو مرتبہ حاصل ہوا وہ بھی عالم ارواح میں اس سبقت کی بناء پر اور آنحضرت کی معرفت کی بناء پر ملا جیسا کہ شیخ صدوق نے اپنے اعتقادیہ میں لکھا ہے کہ۔

"ان اللہ عزوجل اعطیٰ کل بنی علیٰ قدر معرفتھم معرفۃ نبیاء و سبقتہ الیٰ الاقرار" (اعتقادیہ شیخ صدوق)

یعنی اللہ عزوجل نے ہر ایک نبی کی معرفت اور عالم ارواح میں اقرار ربوبیت

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

میں سبقت کی بنا پر عطا کیا ہے۔

لہذا خداوند تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی اسی سبقت فی الاقرار کی بنا پر انبیاء و رسل اور تمام ھادیان دین کو چن لیا تھا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ۔

"ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین" (آل عمران 33)

بیشک اللہ نے چن لیا آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو ساری دنیا جہاں کے کل لوگوں میں سے۔

مذکورہ احادیث اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 33 سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ انبیاء و رسل اور ہادیان دین کا اصطفیٰ انتخاب اور چناؤ ساری دنیا جہاں کے کل لوگوں کی ارواح میں عالم ارواح میں ہی اقرار ربوبیت میں سبقت کی بنا پر کر چکا تھا۔ پس آدم علیہ السلام کا اور نوح علیہ السلام کا اور آل ابراہیم علیہ السلام کا اور آل عمران علیھم السلام کا اصطفیٰ وانتخاب اور چناؤ کل عالمین کی ارواح میں سے عالم ارواح میں کیا گیا۔ اور دو انبیاء کا نام اور دو خاندانوں کا نام خصوصیت کے ساتھ اس لئے لیا کیونکہ آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح تک جتنے نبی آئے وہ صرف نبی تھے حضرت نوح پہلے نبی ہیں جو نبوت کے ساتھ منصب رسالت پر بھی فائز ہوئے اور وہ اولوالعزم نبی تھے اور حضرت نوح سے حضرت ابراھیم تک جتنے نبی آئے ان میں سے کوئی بھی منصب رسالت پر فائز نہ ہوا۔ حضرت ابراھیم پہلے نبی ہیں جو منصب نبوت و رسالت کے ساتھ امامت پر بھی فائز ہوئے اور آل ابراھیم میں بہت سے نبی ہوئے جو نبوت کے ساتھ رسالت اور منصب امامت پر بھی فائز ہوئے آل ابراھیم کے بعد آل عمران کا ذکر ہے آل عمران کے بارے میں علمائے امت کے درمیان اختلاف ہے۔ ترتیب آیت تو یہ کہتی ہے کہ آل عمران آل ابراھیم کے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بعد آئے اور "ذرية بعضها من بعض" کا تقاضا بھی یہ ہے کہ آل عمران آل ابراھیم کی ذریت میں ہوئے کی بنا پر آل ابراھیم کے بعد آئے۔ لیکن چونکہ حضرت موسیٰؑ کے باپ کا نام بھی عمران تھا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کے والد کا نام بھی عمران تھا اور حضرت علی کے باپ کا نام بھی عمران تھا اور ابوطالب ا نکی کنیت تھی لہذا اہل سنت کے اکثر علماء یا آل عمران سے مراد حضرت موسیٰ کو لیتے ہیں یا حضرت عیسیٰ کو انکی والدہ حضرت مریم کے والد عمران کی وجہ سے مراد لیتے ہیں لیکن علماء شیعہ کا اتفاق ہے اس بات پر کہ آل عمران سے مراد حضرت ابوطالب کی اولاد میں ہونے والے امام ہیں جسکا اصل نام عمران تھا۔

اب ان تینوں میں صحیح کونسا ہے تو اس کے لئے پہلے آل ابراھیم کو معلوم کرنا پڑے گا۔

علمائے شیعہ اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ تو آل ابراھیم میں شامل ہیں سورۃ الانعام کی آیات کو پیش کرتے ہیں جو یہ ہیں۔

"و من ذريته داؤد و سليمان و ايوب و يوسف و موسىٰ و هارون و كذالک نجزی المحسنين . و ذكريا و يحیٰ و عيسىٰ و الياس كل من لصالحين" (الانعام 85- 86)

اور ابراھیم کی اولاد سے داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون (سب کی ہم نے ہدایت کی) اور نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی صلہ عطا کرتے ہیں اور ذکریا و یحیی و عیسیٰ اور الیاس (سب کی ہدایت کی) اور یہ سب خدا کے نیک بندوں میں سے ہیں۔

بلاشبہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اس آیت کی رو سے آل ابراھیم میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی ایک اور آیت اس سے بھی زیادہ اس بات کی نشاندہی کرتی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہے کہ آل ابراھیم میں حضرت محمد مصطفیٰؐ تک کے تمام انبیاء شامل ہیں اور آل عمران چونکہ آل ابراھیم کے بعد اور محمد مصطفیٰؐ آل ابراھیم کے آخری نبی ہیں لہذا آل عمران کا اصطفیٰ اور انتخاب اور چناؤ محمد مصطفیٰؐ کے بعد کے لئے ہوا وہ آیت جو محمد مصطفیٰؐ کو واضح طور پر آل ابراھیم میں شمار کرتی ہے یہ ہے کہ

"و وھبناله اسحق و یعقوب و جعلنا فی ذریته النبوت و الکتاب و اتیناه اجره فی الدنیا و انه فی الاخره لم الصالحین" (27-)

اور ہم نے ابراھیم کو اسحٰق (سا بیٹا) اور یعقوب (سا پوتا) عطا کیا اور انکی ذریت میں نبوت اور کتاب قرار دیدی اور ہم نے ابراھیم کو دنیا میں بھی اچھا بدلہ عطا کیا اور آخرت میں تو وہ یقینی طور پر نیکوکاروں میں سے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابراھیم کے بعد نبوت اور کتاب آپکی ذریت میں قرار دیدی گئی یعنی نہ تو ابراھیم علیہ السلام کے بعد حضرت ابراھیم کی ذریت اور آل و اولاد کے سوا اور کوئی نبی ہوگا اور نہ ہی آپکی آل کے سوا کسی اور پر کتاب نازل کی جائیگی۔

اور اس بات میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ مشہور آسمانی کتابیں چار ہیں۔ اول توریت ہے۔ دوسرے زبور ہے۔ تیسرے انجیل ہے۔ اور چوتھے قرآن مجید ہے۔

maablib.org

توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی زبور حضرت داؤ علیہ السلام پر نازل ہوئی انجیل حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور قرآن کریم حضرت محمد مصطفیٰؐ پر نازل ہوئی۔ پس واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور محمد مصطفیٰؐ آل ابراھیم ہیں اور آل عمران کا آغاز محمد

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

مصطفیٰ کے بعد ہوا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے ان کو عالم ارواح میں ہی چن لیا تھا اور تمام ارواح میں سے مخصوص ارواح کو انکی قابلیت وصلاحیت واستعداد کے مطابق منتخب کیا۔ جس میں صرف کار نبوت انجام دینے کی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی اسے منصب نبوت کے لئے منتخب کیا۔ جس میں کار نبوت انجام دینے کے ساتھ کار رسالت انجام دینے کی بھی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی اسے منصب نبوت کے ساتھ ساتھ منصب رسالت کے لئے بھی منتخب کیا اور جس میں منصب نبوت ورسالت کے ساتھ کار امامت انجام دینے کی بھی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی اسے یہ تینوں مناسب عطا کئے اور ختم نبوت کے بعد جس میں دین وشریعت کی حفاظت اور بنی نوح انسان کی رہنمائی کرنے اور کار امامت انجام دینے کی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی۔ انکا منصب امامت کے لئے اصطفیٰ کیا منتخب کیا اور عالم ارواح میں انکو منصب امامت کے لے چن لیا۔

پس تمام انبیاء ورسل اور ھادیان دین کا اصطفیٰ وانتخاب اور چناؤ عالم ارواح میں ہوا اور ان سب کا اجتبیٰ اس عالم دنیا میں آنے کے بعد ہوا اور تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین آئمہ طاہرین مصطفیٰ بھی تھے اور مجتبیٰ بھی تھے مصطفیٰ عالم ارواح سے تھے اور مجتبیٰ عالم دنیا میں آنے کے بعد سے تھے۔ انکے اصطفےٰ پر آل عمران کی آیت نمبر 33 شاہد ہے اور انکے اجتبےٰ پر سورۃ مریم کی آیت نمبر 59 گواہ ہے۔

پس اب تک کے بیان سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسانوں کی ارواح کو اس کی خلقت ارضی جسمانی سے پہلے لا شے سے خلق کر کے اور اپنی قدرت کاملہ سے عدم سے وجود میں لا کر ان سب سے پہلے اپنی ربوبیت کا عہد ومیثاق اور اقرار لیا اور تمام ارواح سے اپنی ربوبیت کا اقرار لینے کے بعد پھر ان تمام ارواح سے ہادیان دین کے بارے میں عہد لیا جس کا بیان آگے آتا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

تمام ارواح سے رسولوں پر ایمان لانے کا اقرار

قرآن کریم اس بات کا مدعی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسانوں کی ارواح کا عالم ارواح میں خلق کرنے کے بعد جب اپنی ربوبیت کا اقرار لے لیا اور سبقت کرنے والی ارواح میں انبیاء و رسول اور ہادیان دین کا انتخاب اور چناؤ یا اصطفےٰ کرلیا تو پھر ان ارواح سے اس بات کا اقرار لیا کہ میں دنیا میں تمہارے پاس تمہیں میں سے تمہاری ہدایت کے لئے رسول بھیجا کرونگا۔ تو تم اسکی اطاعت و پیروی کرنا اور اسکی نافرمانی نہ کرنا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ۔

"یا بنی آدم اما یا تینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقیٰ و اصلح فلا خوف علیهم و لاهم یحزنون" الاعراف 35)

ترجمہ

اے آدم کی اولاد اور اے کل کے کل انسانوں (تمہارے پاس تمہیں میں سے میرے بھیجے ہوئے رسول آئینگے) تو جب تمہیں میں میرے بھیجے ہوئے رسول تمہارے پاس آئیں اور تمہیں میرے احکام پڑھ پڑھ کر سنائیں (تو تم ان پر ایمان بھی لانا اور انکی اطاعت و پیروی بھی کرنا) کیونکہ جو کوئی تقویٰ اختیار کرے گا یعنی میری نافرمانی سے بچے گا تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی انہیں کوئی حزن و ملال ہوگا۔

یہ آیت یہ کہتی ہے کہ یہ عہد رسولوں کے بھیجنے سے پہلے لیا گیا ہے یعنی جبکہ عالم ارواح میں تمام ارواح نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرلیا تو پھر ان سے اس بات کا اقرار لیا کہ جب تمہیں میں سے میرے بھیجے ہوئے رسول آئیں تو تم ان پر ایمان لانا اور انکی اطاعت کرنا اور نافرمانی سے بچنا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

قرآن میں یہ بھی آیا ہے کہ اپنی ربوبیت کا اقرار لینے اور تمام ارواح سے رسولوں پر ایمان لانے کا اقرار لینے کے بعد تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین سے بھی یہ اقرار لیا کہ وہ احکام خداوندی کو اس کے بندوں تک پہنچائیں گے جسکا بیان آگے آتا ہے۔

تمام ارواح انبیاء سے خدا کے احکام پہنچانے کا عہد

عالم ارواح میں عہد و میثاق لینے والی آیات میں سے تمام ارواح سے اپنی ربوبیت کا اقرار لینے والی آیت اور تمام ارواح سے اپنے بھیجے ہوئے رسولوں کی اطاعت و پیروی کا اقرار لینے والی آیت کے ساتھ اور آیت بھی ہمارے سامنے آتی ہے جو عالم ارواح میں ہی تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین سے بھی جن کا ابن نے عالم ارواح میں اصطفےٰ کیا تھا انتخاب کیا تھا اور چن لیا تھا۔ یہ عہد و پیمان اور اقرار لیا تھا کہ وہ خداوند تعالیٰ کے احکام ٹھیک ٹھیک اس کے بندوں کے پاس پہنچایا کرینگے۔ جس کے لئے خدا ان سے آخرت میں پوچھے گا کہ انہوں نے اس کے احکام اس کے بندوں تک پہنچائے تھے یا نہیں۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوا ہے کہ۔

"و اذا خذنا من النبین میثا قھم و منک و من نوح و ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ ابن مریم و اخذنا منھم میثا قاً غلیظا لیئل الصادقین عن صدقھم و اعد الکافرین عذابا الیماً" (الاحزاب 7،8)

اور اے رسول وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمام انبیاء سے (عام طور پر) اور تم سے اور نوح سے اور ابراھیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے (خاص طور پر) عہد و پیمان لیا، اور ہم نے ان سب سے سخت عہد و پیمان لیا تھا تاکہ قیامت کے دن سچوں (پیغمبروں) سے انکی سچائی (تبلیغ رسالت کے بارے میں پوچھ گچھ کریگا) اور کافروں کے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

لئے تو اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے ان انبیاء و رسل اور ہادیان دین کا نہ صرف انکی قابلیت و صلاحیت و استعداد اور اقرار ربوبیت میں سبقت فی الاقرار کو دیکھتے ہوئے عالم ارواح میں ہی اصطفےٰ کر دیا تھا یعنی منتخب کر لیا تھا چن لیا تھا بلکہ ان کے نام بھی خدا ہی نے عالم ارواح میں ہی رکھ دیئے تھے اور ان سے یہ عہد لے لیا تھا کہ وہ اس کے احکام اس کے بندوں تک پہنچایا کرینگے اور انکا ہادیان دین کی حیثیت سے اسی نام کے ساتھ خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لئے آنا معین و مقرر ہو چکا تھا۔

علاوہ ازیں سورۃ آل عمران کی دو آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کی امت کو بھی یہ بتلا دیا گیا تھا کہ میں تمہارے پاس انبیاء کو کتاب اور حکمت دیکر بھیجا کرونگا۔ لہذا تم اس پر ایمان بھی لانا اور انکی اطاعت و پیروی بھی کرنا۔ اور تمام انبیاء کی امتوں سے عالم ارواح میں ہی یہ میثاق اور یہ عہد و پیمان اور یہ اقرار بھی لے لیا تھا کہ سب سے آخر میں ایک رسول تمہارے پاس آئیگا۔ جو ان تمام کتابوں کی اور تمام گذشتہ انبیاء کی تصدیق کریگا لہذا تم اس پر ایمان بھی لانا اور اسکی تصدیق بھی کرنا جسکا بیان آگے آتا ہے۔

تمام انبیاء کی امتوں سے اپنے اپنے زمانے کے انبیاء پر ایمان لانے کا اقرار

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے اور ثابت ہوتی ہے کہ خدا وند تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی آخری رسول پر جب ایمان لانے کا اور اسکی اطاعت کرنے کا بھی اقرار انبیاء کی امتوں سے لے لیا تھا وہ آیت اسطرح ہے۔

"واذ اخذالله میثاق النبین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لم معکم لتومنن به و لتنصرنه .قال ء اقررتم و اخذ نم

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

علیٰ ذالکم اصری .قالو اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین فمن تولیٰ بعد ذالک فائولئک هم الفاسقون (آل عمران 81، 82)

ترجمہ

اور (اے رسول وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب خدا نے پیغمبروں کے بارے میں (تمام ارواح سے) یہ عہد و میثاق اور اقرار لیا کہ ہم (ان کے ذریعہ) تم کو جو کچھ کتاب و حکمت دیں اس پر ایمان لانا اور انکی پیروی کرنا۔ پھر سب سے آخر میں تمہارے پاس ایک رسول آئیگا جو ان کتابوں کی جو تمہارے پاس ہیں تصدیق کریگا۔ تو تم ضرور اس پر ایمان بھی لانا اور انکی مدد بھی کرنا۔ خدا نے پوچھا کیا تم نے اقرار کرلیا اور ان باتوں پر جنکا ہم نے تم سے اقرار لیا ہے۔ تم نے میرے عہد کا بوجھ اٹھا لیا ہے۔ سب ارواح نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد ہوا۔ اچھا تو تم (آج کے قول وقرار کے) آپس میں ایک دوسرے کے گواہ رہو۔ اور تمہارے ساتھ میں بھی تمہارے اس عہد و پیمان کا ایک گواہ ہوں پھر اس (اقرار) کے بعد جو بھی اپنے قول وقرار اور عہد و پیمان سے منہ پھرے گا تو وہی لوگ تو فاسق و نافرمان ہیں۔

اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت بہت سے ترجمہ کرنے والے یہ ترجمہ کرتے ہی کہ یہ عہد و پیمان انبیاء سے لیا تھا۔ حالانکہ انبیاء سے جو عہد لیا تھا وہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 7، 8 کے حوالہ سے سابق میں بیان ہو چکا ہے۔ تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین سے تو یہی اقرار اور عہد و پیمان لیا تھا کہ خدا جو احکام دیکر انہیں بھیجے وہ اسے ٹھیک ٹھیک لوگوں تک پہنچا دیں۔

دراصل اس آیت میں فعل "اخــذ" کا فاعل تو خدا ہے جس نے عہد و پیمان لیا اور اس فعل کا اصل مفعول انبیاء کی امتیں ہیں جو انبیاء کا مضاف ہونے کی صورت میں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

محذوف ہے ان سے یہ عہد و پیمان لیا گیا کہ وہ امتیں اپنے اپنے زمانے کے انبیاء پر ایمان لائینگی اور انکی اطاعت و پیروی کرینگی اور یہ کتاب و حکمت پر زمانے کی امتوں کو ان کے زمانے کے انبیاء و رسل کے ذریعہ دی گئی تھی جو ان کے پاس تھی لہذا انہیں یہ خبر دی گئی کہ جب سب سے آخر میں ہمارا رسول آئیگا تو وہ ان کتابوں کی تصدیق جو تمہارے پاس یہ کتابیں لے کر آئے تھے اور یہ آخری رسول ان امتوں کے پاس ہی آیا تھا اور ان کی کتابوں کی ہی تصدیق کی تھی اور ان انبیاء کی بھی تصدیق کی تھی جو وہ کتابیں لے کر آئے تھے۔

یہ آخری رسول ان انبیاء کے زمانے میں نہیں آیا تھا۔ وہ تو سب کے سب پہلے گذر چکے تھے۔ البتہ ہر نبی اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر بھی دیکر جاتا تھا اور اس پر ایمان لانے کی تاکید بھی کر کے جاتا تھا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی کہ مجھ سے پہلے جو کچھ ہے میں اسکی تصدیق کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے اسکا نام احمد ہوگا۔ (الصف 6)

اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین کے نام توقیفی ہیں اور خداوند تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی خود انکی خصوصیت کی بنا پر رکھ دیئے تھے۔

اب رہی یہ بات کہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 82،81 میں خود انبیاء کی میثاق نہیں بلکہ عالم ارواح میں ہر نبی کی امت سے عہد لینا مراد ہے تو تفسیر التبیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مذکورہ آیات کی تفسیر میں اسطرح لکھا ہے کہ۔

" و روی عن ابی عبدالله ،قال تقدیره و اذ اخذ الله میثاق امم النبیین بتصدیق کل امة نبیاء العم لما جاهد هم به و الهم خالفوه جیما بعد و ما و فوابه قد شریعة ترکوا کثیرا من شریقهه و حرفوا کثیراً منه" (تفسیر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

التبیان جلد 2 ص 514)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ نے انبیاء کی امتوں سے یہ عہد لیا کہ ہر امت اپنے اپنے زمانے کے نبی پر ایمان لائے گی اور جو احکام اسے دے کر بھیجا گیا ہے اس پر عمل کر یگی لیکن انہوں نے بعد میں اسکی مخالفت کی اور اپنے عہد و پیمان کو پورا نہ کیا۔ اور اکی شریعت کا بہت سارا حصہ ترک کر دیا اور اس میں سے بہت سی باتوں میں تحریف کر دی۔

بہر حال یہ آیت یہ کہتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی تمام ارواح بنی آدم سے اپنے اپنے زمانے کے انبیاء پر ایمان لانے اور ان کے ذریعہ دیئے گئے احکام پر عمل کرنے کا عہد لیا تھا اور یہ عہد و پیمان بھی لے لیا تھا کہ سب سے آخر میں جو رسول آئیگا تمام امتوں پر لازم ہے کہ وہ ضرور ضرور اس پر ایمان بھی لائیں اور اس کی مدد بھی کریں اسی لئے جہاں ہر نبی اپنے بعد آنے والے نبی کے بارے میں بتلا کر جاتا تھا۔ وہاں اس آخری رسول کے بارے میں بھی بشارت دیکر جاتا تھا اور وہ بات سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 6 سے ثابت ہے ان آیات سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین کا نام خداوند تعالیٰ نے خود عالم ارواح میں ہی رکھ دیا تھا اور انکو اصطفیٰ کا سرٹیفکیٹ ان کے نام کے ساتھ عطا فرمایا تھا ان اللہ اصطفیٰ آدم۔۔۔ (آل عمران 33 , 34)

زمین میں خلیفہ بنائے جانے کا اعلان

ہم سابقہ صفحات میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ انسان کی خلقت ارضی جسمانی سے پہلے خدا نے جنوں کو خلق کر کے زمین پر آباد کیا ہوا تھا۔ چونکہ جن بھی مکلف ہیں عقل و شعور کے مالک ہیں ارادہ و اختیار رکھتے ہیں اور خواہشات نفسانی بھی رکھتے ہیں۔ لہذا بے راہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

روی سے بچنے کے لئے انہیں بھی ہدایت کی ضرورت ہے پس خدا نے جب انکی ہدایت کے لئے انہیں میں سے ایک جن کو رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور فساد اور خونریزی میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ جب ان کا فساد اور خونریزی اور سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو خداوند تعالیٰ نے اپنی تبدیل نہ ہونے والی سنت کے مطابق ان کو سزا دینے سے پہلے فرشتوں کو ان کی ہدایت پر مامور کیا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

"ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا" (بنی اسرائیل 15)

جب تک ہم (اتمام حجت کے طور پر ہدایت کے لئے) رسول نہ بھیج لیں کسی کو عذاب نہیں کیا کرتے۔

پس خداوند تعالیٰ نے جنوں کو زمین سے جلاوطنی کی سزا دینے اور زمین سے بے دخل کرنے سے پہلے فرشتوں کو انکی ہدایت کے لئے بھیجا تا کہ ان میں سے جو ایمان لاتے وہ ایمان لے آئے اور جو سرکشی پر اڑا رہے اسے زمین سے بے دخل کر کے جلاوطنی پر مجبور کر دیں۔

چنانچہ ان فرشتوں کی ہدایت سے صرف ایک جن جو ان کا سرادر تھا فرشتوں کی ہدایت سے ایمان لے آیا تھا اسکا نام اس وقت عزازیل تھا۔ اور باقی جن فساد و خونریزی اور سرکشی پر کمر بستہ رہے لہذا انہوں نے ان جنوں کو زمین سے بے دخل کر کے ہوا میں نکال دیا اور خود زمین پر آباد ہو گئے۔ اور اپنی ضرورت کے مطابق ایک باغ لگا کر، جو ایک طرح سے انکی جنت ارضی تھی آرام و سکون اور راحت و چین کے ساتھ عبادت خداوندی میں مشغول ہو گئے اور عزازیل بھی ان پر ایمان لانے کی وجہ سے ان کی صحبت میں اسی جنت ارضی میں رہنے لگا اور انکی صحبت میں رہتے ہوئے اتنی عبادت کی کہ فرشتہ ہی معلوم ہونے لگا۔ گویا عزازیل ایمان لانے کے بعد ان ملائکہ کا جو جنوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اکلوتا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

صحابی تھا۔

آخر وہ وقت آن پہنچا کہ جن کے لئے یہ ساری کائنات زمین آسمان چاند ستارے پیدا کئے ہیں انہیں زمین پر آباد کرے اور خدا ان فرشتوں کو جن کا کام ختم ہو چکا تھا واپس بلائے۔

چنانچہ جب خداوند تعالیٰ عالم ارواح میں تمام ارواح بنی آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار لے چکا۔ اور اپنی ربوبیت کا اقرار کے بعد اقرار کرنے میں سبقت کرنے والوں کو انکی قابلیت وصلاحیت واستعداد کے مطابق بطور انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے اصطفیٰ کر کے اور منتخب کر کے ان سے اپنے احکام پہنچانے کا عہد لے چکا اور تمام ارواح نبی آدم سے اور ہر نبی کے زمانے میں آنے والی امتوں سے ان پر ایمان لانے اور انکی اطاعت وپیروی کا عہد وپیان لے چکا حتیٰ کہ آخری رسول پر ایمان لانے اور اسکی نصرت کرنے کا ان سے اقرار اور عہد وپیان لے چکا اور تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے نام تجویز کر کے یہ قرار دے چکا کہ پہلے آدم کو ب بھیجونگا پھر آدم کی نسل سے ہونے والے نوح تک کے تمام انبیاء کو یکے بعد دیگرے بھیجونگا۔ پھر نوح کو اور نوح سے لے کر حضرت ابراھیم تک کے انبیاء ورسل کو بھیجوں گا۔ پھر ابراھیم اور ابراھیم کی نسل اور ذریت سے ہونے والے انبیاء ورسل اور اماموں کو بھیجوں گا اور آل ابراھیم کے سارے انبیاء کے ختم ہو جانے کے بعد دین کے مکمل ہونے پر دین وشریعت کی حفاظت کے لئے آل عمران کو امامت کے منصب پر فائز کرونگا جیسا کہ ارشاد ہوا کہ۔

"ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض" (آل عمران 33)

ترجمہ پہلے پیش لفظ میں بیان ہو چکا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

چونکہ آدم علیہ السلام کی نسل سے ہونے والی اولاد بھی مکلّف ہوگئی اور عزازیل جو فرشتوں پر ایمان لاچکا تھا اور زمین پر ہی آباد تھا وہ بھی مکلّف تھا اور اسکی ہونے والی اولاد بھی مکلّف ہوگئی۔ لہذا فرشتے تو صرف جنوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ مگر آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہونے والے انبیاء و رسل اور ہادیان دین کو انسانوں اور جنوں دونوں کے لئے ھادی ہونگے۔ فرشتوں کی زمین پر موجودگی کی صورت میں وہ جنوں پر خدا کی حجت تھے فرشتوں کے بعد حضرت آدم اور انکی نسل سے ہونے والے انبیاء و رسل اور ہادیان دین انسانوں اور جنوں دونوں کے لئے حجت ہونگے۔ ان فرشتوں کی ہدایت سے تو صرف ایک جن عزازیل ہی ایمان لایا تھا مگر حضرت آدم کی نسل سے ہونے والے انبیاء و رسل اور ہادیان دین پر بہت سے انسان بھی ایمان لاینگے اور اور بہت سے جن بھی ایمان لائینگے (اور اسکی تفصیل آئندہ چل کر بیان ہوگی)

زمین پر رہنے والے یہ فرشتے جو جنوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے قطعی طور پر بے خبر تھے اس بات سے کہ عالم ارواح میں کیا ہوتا رہا ہے۔ وہ اپنے ہی لگائے ہوئے باغ میں یعنی اس جنت ارضی میں عبادت الٰہی اور حمد و ثنائے خداوندی میں مصروف تھے کہ یکا یک خداوند تعالٰی نے ان فرشتوں کے سامنے وہ اعلان کیا جسے قرآن میں حکایتاً اسطرح سے بیان کیا گیا ہے کہ

"و اذ قال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة"

(البقرہ 30)

اور اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے فرشتوں سے (جو زمین پر بطور ھادی بھیجے گئے تھے اور زمین پر آباد تھے) یہ کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں۔

فرشتے تما خواہشات نفسانی سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ پھر خدا نے انہیں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

جنوں کی طرف ہادی بنا کر بھیجا ہوا تھا۔اور ہادیان دین بھی حتماً معصوم ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے احکام اور پیغام رسانی کا کام فرشتے اور انسان ہی انجام دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ رسلاً ومن الناس" اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے ہی اپنے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے، چنتا ہے۔ مصطفےٰ بناتا ہے۔

اور امیر المومنین نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ملائکہ آسمان کے بعد بشر ہی خدا کے احکام پہنچانے کا کام انجام دیتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے صحیفہ کاملہ کی ایک دعا میں ملائکہ کی اقسام بیان کرتے ہوئے ایک قسم "ملائکہ رسل" بیان کی ہے۔

یہ ملائکہ رسل آدم علیہ السلام کے زمین پر آنے سے پہلے جنوں کی طرف ھادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔اور آدم علیہ السلام کے زمین پر آنے کے بعد یہ ملائکہ رسل خدا کی طرف سے انبیاء علیھم السلام کے پاس احکام خدا لے کر آتے تھے۔

جب فرشتوں سے خداوند تعالیٰ نے یہ کہا کہ اب میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔تو وہ قطعی طور پر سمجھ گئے کہ اب زمین پر ہمارا کام ختم ہوا۔اب ہماری بجائے اہل زمین کی ہدایت کے لئے کسی اور کو ھادی بنایا جارہا ہے۔لیکن ان فرشتوں کے علم میں سوائے قوم جن کے اور کوئی مخلوق نہیں تھی۔ جو زمین پر رہتی تھی۔اور عالم ارواح میں کیا کچھ ہوتا رہا انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے طور پر کس کس کا اصطفے ہوا کس کس کا انتخاب ہوا۔کس کس کو مصطفے کی سند عطا ہوئی۔کس کس سے کیا کیا عہد و پیمان ہوئے انہیں کچھ پتہ نہ تھا انہیں تو فقط قوم جن کا علم تھا۔اور قوم جن ساری کی ساری فسادی ساری کی ساری سرکش ساری کی ساری خونریزی کرنے والی۔ان میں سے تو کسی کو ہادی بنانا ممکن ہی نہیں البتہ ایک اکلوتا جن ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ایک اکلوتا صحابی ہے، جو چھ ہزار سال سے ان کے ساتھ ایمان لانے کے بعد عبادت میں مصروف ہے۔ بیشک یہ اپنی عبادت سے ایسا لگنے لگا ہے جیسا کہ فرشتہ ہو۔ مگر ہے تو یہ وہی سرکش جن ، وہی فساد کرنے والا جن وہی خونریزی کرنے والا جن ،اسکی یہ عبادت اسکو معصومین میں تو شمار نہیں کرا سکتی ۔اور اسکا ایمان لاکر فرشتوں کی صحبت میں رہنے سے اسکا اکلوتا صحابی بن جانا اسے معصوم نہیں بنا سکتا۔ اور جو معصوم نہ ہو اسے ھادی نہیں بنایا جا سکتا۔ لہذا فرشتے اس اعلان سے حیران اور ششدر رہ گئے۔

زمین پر اور کوئی ہے نہیں اور جنوں کے علاوہ کسی اور زمینی مخلوق کا انہیں علم نہیں۔ عالم ارواح میں کیا کچھ ہوتا رہا اس سے بھی وہ بے خبر لہذا انہوں نے یہ گمان کیا کہ کہیں ہو نہ ہو اسی کو تو ہماری بجائے مقرر نہیں کیا جا رہا۔ جو ایمان لا کر ہمارے ساتھ مصروف عبادت ہے اور ہمارا اکلوتا صحابی ہے، بے شک یہ ایمان بھی لے آیا ہے۔ یہ چھ ہزار سال سے ہمارے ساتھ مصروف عبادت بھی ہے اور یہ ہمارا اکلوتا صحابی بھی ہے۔ مگر ہے یہ وہی غیر معصوم جن، اسے کیسے ہمارے بعد زمین پر ھادی بنایا جا سکتا ہے۔ اتفاق سے عزازیل بھی جو صاحب ایمان تھا، فرشتوں کی صحبت میں رہتے ہوئے فرشتہ ہی لگتا تھا اور ان فرشتوں کا اکلوتا صحابی تھا، اعلان خلافت سنکر یہ گمان کرلیا کہ اب مجھے ہی ان فرشتوں کی جگہ زمین میں انکا خلیفہ بنایا جائیگا۔ اس کے سوا اور کوئی ہے جو نہیں۔ لہذا بہت خوش تھا وہ، پھولا نہیں سمارہا تھا وہ، پورا یقین تھا اسے کہ میرے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟ جو زمین میں ملائکہ کا جانشین و خلیفہ بنے؟ اور جب کسی کی خوشیاں کسی کی وجہ سے خاک میں مل جائیں تو اس کے غضبناک ہونے کا اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جس کے ساتھ کسی کی وجہ سے خوشیاں خاک میں مل گئیں ہوں۔

لیکن فرشتے تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ خدا کسی غیر معصوم کی انکی جگہ زمین پر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ھادی بنا دیگا، لہذا حیرت وتعجب کے عالم میں انہوں نے ڈرتے ڈرتے خدا سے پوچھا،

"اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء" (البقرہ 30)

کیا تو اسی کو مقرر کر دیگا، جو زمین میں فساد کرے اور خونریزی کرے (جیسا کہ وہ پہلے کرتا رہا ہے)

"و نحن نسبح بحمد ک و تقدس لک" (البقرہ 30)

اور ہم تو حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرنے والے ہیں اور (زمین کو کفر وشرک ونفاق وفساد خونریزی وسرکشی سے) تیرے لئے پاک کرنیوالے ہیں (یہ کام کوئی غیر معصوم کیسے انجام دے سکتا ہے)

"قال انی اعلم مالا تعلمون" (البقرہ 30)

ارشاد رب العزت ہوا۔ اے میرے فرشتوں جنہیں میں نے تمہاری جگہ مقرر کیا ہے۔ تمہیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ لیکن میں انکے بارے میں خوب اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ ان میں کوئی بھی غیر معصوم نہیں ہے۔ میں نے انہیں خوب آزما کر منتخب کیا ہے۔ اچھی طرح جانچ کر چنا ہے اور مصطفا بنایا ہے میں تمہیں ابھی انکا تعارف کرائے دیتا ہوں۔

پس خداوند تعالیٰ نے ان اللہ اصطفےٰ کی سند رکھنے والے سارے ھادیوں کے نام جنہیں اس نے حضرت آدم سے لیکر دامنہ قیامت تک ھادی بنا کر بھیجنا تھا۔ اور جن کے نام اس نے خود رکھے تھے آدم علیہ السلام کو اس لئے تعلیم کئے تا کہ آدم علیہ السلام کے ذریعہ فرشتوں کو ان کا تعارف کرایا جا سکے اور انکی حیرت اور تعجب اور پریشانی کو دور کیا جا سکے جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"و علم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

انبسونی باسماء ھولاء ان کنتم صادقین" (البقرہ 31)

اور آدم علیہ السلام کو (جنہیں سب سے پہلے زمین پر نبی بنا کر بھیجا تھا اور جس کے سامنے فرشتوں اور جنوں کے سر کو جھکانا تھا) تمام ھادیوں کے کل کے نام تعلیم کر دیئے۔ پھر ان ارواح مقدسیہ کو جن کو زمین پر ھادی بنا کر بھیجا جانے والا تھا ان فرشتوں کے سامنے (تعارف کی غرض سے) پیش کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ (میں تو ان کو تمہاری جگہ ھادی بنانے والا ہوں اب تمہارے بعد یہ زمین والوں کی ہدایت کے لئے آیا کرینگے) بتلاؤ (تمہیں ان کے بارے میں کچھ علم ہے۔ کیا تمہیں ان میں سے کسی کا نام معلوم ہے) اگر تم ان کے ناموں کا علم رکھنے میں سچے ہوں تو ان کے ذرا نام ہی بتلا دو۔

"قالو الاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم" (البقرہ 32)

(فرشتوں نے) کہا تیری ذات پاک ہے (سبحنک) (تو ایسا نہیں ہے کہ فساد کرنے والوں اور زمین میں خونریزی کرنے والوں کو کار ہدایت سپرد کر کے ہمارا جانشین بنا دیگا) ہمیں تو ان ہستیوں کے بارے کوئی علم ہی نہیں تھا (ولا علم لنا) ہم تو صرف اتنا ہی جانتے تھے جتنا تو نے ہمیں بتلایا تھا (الا ما علمتنا) کہ زمین پر جن ہی آباد ہیں جو فساد اور خونریزی کرنے والے ہیں، بیشک تجھے علم ہے تمام غیب کی باتوں کا اور عالم ارواح کے واقعات کا اور تو کوئی کام بغیر حکمت و مصلحت کے نہیں کرتا (انک انت العلیم ...)

" قال یا آدم انبئھم باسمائھم فلما انبیاء ھم باسمائھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات و الارض و اعلم ماتبدون وما کنتم تکتمون " (البقرہ 33)

ارشاد رب العزت ہوا۔ اے آدم اب تم ان فرشتوں کو (ان ہستیوں کا تعارف کرادو اور) ان کے نام بتلا دو پس جب آدم علیہ السلام نے (ان ہستیوں کا تعارف کا انے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کے لئے) ان فرشتوں کو ان ہستیوں کے نام بتلائے ،تو خدا نے (ان فرشتوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: کیا میں نے تمہیں یہ بتلایا ہوا نہیں ہے کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی ہوئی باتوں اور مخلوقات کا علم رکھتا ہوں ۔اور میں وہ بات بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کر رہے تھے (کہ یہ فسادی وسرکش اور خونریزی کرنے والے جن اس منصب پر فائز ہونے کے اہل نہیں ہیں)اور جس بات کو تم چھپا رہے تھے میں اسے بھی خوب جانتا ہوں (کہ کوئی غیر معصوم کسی معصوم کا بطور ھادی کے جانشین نہیں بن سکتا)

فرشتوں کے قول الا ما علمتنا کے الفاظ سے صاف ثابت ہے کہ فرشتوں نے جو کچھ کیا تھا وہ خدا کے بتائے علم کے کیا تھا۔اور اس بات کا علم خدا نے ہی انہیں دیا تھا جب اس نے انہیں جنوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تھا۔اور ان کے قول ''لا علم لنا'' اس بات کا ثبوت ہے کہ آدم علیہ السلام ان کی اولاد میں سے ہونے والے جتنے انبیاء و رسل اور ہادیان دین زمین پر کار ہدایت انجام دینے کے لئے آنے والے تھے ان کے بارے میں ان ملائکہ کو کوئی علم نہیں ۔جب آدم علیہ السلام کے ساتھ ان تمام ہستیوں کی ارواح کو تعارف کے لئے فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا۔اور آدم علیہ السلام نے نام بتائے ان سب کا تعارف کرادیا تو وہ بالکل مطمئین ہو گئے اور انہوں نے خدا کی پاکی بیان کی اور اس کے عالم الغیب ہونے کا اقرار کیا، ناموں کے اس تعارف سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہونے والے تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے نام پہلے سے رکھے ہوئے تھے۔

مسلمانوں میں ان آیات کے معانی و مطالب و مفاہیم و مراد کے بارے میں بہت ہی زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔جو اکثر قیاس اور ذاتی رائے ہونے کی بنا پر ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم نے یہ معانی اپنی رائے سے کئے ہیں کیونکہ ہم نے اس معنی اور مطلب کو بیان

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کرنے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث مبارکہ سے روشنی حاصل کی ہے کیونکہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو نام تعلیم کئے گئے تھے وہ آدم علیہ السلام سے لیکر آخری ہادی تک کے تمام ہادیان دین خداوندی کے نام تھے۔ اور عقل اسے تسلیم کرتی ہے بہر حال جنہوں نے اپنی رائے سے ان آیات کے معنی و مطالب و مفاہیم و مراد لئے ہیں ان اختلافات کا بیان تو بہت زیادہ ہے ان میں سے چند موٹے موٹے اختلافات یہ ہیں۔

نمبر 1۔ خدا نے فرشتوں کے سامنے یہ اعلان خلافت کب کیا؟

نمبر 2۔ خدا نے کس کو کس کا خلیفہ بنایا؟

نمبر 3۔ یہ خطاب کن فرشتوں سے تھا؟

نمبر 4۔ آدم علیہ السلام کو کن کے نام تعلیم کئے؟

اب ہم ان تمام باتوں پر جن میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا علیحدہ علیحدہ عنوان کے تحت غور کرتے ہیں۔

خدا نے فرشتوں کے سامنے یہ اعلان خلافت کب کیا؟

بعض علماء اور دانشوروں کا کہنا یہ ہے کہ خدا نے آدم علیہ السلام کی خلقت ارضی جسمانی کے بعد فرشتوں کے سامنے یہ اعلان کیا اور چونکہ ان کی جسمانی خلقت ان کے سامنے مٹی سے ہوئی تھی لہذا انہوں نے یہ خیال کیا کہ جو مٹی سے بنا ہے وہ ضرور زمین میں فساد اور خونریزی کریگا۔ یعنی انکا یہ خیال بر بنائے قیاس تھا۔ حالانکہ اس قسم قیاس کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا نے آدم علیہ السلام کی خلقت کا اعلان اس طرح کیا تھا۔

"و اذ قال ربک للمائکة انی خالق بشراً من صلصال جماً مسنون فاذا سویته و نفخت فیہٗ من روحی فقعوا له ساجدین فسجد

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

الملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس ابی ان یکون مع الساجدین" (البقرہ 28
تا 31)

ترجمہ:۔

اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے یہ کہا کہ میں ایک بشر کو خمیر دی ہوئی سڑی ہوئی مٹی سے جو سوکھ کر کھن کھن بولنے لگے پیدا کرنے والا ہوں تو جس وقت میں اسکو ہر طرح سے درست کرلوں اور اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا پس (روح کے پھونکے جانے پر) فرشتے تو فوری طور پر سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔ مگر ابلیس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا۔

اس آیت میں "فسجد الملائکہ'' میں "فا" فوریت کے معنی دیتا ہے یعنی جونہی خدا نے آدم کے جسد خاکی میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونکی تو سب کے سب فرشتے فوراً اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔

یعنی انہوں نے سجدہ کرنے کیلئے کوئی اعتراض نہ کیا اور جس کو وہ سجدہ کر چکے تھے اسکو سجدہ کرنے کے بعد اس کے بارے میں اس قسم کی بات نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ فساد و خونریزی کریگا۔ اصل اعتراض تو اس وقت کرنا چاہے تھا۔ جب سجدہ کا حکم ملا تھا۔ لیکن انکے فوراً سجدہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ سجدہ بر بنائے معرفت کیا تھا اور انہیں اعلان خلافت کے وقت معلوم ہو چکا تھا کہ آنے والا کون ہے۔ اور سورۃ بنی اسرائیل کی ایک آیت میں غور کرنے سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہاں تو یہ کہا ہے کہ جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کولوں اور اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونک لوں تو تم تب سجدہ کرنا۔ لیکن سورۃ بنی اسرائیل میں اس مطلب کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

"و اذ قلنا للملائكة اسجدو الادم فسجدو الا ابلیس" (بنی اسرائیل 61)

یعنی جب ہم نے فرشتوں سے یہ کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ فوراً سجدہ میں گر پڑے سوائے ابلیس کے۔

یہاں بھی "فسجدو" میں "فا" فوریت کے معنی دیتا ہے لیکن یہاں خاص بات یہ ہے کہ آدم کا نام لیکر کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا تعارف اس سے پہلے کر دیا جا چکا تھا اور وہ روح آدمؑ کی روح تھی۔

سورۃ بنی اسرائیل کے علاوہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 34 میں اور سورۃ الکہف کی آیت نمبر 51 میں سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر 116 میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کر جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آدم کا نام خدا نے خود رکھا تھا اور فرشتوں کے سامنے اس سے پہلے آدم کا تعارف کرایا جا چکا تھا۔ لہذا صحیح بات یہی ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین سے عہد و پیمان لے چکا اور قیامت تک کے آنے والے ہادیان دین کے آنے کا پروگرام بنا چکا تو اس وقت زمین پر رہنے والے فرشتوں کے سامنے یہ اعلان کیا کہ رب تمہاری بجائے زمین پر دوسرے ہادیان دین کا تقرر کر دیا گیا ہے جو تمہاری بجائے زمین پر کار ہدایت انجام دینگے۔ اور جس وقت یہ اعلان کیا اس وقت اس بات کو کوئی ذکر فکر ہی نہی تھا کہ وہ مٹی سے خلق کیا جائیگا بلکہ آدمؑ اور دوسری تمام حجت ھائے پیش کیا گیا تھا۔ لہذا اعلان خلافت کے وقت یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا تھا کہ جو مٹی سے خلق کیا جائیگا وہ ضرور فساد و خونریزی کریگا۔ یہ اختلاف اس وجہ سے بھی ہو کہ یہ لوگ اس بات کو فیصلہ نہیں کر پائے کہ خدا نے کس کو کس کا خلیفہ بنایا تھا۔ لہذا اس بات کی تحقیق اس سے اگلے عنوان میں پیش کی جاتی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خدا نے کس کو کس کا خلیفہ بنایا تھا؟

چونکہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد غلبہ کے ذریعہ یا دوسرے ذرائع سے برسر اقتدار آنے والوں کو 1924ء تک خلیفہ کہا جاتا رہا۔ لہٰذا عامۃ المسلمین میں سے اچھے بھلے سمجھدار آدمیوں نے بھی خلیفہ کے معنی غلبہ کے ذریعہ یا دوسرے ذرائع سے برسر اقتدار آنے والے سمجھا۔ اور نہ صرف مطلقاً حکمران یا خلیفہ سمجھا بلکہ خدا کا خلیفہ سمجھا جیسا کہ مولانا مودودی صاحب نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں لکھا ہے کہ ''ہر وہ قوم جسے زمین کے کسی حصہ میں اقتدار حاصل ہوتا ہے دراصل وہ وہاں خدا کی خلیفہ ہوتی ہے۔'' (خلافت و ملوکیت ص 34)

اپنے پہلے سے کئے ہوئے فیصلے اور اپنے پہلے سے قائم کئے ہوئے عقیدہ کی حفاظت کے لئے انسانوں کو معلوم نہیں کیا کیا جتن کرنے پڑتے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب نے بھی اپنے پہلے سے قائم کئے ہوئے عقیدہ کی حفاظت میں مذکورہ اصول قائم کیا ہے۔

بہر حال اس لفظ خلیفہ کا سب سے پہلا استعمال قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ہوا ہے۔ لہٰذا اس لفظ کے حوالے سے کسی نے کہا کہ خدا نے آدم کو اپنا خلیفہ بنایا کسی نے کہا کہ خدا نے آدمؑ کو کسی پہلی مخلوق یا نسل کا خلیفہ بنایا۔ کسی نے کہا کہ خلافت بہت عظیم منصب ہے جس کو دیکھ کر تمام فرشتوں کے منہ میں پانی بھر آیا کسی نے کہا کہا فرشتوں کو یہ منصب اس لئے نہ ملا کہ فرشتے امتحان میں فیل ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ آدم کو یہ منصب اس لئے ملا کہ آدمؑ فرشتوں کے مقابلہ میں کامیاب ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ یہ وہ عظیم امانت ہے جس کا بوجھ سوائے انسان کے اور کوئی نہ اٹھا سکا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

؎ آسمان بار امانت متوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدیذ

کسی نے کہا کہ آدمؑ کو خدا نے فرشتوں کا خلیفہ بنایا کسی نے کہا کہ خدا نے صرف آدم ہی کو نہیں بلکہ ہر انسان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ کسی نے کہا کہ خدا نے کسی فرد واحد کو نہیں بلکہ انسانوں کی جماعت کو اپنا خلیفہ بنایا اور مفوضہ وشیخیہ نے اس سے یہ دلیل نکالی کہ خلیفہ کے معنی ہیں نائب اور جانشین۔ چونکہ محمدؐ وآل محمد علیہ السلام خدا کے خلیفہ ہیں لہذا یہ حضرات خدا کے نائب اور جانشین کی حیثیت سے تمام کارھائی ربوبی انجام دیتے ہیں خلق یہی کرتے ہیں۔ رزق یہی دیتے ہیں۔ مارتے یہی ہیں زندگی یہی دیتے ہیں۔ غرض جسطرح اہل سنت کے دانشور اپنے پہلے سے قائم کئے ہوئے عقیدہ کے مطابق خود اپنی مرضی سے خلیفہ کی صفات اور تقرر کے اصول گھڑتے ہیں اسی طرح جب شیعوں میں صوفی شیعوں اور شیخیوں کا داخلہ ہوتو انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق خلیفہ کے معنی اور خلیفہ کی حیثیت کا تعین کیا اور بہت سے شیعہ علماء بھی انہیں کی بولی بولنے لگ گئے۔ چنانچہ تفسیر موضوعی فارسی میں آدمؑ کی خلافت کا اعلان کرنے والی آیت کا عنوان ہی یہ دیا گیا ہے کہ۔

"انسان خلفیہ خدا دررواے زمین

(تفسیر موضوعی فارسی جلد چہارم ص 244)

یعنی انسان روئے زمین میں خدا کا خلیفہ ہے اس کے بعد اس سے اگلے صفحہ پر اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"درایں آیت برخلاف ھے قبل سخن از برتری انسان از طریق تسلط بر کل وزمین وطبیعات نیست، بلکہ محور سخن جانشینی اواز خدا در روی زمین است او باید یک موجود برتر و والا باشد کہ بتواند جانشین ونمائندہ خدا وروئے زمین باشد خدائے کہ جامع تمام کمالات است

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

(تفسیر موضوعی فارسی جلد چہارم ص 245)

ترجمہ

اس آیت میں اس سے پہلی آیت کے برخلاف انسان کی کل زمین پر تسلط کے طریق سے برتری کی بات نہیں ہے بلکہ اس آیت میں محور سخن انسان کی روئے زمین پر خدا کی جانشینی ہے۔ اسے ایسا برتر والا موجود کی حیثیت سے ہونا چاہیے کہ وہ روئے زمین میں خدا کا جانشین اور نمائندہ کی حیثیت میں ہو۔ اس خدا کا جانشین جو تمام کمالات کا جامع ہے۔ اس کے بعد خدا کی جانشینی کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''مقصود از خلافت از جانب خدا این است کہ او با وجود خود، وجود خدا، و با صفات و کمالات خود، صفات و کمالات خدا، و با کار خود افعال خدا را ترسیم کند و آئینہ ایزدی گردد''

ترجمہ

خدا کی طرف سے خلافت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے وجود سے خدا کے وجود کا اور اپنے صفات و کمالات سے، خدا کے صفات و کمالات کا اور اپنے فعل اور کام سے خدا کے کام کا نقش ہو اور خدا کا آئینہ ہو، یعنی جس طرح آئینہ میں وہی چیز نظر آتی ہے جو اس کے سامنے ہو اسی طرح انسان کے اندر خدا ہی خدا نظر آئے۔

اس کے بعد پھر اپنے اس بیان کی مزید وضاحت اس طرح سے کرتے ہیں۔

''و بہ دیگر سخن با کلیہ شئون و خصوصیات وجودی و فعلی خویش، صفات و کمالات او را نشان دہد و یک این مقام و موقعیت فقط از انسان است و لیس'' (تفسیر موضوعی فارسی منشور جاوید قرآن جلد چہارم ص 245)

ترجمہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

دوسرے الفاظ میں وہ اپنے تمام شون اور خصوصیات وجودی و فعلی ہیں۔ خدا کے صفات وکمالات کا نمونہ ہو۔ اور اس قسم کا مقام وموقیت صرف انسان سے ہے اور بس۔

چونکہ صوفیا کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان ریاضت کر کے نہ صرف نبوت ورسالت پر فائز ہوسکتا ہے بلکہ خدائی صفات کا حامل بن جاتا ہے اس لئے خلافت کی یہ تعریف صوفیا کے عقیدہ کے مطابق ہے۔ بہر حال صوفیا خلیفہ کو اسماء وصفات اللہ کا مظہر قرار دیتے ہیں اور بغیر کسی دلیل اور نص قرانی کے صوفیانہ انداز میں جسے صوفی شیعہ عرفان کا نام دیتے ہیں خلافت کا مفہوم بیان کرتے ہیں جیسا کہ ”مصباح انهداية“ میں میں خلافت کے بارے میں اسی طرح لکھا ہے

”و قالت العرفاء الكاملون أى الخليفة الكبرىٰ فى الواحدية وظهر فى كبسوة الصفات والاسماء و ليس الظاهر و المظهر اختلاف لا بالاعتبار“ (مصباح الهدایۃ ص48)

ترجمہ

اور عارفین کاملین نے فرمایا ہے۔ ذات احدیت نے فیض اقدس کے ساتھ تجلی فرمائی۔ یعنی حضرت واحدیت میں خلیفہ کبری تجلی نما ہے۔ اور یہ خلیفہ صفات الیہ اور اسمائے خداوندی کے لباس میں ظہور پذیر ہے اور ظاہر اور مظہر میں کوئی اختلاف یا فرق نہیں ہے اگر ہے تو محض اعتباری ہے۔

خلافت کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ”خلافت قران کی نظر میں“ اور ”آیت سخرہ قرآن کا درس توحید“۔

غرض اب تک بیان سے ثابت ہوگیا کہ ہر کسی نے خلیفہ کے معنی بھی اپنی مرضی سے کئے، خلیفہ کی صفات بھی اپنی مرضی سے بیان کیں، اور خدا نے آدم کو کس کا خلیفہ بنایا؟ یہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بھی ہر کسی نے اپنی مرضی سے قرار دیا اب اس مذکورہ تناظر میں اس بارے میں قرآن کریم کی آیت کا معنی کرنے کا انداز دیکھے کہ اعلان خلافت سننے کے بعد سارے ہی فرشتوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور جن کو خدا نے خواہش کی صفت سے نوازا ہی نہیں ان کے بارے میں یہ سمجھ لیا کہ ان کے دلوں میں خلیفہ بننے کے لئے سارے فرشتے نظام کائنات کے کاموں میں سے جس جس کام پر مامور تھے سب کے سب اس سے استعفے دینے پر تیار ہو گئے لہذا پہلے تو انہوں نے اس کے عیوب بیان کئے جس کو انہوں نے سمجھا تھا کہ خلیفہ بنایا جائیگا۔ لہذا انہوں نے یہ کہا کہ کیا تو ایسے کو خلیفہ بنائیگا جو فساد کرے اور خونریزی کرے یعنی اس کی برائی کر کے یہ کہا کہ اسے نہ بنا اور پھر ان کے نزدیک انہوں نے حسن طلب کے طور پر یہ کہا کہ "نحن نسبح بحمدک و نقدس لک" یعنی ہم تیری حمد کی تسبیح اور تیری تقدیس کر رہے ہیں اسکا مطلب یہ لیا کہ تو ہمیں خلیفہ بنا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ فرشتوں نے یہ اندازہ اس بات سے لگایا کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ یہ خلیفہ مٹی سے بنایا جائیگا۔ اور جو مٹی سے خلق ہو گا وہ ضرور فساد و خونریزی کریگا اور ہم نے اپنے منبروں سے بعض مقررین کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا ہے خدا نے فرشتوں کی یہ بات سن کر کہا کہ بیشک وہ فساد کرتے رہیں یا خونریزی کرتے رہیں میں نے تو اپنا خلیفہ انہیں کو بنانا ہے حالانکہ یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ زمین پر آدم علیہ السلام سے پہلے جن آباد تھے۔ اور وہ فساد و خونریزی بھی کر رہے تھے ۔ اور یہ فرشتے وہی تھے جو انکی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ جب عزازیل کے سوا اور کوئی ایمان نہ لایا تو انہوں نے سارے جنوں کو زمین سے بے دخل کر کے حدود زمین سے باہر نکال دیا تھا اور زمین میں اپنے ہی لگائے ہوئے باغ میں رہنے لگے تھے اور عبادت خداوندی میں مصروف تھے اور عزازیل بھی انہیں کی صحبت میں رہتے ہوئے عبادت خدا میں مصروف تھا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خداوند تعالیٰ نے جب یہ چاہا کہ اپنی اس مخلوق کو زمین پر آباد کرے جس کے لیے اس نے یہ ساری محفل سجائی ہے جیسا کہ اعلان خلافت سے پہلی آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ۔

"ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمسعاً" (البقرہ 29)

اے انسان وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب تمہارے ہی لئے خلق کیا ہے۔

پس اس نے چاہا کہ عالم ارواح میں جن کو بطور ھادی کے مقرر کر چکا ہے اور ان سب سے عہد و پیمان لے چکا ہے انہیں زمین پر بھیجے۔

اور اگر غور کیا جائے تو فرشتوں کا یہ کہنا کہ "نحن و نسبح بحمدک و نقدس لک" کا مطلب بھی صرف یہ نہیں ہے کہ وہ سبحان اللہ، سبحان اللہ اور الحمد اللہ، الحمد اللہ کا وظیفہ پڑھ رہے ہے۔ بلکہ اسکا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کا تمام عیوب سے پاک ہونا بیان کرر ہے ہیں جسے ہم اسکی صفات ثبوتیہ یا صفات جلال کہتے ہیں اور بحمدک سے مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم تیری عیوب سے پاکی بیان کرنے کے ساتھ تیری صفات سلبیہ کا بیان کرر ہے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ فرشتے اپنے اس قول سے یہ بھی بیان کرر ہے ہیں اور زمین کو فسادیوں خونریزی کرنے والوں اور مشرکوں اور کافروں کے وجود سے پاک کرر ہے ہیں لہذا کوئی غیر معصوم ہماری جگہ نہیں لے سکتا۔

اور یہ بات بھی خاص طور پر قابل غور ہے کہ جن لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا نے ہر انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور فرشتوں نے ان کے بارے میں اس وجہ سے یہ قیاس کیا تھا کہ وہ مٹی سے خلق کئے جائنگے تو اس صورت میں تو انکا یہ قیاس صحیح اور بالکل درست نکلا اور خدا کا علم غلط واقع ہو گیا۔ کیونکہ زمین پر آدم علیہ السلام کی اولاد نے فتنہ وفساد کی وہ آگ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بجز گائی ہے اور گشت وخون کا ایسا بازار گرم کیا ہے کہ جسے دیکھ کر جنوں کی قوم بھی الامان پکار رہی ہوگی۔

اور پھر "انی اعلم مالاتعلمون" جسکا لفظی ترجمہ صرف اتنا ہے کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اور زیادہ واضح طور پر سیاق وسباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ خلیفہ ایسا نہیں ہوگا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے اور ان میں سے بھی نہ ہوگا جن میں سے تم سمجھ بیٹھے ہو۔

لیکن کیا کہنے ہیں نکتہ سخنی کے۔ ہم نے اسکا مطلب یہ بھی بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک یہ فساد کرتے ہیں خونریزیاں کرتے رہیں میں نے تو انہیں کو خلیفہ بنانا ہے کیونکہ ان کے خلیفہ بنانے میں جو مصلحت ہے وہ میں بہتر طور پر جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

اور علم آدم الاسماء کلھا کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے یعنی زمین آسمان چاند ستارے درے پہاڑ دریا وغیرہ وغیرہ یعنی تمام موجودات کے نام۔

حالانکہ ثم عرضھم علی الملائکۃ میں ھم کی ضمیر اور باسماء ھولاء میں ھولاء کی ضمیر ذوی العقول کے لئے آتی ہے تو کہتے ہیں کہ جمع کی صورت میں غیر ذوی العقول کے لئے بھی ذوی العقول کی ضمیر استعمال ہوتی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ فرشتے اس امتحان میں ناکام ہو گئے اور ان چیزوں کا نام نہ بتلا سکے۔ اور آدم نے ان کے نام بتلا دیئے اور وہ امتحان میں پاس ہو گئے لہذا خلافت کے حقدار ٹھہرے۔

حالانکہ ایسا امتحان اس کرپٹ معاشرے میں ناممکن ہے کہ ایک شاگرد کو تو سارا پرچہ پڑھا دیا اور دوسروں سے بغیر پڑھائے ہی پوچھا جائے اور پھر خوشیاں منائی جائیں کہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

وہ لڑکا کامیاب ہو گیا اور دوسرا ناکام ہو گیا۔

پھر جب ان دانشوروں کو اس بات کا خیال آتا ہے تو پھر اس امتحان کو باانصاف بتاتے ہیں یوں کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو تو صرف نام ہی نام بتلاتے تھے اور انکی ماہیت و خاصیت سے اگاہ کیا تھا وہ نام والی چیزیں نہیں دکھائی تھیں اور فرشتوں کے سامنے وہ نام والی چیزیں پیش کی تھیں ان کے نام نہیں بتلائے تھے اس لئے امتحان برابر ہو گیا۔ آدمؑ نے ان ناموں کو ان نام والوں پر فٹ کر دیا اور فرشتے ان کے نام نہ بتلا سکے اگر دیکھا جائے تو یہ بھی ناانصافی ہے مثلاً ایک شخص یا استاد اپنے شاگرد کو بتلاتا ہے کہ ایک جانور ایسا ہے جس کا جسم بہت بڑا ہوتا ہے دم بالکل چھوٹی ہوتی ہے اور انکھیں ذرا ذرا سی کان چھاج جیسے اور ٹانگیں ستون کی طرح ناک کی جگہ لمبی ساری سونڈھ ہوتی ہے اور دو لمبے لمبے دانت اگے کو نکلے ہوئے ہوتے ہیں اسکا نام ہاتھی ہے۔ اب بیشک اس شاگرد کو ہاتھی نہ دکھایا ہو اور دوسرے شاگرد کو کچھ بتائے بغیر اس ہاتھی کو دوسرے شاگرد کے سامنے پیش کیا جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ بتاؤ اس جانور کو کیا کہتے ہیں تو وہ کیا بتلائے گا اسے تو کچھ بتلایا ہی نہیں گیا۔ لیکن جب اس جانور کو اس شاگرد کے سامنے پیش کیا جائیگا جس کو اس جانور کا نام اور ماہیت اور خاصیت اور صفات بتلا دی گئی ہیں تو بیشک اسے پہلے اس جانور کو نہ دکھلایا گیا ہو وہ فوراً کہ دیگا کہ یہ ہاتھی ہے۔

دوسرے یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام اور ماہیت اور خاصیت بتلا دی گئی تھی تو چاہے خدا انکو اس خاص درخت کے پاس جانے سے منع نہ بھی کرتا اور شیطان چاہے جتنے دل فریب انداز میں کہتا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے اور تمہاری سلطنت کو بھی زوال نہ ہوگا آدم ہرگز اس کے بہکاوے میں نہ آتے اور ہرگز نہ اسکی قسم کا یقین کرتے نہ اسکی خیر خواہی کا اعتبار

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کرتے اور صاف کہ دیتے کہ میں جانتا ہوں اس درخت کے پھل کھانے کی کیا خاصیت ہے اس درخت کا پھل کھانے سے نہ میں فرشتہ بن سکتا ہوں نہ میں اس میں ہمیشہ رہ سکتا ہوں ۔اس درخت کا پھل کھانا اس لئے اپنے اوپر ظلم نہیں تھا کہ خدا نے اس کے پاس جانے سے منع کر دیا تھا بلکہ اس درخت کے کھانے کا اثر یہی تھا جو ظاہر ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اس درخت کے پھل کھانے کی تاثیر کا علم نہیں تھا لھذا خدا نے ہر چیز کے نام کے ساتھ اسکی ماہیت اور خاصیت بھی تعلیم نہیں کی تھی پھر **عرضھم علی الملائکۃ** کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام نام والی چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اگر چہ **ھم** کی ضمیر جانداروں اوذوی العقول کے لئے آتی ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ جمع کی صورت میں غیر ذوی العقول اور بے جان چیزوں کے لئے بھی آجاتی ہے۔

چلیے مان لیا لیکن خدا نے **عرضھم** کہا ہے یعنی خدا نے ان نام والوں کو یا نام والی چیزوں کو انکے سامنے پیش کیا اور ان چیزوں میں موٹے موٹے نام دریاؤں کے ہیں دروں کے ہیں اور پہاڑوں کے ہیں یہ سب چیزیں تو اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں اور نا قابل انتقال ہیں پہاڑ اپنی جگہ پر قدم جمائے کھڑے ہیں دریا اپنی اپنی جگہ پر آغوش کھولے کھڑے ہیں ۔انکو لاکر پیش نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر خدا یہ کہتا کہ پھر خدا ان فرشتوں کو ہندوستان کے شمال میں لے گیا اور سر بفلک پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا بتاؤ اسکا نام کیا ہے اسی طرح ہر پہاڑ کے دامن میں لیجا کر پوچھا ہر درہ کے پاس لیجا کر پوچھا ہر دریا پر لیجا کر پوچھا بتاؤ اس درہ کا نام کیا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ یہ کہا کہ اس نام والوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور ان سے پوچھا بتاؤ ان کے نام کیا ہیں۔ صحیح راستہ سے بھٹکنے پر معلوم نہیں کتنی باتیں گھڑنی پڑی اور کتنے کتنے انحراف کرنے پڑے حالانکہ اگر اس حقیقت کو مان لیا جائے کہ یہ کوئی امتحان نہیں تھا۔ پہلے فرشتوں کو ہدایت کے لئے بھیجا ہوا تھا اب ان کا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

زمانہ ہدایت ختم ہو رہا تھا اور انکی جگہ عالم ارواح میں قیامت تک آنے والے ہادی کا اصطفےٰ ہو چکا تھا۔ چونکہ ملائکہ کو عالم ارواح میں جو کچھ ہوا اسکا علم نہیں تھا اور یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی جگہ کون انکا جانشین بنے گا۔ لہذا انکی حیرت اور تعجب کو ختم کرنے کے لئے آدم کے ذریعہ تمام حجت ہائے خدا کا جو قیامت تک آنے والے تھے صرف تعارف کر دیا گیا تھا جس سے فرشتے مطمئین ہو گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ ہستیاں ہیں وہ جنہیں ہمارے بعد کار ہدایت انجام دینا ہے۔ اسی لئے جب انہیں آدم علیہ السلام کو سجدے کا حکم دیا گیا تو فوراً سجدے میں گر پڑے اور کوئی عذر نہ کیا حالانکہ وہ ابلیس کی نسبت زیادہ حق رکھتے تھے کہ آدم کو سجدہ کرنے سے معذرت کا اظہار کریں کہ ہم نور سے بنے ہیں یہ مٹی سے لیکن انہیں تعارف کرا دیا جا چکا تھا کہ آدم کی وہ روح جو اس جسد عنصری اور وجود ارض جسمانی میں پھونکی گئی ہے خود نور ہے اور تمام ارواح نور ہیں اور خدا نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اس کے جسم کے ٹھیک ٹھیک ہوتے ہی سجدہ کرنا بلکہ یہ کہا تھا کہ جب میں اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونک لوں تو تب سجدہ کرنا اور دوسرے الفاظ میں حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو اور آدمؑ کا وہ روح کی صورت میں اور نور کی شکل میں دیدار کر چکے تھے اگرچہ ہم نے اپنی کتاب ''خلافت قرآن کی نظر میں'' میں لفظ خلیفہ اور اس کے مشتقات اور معنی و مراد سے متعلق تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے لیکن یہاں پر بھی موضوع کی مناسبت سے اس لفظ کے بارے میں مختصر طور پر کچھ بیان کرتے ہیں۔

جب قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خلیفہ اور اس کے مشتقات کئی طرح سے آتے ہیں۔ پہلا لفظ خلیفہ تو وہ ہے جس کے ساتھ الارض کا لاحقہ ہے۔ جیسے فی الارض خلیفہ، خلیفہ فی الارض، خلفاء الارض، خلائف فی الارض، یستخلفکم فی الارض، یستخلفهم فی الارض، یستخلفهم فی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

الارض ،اور فی الارض یخلفون وغیرہ وغیرہ

ان تمام مقامات پر جہاں خلیفہ اور اس کے مشتقات کی الارضکے ساتھ رشتہ داری ہے وہاں ہر جگہ ہر صورت میں پہلے سے زمین پر آباد مخلوق کی جگہ لینا مراد ہے ھادیوں کی جگہ ھادی ،جنوں کی جگہ آدمی ،قوموں کی جگہ قومیں ۔پچھلے جانے والوں کی جگہ دوسرے آنے والے اور آدمیوں اور جنوں کی جگہ فرشتے وغیرہ وغیرہ

خداوند تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور رسلی کہا ہے، خانہ کعبہ کو بیتی کہا ہے ناقہ صالح کو ناقۃ اللہ کہا ہے اور انحضرتؐ کو محمد رسول اللہ کہا۔ لیکن سالم قرآن میں کسی بھی جگہ نہ تو خلیفتی کہا ہے اور نہ ہی خلیفہ اللہ کہا ہے۔

اس مقام پر فرشتوں سے خطاب اس لئے تھا تا کہ ان کو آگاہ کر دیا جائے کہ اب ان کی جگہ زمین پر دوسرے ہادیوں کا تقرر ہو چکا ہے اور عالم ارواح میں تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین کا اصطفےٰ اور چناؤ ہو چکا ہے۔ جو یکے بعد دیگرے آئینگے اور وہ بنی آدم کی ہدایت کا کام بھی انجام دینگے اور جنوں کے ہادی بھی وہی ہونگے۔

تفسیر التبیان میں اس آیت کے معنی میں اسطرح لکھا ہے " قال قوم سمی الله آدم خلیفة جعل آدم و ذریتةخلفاء الملائکة سکان الارض" (تفسیر التبیان جلد 1 ص 137)

کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ خدا نے آدم کو اس وجہ سے خلیفہ کہا کیونکہ خدا نے آدم اور انکی ذریتہ کو ملائکہ کا خلیفہ بنایا تھا۔ کیونکہ یہ فرشتے زمین میں رہ رہے تھے۔

"وقال ابن عباس انه کان فی الارض الجن فافسدوا فیها و سفکو الدماء فاهلکو افجعل الله ادم و ذریة یدلهم" (تفسیر التبیان جلد 1 ص 137)

اور ابن عباس کا کہنا یہ ہے کہ زمین پر جن آباد تھے۔ انہوں نے زمین میں فساد کیا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور خونریزی کی پس انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ پھر خدا نے آدم کو اور ان کی ذریت کو انکی جگہ ان کے بجائے آباد کیا۔

"و قوله اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء روى ان خلقا يقال لهم الجان كا نو ا فى الارض .فافسدوا وسفكو ا الدماء فبعث الله تعالیٰ ملائكة اجلتهم من الارض وقيل ان هولاء الملائكة كانوا سكان الارض بعد الجان" (تفسیر التبیان جلد 1 ص 137)

اور خدا تعالی کے قول کیا تو ایسوں کو خلیفہ بنا دیگا جو زمین میں فساد کرے اور خونریزی کرے۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک مخلوق جس کو جن کہتے ہیں زمین پر آباد تھی وہ فساد اور خونریزی کر رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے (انکی ہدایت کیلئے) فرشتوں کو معبوث فرمایا (اور جب وہ ایمان نہ لائے تو) ان فرشتوں نے جنوں کو زمین سے باہر نکال دیا اور کہا جاتا ہے کہ جنوں کے بعد پھر وہی فرشتے زمین پر آباد ہو گئے تھے۔

اور اسی تفسیر میں ان ملائکہ کے بارے میں جن سے خدا نے یہ خطاب کیا یہ لکھا ہے کہ۔

" و الملائكة المذكورون فى الاية قال قوم هم جميع الملائكة وقال اكثرون . وهو المروى عن ابن عباس و الضماك . انه خطب لمن اسكته من الملائكة الارض بعد الجان وقيل خلق آدم و هم ...اجلو ا الجان لمن الارض "

اور آیت میں جن ملائکہ کا ذکر ہوا ہے کچھ لوگ تو ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس سے تمام کے تمام ملائکہ مراد ہیں اور دوسرے یہ کہتے ہیں اور یہ ابن عباس اور ضحاک

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سے روایت ہے کہ یہ ان فرشتوں سے خطاب ہے جو آدم کی خلقت سے پہلے جنوں کو زمین سے نکالنے کے بعد زمین پر آباد ہو گئے تھے اور ان فرشتوں نے ہی جنوں کو زمین سے بے دخل کر کے نکالا تھا۔

اور انی اعلم مالاتعلمون کا مطلب یہ لکھا ہے کہ " من الخلیفة رسل و انبیاء و قوم صالحون و ساکنون الجنة" (تفسیر التبیان جلد 1 ص 133)

اور ان ہونے والے خلفاء میں انبیاء و رسل اور صالحین اور جنت میں رہنے والے لوگ ہونگے۔

پس اس تفسیر سے یہ ثابت ہو گیا کہ جن فرشتوں کو جنوں کی ہدیت کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ وہ زمین پر ہی آباد ہو گئے تھے۔ اور زمین پر ہی رہ رہے تھے۔ جب خداوند تعالیٰ عالم ارواح میں تمام انسانوں کی ارواح کو خلق کر چکا اور ان میں سے انبیاء و رسل اور ہادیان دین کا اصطفےٰ کر کے انسے اپنا اپنا عہد و میثاق لے چکا تو ان انبیاء و رسل میں سے زمین پر سب سے پہلے آنے والے ہادی کے تقرر کا اعلان ان فرشتوں کے سامنے کیا جو زمین پر کار ہدایت انجام دینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ لہذا زمین پر آنے والے سب سے پہلے ہادی نے تو ان ہادیوں کی جگہ لی اور آدم علیہ السلام کی اولاد جنوں کی جگہ زمین پر آباد ہو گی۔

خلیفہ کا دوسرا لفظ قرآن کریم میں وہاں آیا ہے جہاں کسی پیغمبر نے اپنی غیر حاضری میں وہ تمام کام جو وہ انجام دیتا تھا انجام دینے کے لیے کسی کو اپنا جانشین بنایا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

" قال موسیٰ لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی و اصلح و لا تتبع سبیل المفسدین" (الاعراب 144)

یعنی موسیٰ" نے اپنے بھائی جارون سے کہا کہ تم میرے جگہ میرے جانشین و

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

نائب وخلیفہ بن کر میری قوم میں رہو اور میری طرف سے انکی اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کی پیروی نہ کرنا۔ اور اسی طرح سے ہر نبی نے اپنا جانشین مقرر کیا اور پیغمبر گرامی اسلامؐ نے دعوت ذوالعشیرہ میں حضرت علیؑ کے بارے میں یہ اعلان کیا کہ۔

''ان ھذا اخی ووصی و خلیفتی فیکم فاسمعو اللہ وواطعیو ''(طبری)

یعنی یہ علی میرا بھائی ہے میرا وصی ہے میرا جانشین وخلیفہ ہے تم سب اسکی بات سننا اور اسکی اطاعت کرنا پس یہ خلیفہ اس نبی کا ہوتا تھا جس نے اسے خلیفہ بنایا۔ تیسرا مقام جہاں کسی کو کسی کا جانشین بنانے کا ذکر ہوا ہے وہ بنی آدم کو اس دنیا سے ختم کر کے انکی جگہ فرشتوں کو انکا جانشین بنانے سے متعلق ہے اور انہیں اسی طرح سے آگاہ کیا گیا ہے جس طرح فرشتوں کو انکی جگہ آدم کو جانشین بنانے کے لئے آگاہ کیا گیا تھا وہ آیت اسطرح ہے۔

'' ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکة فی الارض یخلفون'' (الزخرف (60

اور اگر ہم چاہیں گے تو تمہارے بدلے میں فرشتوں کو زمین میں تمہارا جانشین بنادینگے جو زمین میں تمہارے خلیفہ ہونگے۔

اور اس سے اگلی آیت میں کہتا ہے۔ ''لیکن یہ قیامت کی نشانی ہے''

پس صرف ان تین طریقوں سے قرآن میں خلیفہ اور اس کے مشتقات کا لفظ آیا ہے اور خدا نے سالم قرآن میں کسی کو خلیفتی یا خلیفة اللہ نہیں کہا یعنی میرا خلیفہ یا اللہ کا خلیفہ نہیں کہا، حالانکہ ناقہ صالح کو ''ناقة اللہ کہا'' خانہ کعبہ کو بیتی یعنی میرا گھر کہا، رسولوں کو رسلی کہا اور آنحضرتؐ کو محمد رسول اللہ کہا اور خاص دنوں کو ایام اللہ کہا مگر کسی کو بھی سالم قرآن میں خلیفتی یعنی میرا خلیفہ یا خلیفة اللہ یعنی اللہ کا خلیفہ نہیں کہا۔

بہرحال اب تک کے بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ زمین پر موجود فرشتوں کی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

جگہ آئندہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین بنی آدم میں سے ہونگے جو دوسرے بنی آدم کے لئے بھی ہادی ہونگے اور جنوں کے لئے بھی ہادی ہونگے اور ا کا بیان آگے چل کر آئیگا۔

یہ خطاب کن فرشتوں سے تھا

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی دعاؤں میں فرشتوں کے مختلف کام اور اقسام بیان فرماتے ہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرشتوں کی مختلف صفات کا بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک قسم فرشتوں کی وہ ہے جنہیں ملائکہ رسل کہا گیا ہے اور قرآن کریم میں بھی ان کے بارے میں وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ جو اسطرح سے ہے کہ

" اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ رسلا و من الناس "

اللہ اپنی رسالت کے کام انجام دینے کیلئے فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے کچھ فرشتوں اور انسانوں کو چن لیتا ہے۔

غرض یہ فرشتے جنوں کے پاس بھی ہدایت کے لئے اور کار رسالت انجام دینے کے لئے مبعوث کئے گئے تھے اور بنی آدم میں سے انبیاء کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد بھی خدا کی طرف سے منتخب فرشتے بنی آدم میں ہونے والے انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے پاس پیغام رسانی کا کام کیا کرتے تھے۔

آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا پہلا ہادی مقرر کرتے وقت ان کو بتلانا لازم تھا، جن کی جگہ انہیں زمین میں جانشین بنایا جارہا تھا اور دوسروں کو اس سلسلے میں مخاطب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لہذا آیت کے خطاب "اذقال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ" میں انہیں فرشتوں کو بتایا جارہا تھا جو زمین میں رہ رہے تھے اور جن

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سے آدم علیہ السلام نے آئیندہ ہدایت کے لئے زمین کے پہلے ھادی کا چارج سنبھالا تھا اور اس بات کی تفصیل اوپر کے عنوانات میں کافی بیان ہوگئی ہے۔

آدم علیہ السلام کو کن کے نام تعلیم کئے؟

بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو پہاڑوں، دریاؤں، دروں وغیرہ تمام موجودات کے نام تعلیم کئے۔ پھر ان نام والی چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا "ثم عرضھم علی الملائکۃ" کے الفاظ ہیں "ثم" کے معنی ہیں پھر یا اس کے بعد یہ پھر ہے آدم علیہ السلام کو ناموں کی تعلیم کرنے کے بعد اور "عرضھم" کے معنی ہیں ان ناموں والی چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ حالانکہ مذکورہ چیزیں قابل انتقال نہیں ہیں اور کسی کے سامنے لا کر پیش کرنے والی نہیں ہیں۔ یہ چیزیں تو اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ پھر خدا فرشتوں کو ہندوستان کے شمال میں لے گیا اور انہیں کوہ ہمالیہ کے دامن میں یا کوہ ہمالیہ کے سامنے کھڑے کر کے پوچھا کہ بتاؤ اسکا کیا نام ہے اس طرح سارے پہاڑ اپنی اپنی جگہ قائم ہیں درہ اپنے اپنے مقام پر آغوش کھولے کھڑے ہیں اور سارے دریا اپنی اپنی گذرگاہوں پر بہہ رہے ہیں اور دریائے برہم پتر ہو یا دریائے جمنا و گنگا دریائے ستلج ہو یا دریائے بیاس، دریائے راوی ہو یا دریائے چناب دریائے جہلم ہو یا دریائے سندھ، دریائے قابل ہو یا دریائے دجلہ، دریائے فرات ہو یا دریائے نیل ان فرشتوں کے پاس لا کر پیش نہیں کیا جا سکتا فرشتوں کو ان کے پاس لیجایا جا سکتا ہے۔ یہی حال تمام موجودات اور اپنے اپنے مقام پہ قائم چیزوں کا ہے حالانکہ "عرضھم" میں "ھم" کی ضمیر اور "ھولا" کی ضمیر جانداروں اور ذوی العقول کے لئے آتی ہے اور درے، پہاڑ اور دریا اور دوسری چیزیں ذوی العقول نہیں ہیں۔ تو تمام چیزوں کا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

نظریہ رکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ جمع کو صورت میں ذوی العقول کی ضمیریں استعمال ہو سکتی ہیں۔ چلئے مان لیا۔ لیکن یہ تمام چیزیں ایک جگہ لا کر پیش نہیں کی جا سکتی۔ ہاں! ارواح انبیاء ورسل اور ہادیان دین کو فرشتوں کے سامنے لا کر پیش کیا جا سکتا ہے۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ناموں کے اس پوچھنے کو آدم علیہ السلام اور فرشتوں کے درمیان مقابلہ کا امتحان قرار دیتے ہیں اور آدم علیہ السلام کو مقابلہ میں کامیاب قرار دیکر خلافت کا مستحق گردانتے ہیں آدم علیہ السلام کو علم میں فضیلت کی بنا پر خلافت کا حقدار قرار دیا ہے۔ اور اس امتحان کا حال اس طرح ہے کہ آدم علیہ السلام کو سارے نام بتلائے اور فرشتوں کو کچھ بھی نہ بتلایا اور ان سے پوچھا کہ اگر تم سچے ہو تو ان کے نام بتلاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو تو کچھ پتہ نہیں ہے سوائے اس کے جو تو نے ہی ہمیں تعلیم کیا ہے۔ پھر آدم سے کہا کہ تم ان فرشتوں کو ان کے نام بتلاؤ۔

پھر جب انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایسا امتحان تو کسی کرپٹ معاشرے میں بھی نہیں ہوتا تو اسے ہر صورت مقابلہ کا امتحان ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو تو صرف نام ہی بتلائے تھے آدم علیہ السلام کو ناموں والے پیش نہیں کئے تھے انہیں نام نہیں بتلائے تھے۔ لہذا امتحان برابر کا ہو گیا اور اس موضوع کو ہم سابقہ عنوان "خدا نے کس کو کس کا خلیفہ بنایا" میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے

یہ لوگ قرآن کریم کے معنی میں غور نہیں کرتے کہ آدم علیہ السلام کو خلافت فرشتوں کے ساتھ مقابلہ کا امتحان پاس کرنے پر نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ عالم ارواح میں ان کا انتخاب پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اور وہ زمین پر آنے والے پہلے ھادی تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض"

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اللہ نے چُن لیا ہے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو عالمین میں سے ان میں سے بعض بعض کی ذریت ہیں۔

آدم علیہ السلام سے اور دوسرے تمام ہادیان دین سے جو قیامت تک آنے والے ہیں خدا نے عالم ارواح میں ہی عہد و پیمان لے لیا ہے اور انہیں ہادی مقرر کر دیا ہے اب وہ زمین پر کار ہدایت انجام دیتے کے لئے آ رہے ہیں۔ لہذا ان سے فرشتوں کے ساتھ کوئی علمی مقابلہ نہیں تھا بلکہ اسطرح سے فرشتوں کو ان ھادیان دین کا تعارف کروایا گیا تھا۔ تا کہ ان کی حیرانی دور ہو جائے۔ اور وہ جان لیں کہ یہ ہستیاں تو سب کی سب معصوم ہیں۔ اور جن کے بارے میں ہم نے گمان کیا تھا۔ ان کو فرشتوں کا جانشین اور ان کی جگہ زمین میں انکا خلیفہ نہیں بنایا جا رہا ہے بلکہ یہ ہیں وہ ہستیاں جن کو ان کی جگہ زمین پر کار ہدایت انجام دیتے کے لئے چنا گیا ہے۔ منتخب کیا گیا ہے۔ اصطفےٰ کیا گیا ہے مصطفےٰ بنایا گیا ہے۔ اسکی پہلی فرد آدم علیہ السلام ہیں اور آخری فرد آل عمران میں سے آخری اور بارھویں امام ہیں۔ اور احادیث میں بھی یہ آیا ہے کہ وہ حجت ھائے خدا کے نام تھے۔ اور آدم علیہ السلام انبیاء علھیم السلام میں سے پہلی فرد ہیں جن کے پاس اصطفےٰ کا سرٹیفکیٹ ہے اور مصطفاً کی سند ہے۔ یہ آپ زمین پر کار ہدایت انجام دینے کے لئے فرشتوں سے چارج لینے کے لئے آ رہے ہیں۔

اعلان خلافت آدم اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم

زمین پر رہنے والے فرشتوں کے سامنے ان کی جگہ ہدایت کرنے والوں کے تقرر کا اعلان ہو چکا تھا۔ اور ان کے تعارف کے بعد فرشتے ہمہ تن آمادہ تھے کہ جونہی خدا کا مقرر کردہ یہ پہلا ہادی آئیگا وہ زمین کی ہدایت و رہنمائی کا چارج اس کے حوالے کر دیں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

گے۔ لیکن ان فرشتوں کے ساتھ ان فرشتوں کا ایک اکلوتا صحابی بھی سکونت پذیر تھا۔ جو فرشتوں کی ہدایت و تبلیغ سے ایمان لے آیا تھا۔ اور ان کے ساتھ رہتے ہوئے عبادت خدا میں مصروف تھا۔ اور اس نے فرشتوں کے ساتھ رہتے ہوئے اتنی عبادت کی تھی کہ فرشتوں میں رہتے ہوئے فرشتہ ہی معلوم ہونے لگا تھا۔

جب اس نے وہ اعلان سنا کہ خدا فرشتوں کا زمین میں جانشین بنانے والا ہے۔ تو اس وقت اس کو بھی فرشتوں سے زیادہ تو علم نہیں تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ زمین پر انکی قوم کے سوا اور کوئی ایسی مخلوق آباد نہیں تھی۔ جو فرشتوں کی جگہ لے سکے۔ اور صاحب ایمان ہونے اور فرشتوں کا اکلوتا صحابی ہونے کی بناء پر فرشتوں کی جانشینی اور ان کی جگہ کسی کو زمین میں خلیفہ بنائے جانے کا اعلان سنکر اس نے ضرور یہ سمجھ لیا تھا کہ میرے سوا اور کون ہو سکتا ہے جو ان فرشتوں ک جگہ انکا جانشین بنے؟ اور زمین میں انکا خلیفہ بنائے جانے کا حقدار ہو؟

لیکن جب آدم علیہ السلام کے ذریعہ ان تمام ہادیان دین کا تعارف کرا دیا گیا، جو فرشتوں کے بعد زمین پر ہادیان دین کے منصب پر فائز ہونے والے تھے۔ تو ان کے تعارف کے بعد فرشتے تو کامل طور پر مطمئن ہو گئے لیکن عزازیل بالکل ہی مایوس ہو گیا۔ اور اپنی آرزو کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے ناامید ہونے کے بعد ایسا جھنجھلایا کہ اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں ہرگز اس خلیفہ کو اطاعت نہ کرونگا۔

لہذا خدا نے اس کے مایوس اور ناامید ہو جانے کی وجہ سے اسکا نام ابلیس رکھا۔ اور پھر ہمیشہ اسے ابلیس کے نام سے ہی مخاطب کیا۔ یعنی مایوس و ناامید ہو جانے والا۔

فرشتوں کے سامنے اعلان خلافت ہونے اور ان کا تعارف ہو جانے کے بعد، فرشتے تو اس آنے والے کے انتظار میں تھے۔ لہذا اس کے بعد ایک دوسرا اعلان ان ہی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

فرشتوں کے سامنے کیا گیا۔ جو قرآن کریم میں بعض معنی کی وضاحت اور بعض امور کی تشریح کی غرض سے کئی طرح سے بیان ہوا ہے ان میں سے ایک بیان اسطرح ہے۔

"اذ قال ربک للملائکۃانی خالق بشیرا من طین فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین . فسجدالملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس استکبر و کان من الکافرین .قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین .قال انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین .قال فاخزح منھا فانک رحیم و ان علیک لعنتی الیٰ یو م الدین قال رب فالظرنی الیٰ یوم یبعثو ن .قال فانک من المنتطرین الیٰ یوم الوقت المعلوم. قال فبعزتک لاغو بینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین .قال فالخق و الحق اقول لا ملشن جھنم منک و ممن تبعک منھم اجمعین" (ص 71 تا 84)

ترجمہ:

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے یہ کہا کہ میں گیلی مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں جب میں اس کو درست کرلوں اوراس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا تو سب کے سب فرشتوں نے تو سجدہ کیا مگرایک ابلیس نے (سجدہ نہ کیا) وہ شیخی میں آ گیا۔اور کافروں میں سے ہو گیا۔ خدا نے (ابلیس سے) فرمایا کہ اے ابلیس جس کو میں نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس بات نے روک دیا کیا تو نے تکبر کیا ہے۔ یا میرے حکم سے سرتابی کرنے والوں میں سے ہو گیا ہے ابلیس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو تو نے گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ جا دور ہو

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یہاں سے نکل، تو تو مردود ہے اور تجھ پر روز قیامت تک میری پھٹکار پڑتی رہے گی۔ اس نے عرض کی پروردگار تو مجھے اس دن تک کی مہلت دیدے، جس دن تو سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کریگا۔ فرمایا تجھے ایک وقت معلوم کے دن تک کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس نے کہا تیری عزت وجلال کی قسم میں ان میں سے تیرے خالص بندوں کے سوا سب کے سب کو گمراہ کروونگا، خدا نے فرمایا کہ ہم بھی حق بات کہتے ہیں اور میں تو ہمیشہ حق بات ہی کہا کرتا ہوں۔ کہ میں تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سے جہنم کو بھر دونگا۔

اسی بات کو دوسرے مقام پر اسطرح بیان کیا گیا ہے۔

"و اذ قال ربک للملائکة انی خالق بشراً من صلصال من حماً مسنون . فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین ، فسجد الملائکة کلهم اجمعون الا ابلیس . ابیٰ ان یکون من المسجدین . قال یا ابلیس مالک الا تکون مع الساجدین . قال لم اکن سجد لبشر خلقته من صلصال من حما مسنون قال فاخرج منها فانک رحیم . و ان علیک اللعنة الی یوم الدین قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون قال فانک من المنتظرین الیٰ یوم الوقت المعلوم .قال رب بما اغویتنی لا زینن لهم فی الارض ولا غو بینهم اجمعین الا عبارک منهم المخلصین" (الحجر 28 تا 40)

ترجمہ:

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر کو خمیر دی ہوئی مٹی سے جو سوکھ کر کھن کھن بولنے لگے۔ پیدا کرنے والا ہو تو جس وقت میں اس کو ہر طرح سے درست کر چکوں اور اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سب کے سب سجدے میں گر پڑنا پس فرشتے تو سب کے سب سجدے میں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

گر پڑے مگر ابلیس نے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ (خدا نے) فرمایا۔ اے ابلیس آخر تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا؟ وہ کہنے لگا۔ میں ایسا گیا گزرا نہیں ہوں کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی اور سوکھ کر کھن کھن بولنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (خدا نے فرمایا جا دور ہو جا یہاں سے نکل جا۔ بیشک تو مردود ہے اور یقیناً تجھ پر روز جزا تک پھٹکار پڑے گی۔ (ابلیس نے) کہا کہ اے میرے پرودگار مجھے قیامت کے دن تک کی مہلت دیدے خدا نے فرمایا۔ اچھا تجھے ایک وقت معلوم کے دن تک کے لئے مہلت ہے اس نے کہا اے میرے پروردگار تو نے مجھے جس کے سبب سے نکلنے کا حکم دیا ہے کیا ہے (میں بھی باطل کو اور غلط باتوں کو) انکے لئے زینت دیدونگا اور ان سب کو گمراہ کر کے رہونگا۔ مگر ان میں سے تیرے خالص بندے میرے بہکاوے میں نہ آئینگے۔

ان دونوں بیانات میں وضاحت کے نکتہ نظر سے کچھ باتیں دوسرے الفاظ میں بیان کی گئی ہیں۔ ملائکہ کے بارے میں تو اعلان خلافت کی آیت میں وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ وہ فرشتے تھے جنہیں جنوں کی ہدایت کے لئے زمین پر بھیجا گیا تھا اور وہ زمین پر خود اپنے ہی لگائے ہوئے باغ میں رہتے ہوئے عبادت خدا میں مصروف تھے۔ اور ابلیس جس کا نام عزازیل تھا وہ ان فرشتوں پر ایمان لا چکا تھا اور ان کی صحبت میں رہتے ہوئے مصروف عبادت تھا۔ اور اعلان خلافت سننے کے بعد اس نے پکا یقین کر لیا تھا کہ اس کے سوا اور کون ہے۔ جسکو ان فرشتوں کی جگہ زمین پر انکا خلیفہ بنایا جائیگا؟ جبکہ وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اسکی عبادت میں مصروف ہے اور ان فرشتوں کا اکلوتا صحابی ہے۔

لیکن جب آدم علیہ السلام کے ذریعہ فرشتوں کو ان ہادیان دین کا تعارف کرایا گیا تو یہ انکا خلیفہ بنائے جانے سے مایوس ہو گیا۔ اور اس نے اسی وقت یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

وہ اُسکی اطاعت نہ کریگا۔

سورہ حٓ میں اور سورہ صٓ کی مذکورہ آیات میں جو باتیں دوسرے الفاظ میں بیان ہوئیں وہ ایک میں طین ہے دوسرے میں صلصال من حماٍ مسنون ہے اور یہ مٹی یعنی میں پانی ملانے کے بعد کی مختلف حالتوں کا بیان ہے۔ لیکن دونوں بیانات میں بشر کو خلق کرنے اور اسے ٹھیک ٹھاک کرنے کے بعد، یہ کہا کہ جب میں اس میں اپنی روح پھونک لوں۔ تو تب تم اس کے سامنے سجدہ کرنا۔ دونوں ہی بیانات میں یہ ہے کہ سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔ اس سے مراد وہی زمین پر رہنے والے کل کے کل اجمعون فرشتے ہیں۔ اس سے آسمانوں میں رہنے والے اور نظام کائنات میں دوسرا کردار ادا کرنے والے فرشتے مراد نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ بعض دانشوروں نے کلھم اجمعون کے لفظ سے دھوکہ کھایا ہے۔ یہ قصہ زمین بر سر زمین تھا۔ اور اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ جب وزیر تعلیم فلاں مدرسے کے معائنہ کے لئے گئے تو سب کے سب طلباء کلھیم اجمعون کھڑے ہو گئے مگر ایک طالب علم کہ وہ اندھا اور بہرہ تھا اسے کچھ پتہ ہی نہ چلا۔

بہر حال اس کے بعد کہا کہ ابلیس نے سجدہ نہ کیا اس بارے میں بھی مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ چونکہ حکم ملائکہ کو تھا لھذا بعض نے یہ کہا کہ وہ فرشتہ ہی تھا۔ اس لئے اس کا انکار کیا۔ حالانکہ خدا نے اسی لئے دوسری آیت میں وضاحت کردی کہ "کان من الجن" وہ جنوں میں سے تھا۔ فرشتہ نہ تھا۔ بعض نے یہ کہا کہ جب خدا اہل ایمان سے خطاب کرتا ہے تو منافق اس میں شامل ہوتے ہیں۔ حالانکہ منافق ہونا ولی کیفیت کا بیان ہے۔ ظاہر میں سب کلمہ پڑھنے والے مومن ہی کہلاتے ہیں مگر یہاں دو علیحدہ علیحدہ مخلوق ہیں جن اور فرشتے خطاب فرشتوں سے ہے جن اس خطاب میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں؟

لیکن وہ بات جو اصل حقیقت ہے اس کی طرف بہت سوں نے دھیان نہیں دیا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

شاید اسے ماننے کے لئے ان کا دل نہیں چاہتا اور وہ حقیقت یہ ہے کہ وہ فرشتے ان جنوں کی ہدایت کے لئے ہی بھیجے گئے تھے اور وہ انکے ہادی تھے اور ابلیس انکی ہدایت سے ایمان لے آیا تھا اور ایمان لانے کے بعد ہر طرح سے ان کا تابع تھا جیسا کہ تمام اہل ایمان ہادیان دین کے تابع ہوتے ہیں اور ہادیان دین کو دیا ہوا ہر حکم ان پر ایمان لانے والوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے کہ " **امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون**" رسول پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس پر رسول بھی ایمان لائے ہیں اور ایمان لانے والے بھی ایمان لائے ہیں اور انکا قول یہ ہوتا ہے کہ **سمعنا و اطعنا** ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

خلقت آدم کے اس قصہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کی طرف سے جتنے بیانات ہیں اور ابلیس کی طرف سے جتنے جوابات ہیں ان میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ دونوں بالمشافہ گفتگو کر رہے ہیں جس طرح کوہ طور پر موسیٰ سے ہمکلامی تھی کہ ایک طرف سے خدا باتیں کر رہا ہے اور دوسری طرف سے موسیٰ جواب دے رہے ہیں اور چونکہ فرشتے بھی زمین پر ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے لہذا ان سے بھی اسی طرح ہمکلامی تھی کہ ایک طرف سے خدا کہہ رہا تھا کہ **انی جاعل فی الارض خلیفته** اور دوسری طرف سے فرشتے جواب دے رہے تھے کہ **اتجعل فیها من یفسد فیها** ۔ اور قصہ آدم میں ابلیس کے ساتھ بھی تمام آیات میں ہمیں یہی نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ ایک طرف سے خدا کہہ رہا ہے کہ جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تو نے سجدہ کیوں نہ کیا اور دوسری طرف سے ابلیس جواب دے رہا تھا کہ میں ایسا گیا گذرا نہیں ہوں کہ اسکو سجدہ کروں جسکو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ اور اس طرح کی ہمکلامی خدا اپنے مصطفےٰ بندوں کے سوا اور کسی سے نہیں کیا کرتا۔ اور ابلیس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا خدا نے اصطفےٰ کیا تھا یا اس کو نبوت و رسالت اور کار ہدایت انجام

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

دینے کے لئے چن لیا تھا۔ اور یہ بات یقیناً نہیں تھی ۔ اور اگر وہ مصطفےٰ ہوتا تو اسطرح نہ اکڑتا۔

دوسری صورت کسی سے خطاب کی یہ ہوتی ہے کہ خدا اپنے مقرر کردہ مصطفےٰ بندہ سے جسے اس نے ہادی بنا کر معبوث کیا ہوا ہوتا ہے۔ وحی کے ذریعہ خطاب کرتا ہے۔ یعنی وحی تو وہ اس نبی پر ہوتی ہے مگر اس کے واسطے سے خطاب اس پر ایمان لانے والوں سے ہوتا۔ اور قرآن کریم میں اسکی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جہاں وحی تو رسول کو ہوئی تھی مگر خطاب میں اہل ایمان براہ راست مخاطب تھے۔ مثلاً " یا ایھا الذین امنو اطیعوا اللہ اطیعو الرسول " اس میں مخاطب تو اہل ایمان ہیں مگر یہ وحی اہل ایمان کو براہ راست نہیں ہے بلکہ یہ خطاب رسول کو وحی کو ذریعہ سے ہے۔

اسی طرح خدا کا پیغمبر کو یہ حکم ہے کہ " و امر اھلک با لصلواۃ و اصطیر علیھا " اے پیغمبر تم اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور تم خود بھی اس کے پابندر ہو۔ بظاہر یہ حکم صرف پیغمبر کو دیا گیا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس حکم میں سب اہل ایمان شامل ہیں۔

پس اسی طرح یہاں بھی چونکہ ابلیس ملائکہ کی ہدایت سے ایمان لا چکا تھا۔ اور انکی پیروی کرتے ہوئے ہی خدا کی عبادت میں مصروف تھا۔ لہذا اس سے جو بھی خطاب ہوا وہ ملائکہ کے ذریعہ سے ہوا۔ اور ملائکہ کو جو حکم دیا تھا انکی پیروی کرنے کی وجہ سے اسپر بھی لاگو تھا۔ اور سورہ حجر میں تو اس کے انکار کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ میں ایسے کو سجدہ نہیں کرونگا جسے تو نے سڑے ہوئے خمیر دیئے ہوئے گارے سے خلق کیا ہے۔

اسی مطلب کو سورہ "ص" میں دوسرے الفاظ میں اس کے معنی پہنائے اور یہ کہا کہ "استکبر و کان من الکافرین " اس نے تکبر کیا بڑا بننا چاہا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ جو یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ جو شخص چاہے وہ فرشتوں کا اکلوتا صحابی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہی ہوا اگر خدا کے مقرر کردہ ھادی سے اپنے آپ کو بڑا اور افضل سمجھے گا وہ کافر ہو جائیگا۔

یہ خبر دینے اور فیصلہ سنانے کے بعد خود ابلیس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو نے اسے سجدہ نہ کیا جسے میں نے اپنی قدرت کاملہ سے خلق کیا تھا کیا تو نے اپنے آپ کو میرے مقرر کردہ ھادی سے بڑا اور افضل سمجھا ہے یا میرے حکم اور فرمان کی تعمیل کرنے سے انکاری ہے۔

ہم نے ایک بہت بڑے شیخی مولوی کو اپنے منبر پر تقریر میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ **"ما منعنگ ان تسجد لما خلقت بیدی"** یعنی اسکا مطلب یہ ہے کہ اے ابلیس تجھے اسکو سجدہ کرنے سے کس نے روکا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔

"خلقت بیدیٰ" اور پھر اسکا مطلب اسطرح سے بیان فرمایا کہ خدا کے تو ہاتھ ہیں ہی نہیں یہ دونوں ہاتھ ایک محمدؐ کا تھا اور دوسرا علیؑ کا تھا۔

یعنی مٹی میں پانی ملا کر گارا بھی انہوں نے بنایا۔ پھر اس گارے سے آدم کا پتلا بھی انہوں نے بنایا۔ اور انہوں نے بھی کسی ایک نے دونوں ہاتھ نہیں لگائے بلکہ ہر ایک نے صرف ایک ایک ہاتھ لگایا تاکہ دونوں کی شراکت ہو جائے اور مفوضہ والا عقیدہ درست طور پر پیش ہو سکے کہ خدا نے محمدؐ اور علیؑ کو خلق کر کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ پھر جو کچھ کیا وہ ان دونوں نے کیا۔ ورنہ ان میں سے ایک کے بھی دونوں ہاتھ ہو سکتے تھے۔ اور اس فضیلت کے بیان پر سارا مجمع واہ واہ کے ساتھ نعرہ حیدری لگانے لگا۔ اور نعرہ حیدری ایسی ہی غلط باتوں پر لگتے ہیں۔ یہ حال ہو گیا ہے اس قوم کا امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اولوالالباب یعنی صاحبان عقل سے مراد ہمارے شیعہ ہیں اور یہ بے عقلے بھی خود کو شیعہ ہی سمجھتے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور انہوں نے "ام کنت من العالین" کا مطلب بیان کیا کہ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو ان عالی مرتبہ ہستیوں میں سے خود کو سمجھنے لگا ہے۔ کیونکہ وہ عالی مرتبہ ہستیاں یعنی عالین تو محمد و آل محمد علیہم السلام ہیں۔ جو آدم علیہ کو سجدہ کرنے سے مستثنٰی ہیں۔

ہم نے لفظ "عالین" کے معنی و مطلب و مقصود و مراد کی تحقیق پوری تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "امامت قرآن کی نظر میں" صفحہ 36 سے صفحہ 63 تک پیش کی ہے۔ لہذا تفصیل کے لئے تو وہاں پر رجوع کریں یہاں پر صرف مختصر طور پر اتنا بتانا کافی ہے کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرانے میں دو باتیں ملحوظ نظر تھیں۔

نمبر 1۔ آدم کی تعظیم اور فضیلت کا اقرار

نمبر 2۔ سجدے کے لئے خدا کا حکم بجا لانا

اس پہلی بات کا انکار خود کو افضل سمجھنے کی وجہ سے کیا تھا۔ اور دوسری بات میں خدا کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ لہذا خدا نے یہی دونوں باتیں پوچھی تھیں۔ کہ کیا تو اس سے افضل اور بڑھ کر سمجھتا ہے ار بڑا بننے لگا ہے یا میرے حکم سے نافرمانی اور سرکشی کرنے لگا ہے ایسی ہی بات خدا نے فرعون اور سرداران فرعون کے بارے میں کہی تھی جیسا کہ فرمایا ہے کہ

"ثم ارسلنا موسیٰ و اخاہ ھارون بایاتنا و سلطان مبین الیٰ فرعون و ملائہ فاستکبروا و کانو اقوماً عالین" (المومن 45)

"پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ھارون کو اپنی نشانیوں اور واضح اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے دربار کے امراء کے پاس (رسول بنا کر) بھیجا تو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ تھے ہی بڑے سرکش لوگ"

قرآن کریم کی یہ آیت واضح دلیل ہے اس بات کی کہ "استکبروا" خدا کے فرستادہ ہادیان برحق کے مقابلہ میں بڑا بننے اور افضل سمجھنے کے معنی میں آیا ہے اور عالین

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سرکش کے معنی میں آیا ہے مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''امامت قرآن کی نظر میں''
کے صفحہ 39 تا 63 میں عنوان'' عالین کون ہیں'' کا مطالعہ کریں
اس مختصر بیان سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ استکبار کرنے والا اور عالین یعنی سرکشی
کرنے والا خدا نے حقیقتاً ابلیس ہی کو کہا تھا۔ جیسا کہ فرعون اور اس کے دربار کے امرا کو کہا
تھا۔ مگر یہ شیخی مبلغین (نعوذ باللہ) محمد و آل محمد علیہم السلام کو عالین کہتے ہیں اور مجمع واہ واہ
کرتا ہے اور نعرے لگاتا ہے۔ یہ تو فضیلت بیان کرنے والے سمجھتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ
یہ فضیلت نہیں ہے بلکہ ایسا کہنا انکی توہین ہے تو انہیں منکر فضائل علیؑ کیا جاتا ہے۔
بہر حال ایک اور بات جو بیان پر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ خداوند تعالٰی نے سورۃ
''الحجر'' اور سورۃ ''ص'' کی مذکورہ آیات میں، جب آدم علیہ السلام کی خلقت ارضی جسمانی
کا اعلان فرشتوں کے سامنے کیا تو نام نہیں لیا۔ بلکہ یہ کہا کہ میں ایک بشر کو خلق کرنے والا
ہوں۔ جب میں اسکو ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں
تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ یعنی نہ تو روح کو پھونکے جانے سے
پہلے خدا نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا اور نہ ہی روح کے پھونکے جانے سے پہلے فرشتوں نے
سجدہ کیا۔ مگر جونہی اس بشر کے جسد خاکی میں روح پڑی فرشتے فوراً سجدے میں گر پڑے۔
مگر جب دوسری آیات میں اس واقعہ کو بیان کیا تو بشر کے جسم کو ٹھیک ٹھاک
کرنے اور اس میں روح پھونکنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ دوٹوک الفاظ میں کہا کہ
''اذ قلنا للملائکۃ السجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ و
استکبر و کان من الکافرین'' (البقرہ 34)
اور جب ہم نے فرشتوں سے یہ کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے ہی تو سجدہ کیا مگر
ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے خود کو آدم علیہ السلام سے بڑا اور افضل سمجھا اور کافروں میں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سے ہو گیا۔

یہی بات خداوند تعالیٰ نے سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 11 میں کہی کہ ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا لیکن اس آیت سے آگے ایک نئی بات جو خدا نے کہی وہ یہ ہے کہ خدا نے اس سے کہا۔

"قال مامنعک الاتسجد اذ امرتک قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین" (الاعراف 12)

خدا نے اس سے پوچھا کہ تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روک دیا۔ جب کہ میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اوا سکو مٹی سے۔

خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں واضح طور پر یہ کہا ہے کہ **اذ امرتک** جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ حالانکہ سجدہ کے حکم میں خطاب صرف ملائکہ سے ہے **"اذ قال ربک للملائکة السجدو لادم"** اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ یعنی اس حکم میں ابلیس کا ذکر نہیں ہے پھر خدا نے یہ کیسے کہا کہ **اذ امرتک** جبکہ میں نے تجھے سجدہ کا حکم دیا تھا تو ابلیس کو یہ حکم صرف اسی صورت میں بنتا ہے کہ ملائکہ کو اسکا ہادی تسلیم کیا جائے اور ان پر ایمان لانے کی صورت میں ان کو دیئے گئے حکم کا اطلاق **"قالو اسمعنا و اطعنا"** کی طرح ہو یعنی اس کا کام یہ ہے کہ وہ اس حکم پر جو ہادی کو دیا گیا **"سمعنا و اطعنا** کی طرح"

سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 61 میں بھی یہی بیان ہوا ہے کہ جب ہم نے فرشتوں کو آدم کے لئے سجدہ کا حکم دیا تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور اس نے کہا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے خلق کیا ہے اور سورہ الکھف کی آیت نمبر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

50 میں بھی یہی کہا گیا ہے۔لیکن بیان پر وضاحت کے نکتہ نظر سے ایک نئی بات کہی گئی ہے کہ

"کان من الجن ففسق عن امر ربہ" (الکہف 50)

یعنی وہ قوم جن سے تھا اس لئے اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی۔اور جن چونکہ مکلف ہوتے ہیں اور وہ ہادیان دین پر ایمان لا کر جو حکم انہیں ملتا ہے اس پر وہ عمل کرتے ہیں جس کی کچھ تفصیل آگے چل کر بیان ہو گئی۔یہاں پر اتنا عرض کرنا ہے کہ فرشتوں کو وحی کے ذریعہ جو حکم ملا تھا۔وہ ان پر ایمان لانے والوں پر بھی لاگو تھا۔اور یہ بات کہ وہ قوم جن سے تھا اس لئے اس نے نافرمانی کی اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جن ہوں یا انسان چونکہ انہیں عقل و شعور کے ساتھ ارادہ و اختیار کا مالک بنایا ہے اور دونوں ہی خواہشات نفسانی بھی رکھتے ہیں لہذا وہ جو عمل کرتے ہیں وہ اپنے ارادہ واختیار سے کرتے ہیں اور خواہشات نفسانی انہیں نافرمانی پر آمادہ کر سکتی ہے۔

ایک اور بات جو یہاں پر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ سورہ ص اور سورہ الحجر میں جب بشر کی خلقت کا اعلان کیا تو اس میں روح کے پھونکنے کے بعد سجدہ کا حکم دیا لیکن۔سورہ البقرہ آیت نمبر 34، سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 61، سورہ الکہف آیت نمبر 50، سورہ الاعراف آیت نمبر 11 اور سورہ۔۔۔کی آیت نمبر 116 میں واضح طور پر یہ کہا کہ ہم نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو۔

اس سے ثابت ہوا کہ نہ صرف اس روح کا نام عالم ارواح میں ہی آدم رکھ دیا گیا تھا بلکہ تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین کا نام عالم ارواح میں ہی رکھ دیا گیا تھا جو انبیاء علیھم السلام کے میثاق سے ثابت ہے جس میں ان انبیاء کا نام لے کر کہا گیا ہے کہ ہم نے ان سے میثاق لیا۔لہذا انبیاء ورسل اور ہادیان دین کا تعارف کرانے کے لئے جب آدم علیہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

السلام کو ان کے نام تعلیم کئے تو ضرور اس طرح سے تعلیم کئے ہو نگے کہ اے آدم یہ ادریس ہیں، یہ نوح ہیں، یہ ابراہیم ہیں، یہ موسیٰ ہیں، یہ عیسیٰ ہیں اور یہ محمد مصطفےٰ ہیں، اور چونکہ فرشتوں کو نہ نام بتلائے گئے تھے نہ نام والے دکھلائے گئے تھے۔ لہذا وہ کیا بتلائے سوائے لا علم لنا الا ما علمتنا کہنے کے، پھر خدا نے حضرت آدم کو حکم دے کر فرشتوں سے انکا تعارف کرایا اور آدم نے انہیں بتلایا۔ کہ یہ نوح ہیں، یہ ابراہیم ہیں، یہ موسیٰ ہیں اور یہ عیسیٰ ہیں اور یہ محمد مصطفےٰ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ایک اور بات جو یہاں پر خاص طور پر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ عالم ارواح کے عہد و میثاق سے لیکر آدم کے جنت سے باہر جانے تک اور پھر میدان محشر میں ان انبیاء و رسل کے لئے جن کاموں کا بیان ہوا ہے وہ اسطرح ہے۔ کہ جب عالم ارواح میں انبیاء و رسل سے عہد و پیمان لیا تو وہ یہ تھا کہ وہ اس کے بندوں تک اس کے احکام پہنچائیں گے اور اپنے تمام بندوں سے یہ عہد لیا کہ جب انبیاء و رسل تمہارے پاس آئیں اور تمہیں میرے احکام پڑھ کر سنائیں تو تم ان پر ایمان لانا انکی پیروی کرنا اور میری نافرمانی نہ کرنا اور عمل صالح بجالانا۔

اور جب آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر بھیجا تو اس وقت فرمایا کہ اب میرے پاس سے تمہیں ہدایت پہنچا کریگی پس جو نافرمانی نہ کریگا اور عمل صالح بجالائیگا اسے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن وملال۔

اور روز محشر بھی سب انسان اور جنوں سے وہ یہی سوال کریگا کہ کیا تمہارے پاس میرے بھیجے ہوئے رسول نہیں آئے اور میرے احکام انہوں نے تمہیں نہ پہنچائے تھے اور تمہیں اس دن سے نہیں ڈرایا تھا۔ تو سب کے سب اس بات کا اقرار کرینگے۔

سالم قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ انبیاء و رسل اور ہادیان دن کا کام کیا تھا اور

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

انکے لئے خلق کرنے، رزق دینے، زندہ کرنے یا موت دینے یا نظام کائنات چلانے کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن ان انبیاء و رسل اور ہادیان دین کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی اِمتیں ان انبیاء و رسل اور ہادیان دین کے لئے ان کاموں کی ان کے لئے قائل ہو گئیں۔ جو ان کے ذمہ ہی نہیں گئے تھے۔ اور نہ ہی وہ اپنی زندگی میں یہ کام کرتے تھے۔ اور نہ ہی اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد کرتے ہیں۔ جو کام ان کے سپرد تھا وہ ان سے حاصل نہیں کرتے جو کام خود اُنکے ذمہ لگایا تھا اسے پورا نہیں کرتے۔ ہم یہودیوں اور عیسائیوں اور دوسرے گمراہ مذاہب کو کیا کہیں۔ شیعہ جیسا پاک و پاکیزہ مذہب رکھنے والوں کو صوفیہ و مفوضہ اور شیخیہ اس حد تک لے آئے ہیں کہ بہت سے سادہ لوح شیعہ عوام یہ بات بڑی عقیدت کے ساتھ کہتے یں کہ مولا علی کا دیا ہو سب کچھ ہے مولا علی دیتے ہیں یا پنجتن پاک دیتے ہیں۔ یا پنجتن پاک کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ جو کچھ انہوں نے ہدایت کے عنوان سے دیا ہے وہ لیتا کوئی نہیں اور جو کام خدا نے انکو سپرد ہی نہیں کیا اسے کہتے ہیں وہ انہوں نے دیا ہے۔ حالانکہ جو ایسا کہتے ہیں خدا نے اسے قرآن مجید کی اکثر آیات میں مشرک کہا ہے۔ اور ائمہ اطہار نے خود انہیں مشرک قرار دیا ہے۔ یہ تمام باتیں اعلان خلقت آدمؑ اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم کے ذیل میں ضمناً آئی ہیں اب ہم اس سے آگے عنوان کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

ابلیس کے بارے میں کچھ باتوں کی تحقیق

قرآن کے مقابلہ میں اور کون ہے جس کی باتوں کو کچھ بھی وزن دیا جا سکے؟

قرآن کہتا ہے کہ

"کان من الجن ففسق عن امر ربہ" (الکھف 51)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

"وہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی"

اس آیت میں "ففسق" کا "فا" فائے تفریع ہے۔ یعنی اس نے اس وجہ سے نا فرمانی کی کیونکہ وہ قوم جن سے تھا۔ اور جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں، دونوں کو ایک ہی آیت میں یکساں طور پر مکلّف ٹھرایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا "**وما خلقت الجن والانس الا یعبدون**" اور نہیں پیدا کیا ہے میں نے جنوں اور انسانوں کو لیکن اپنی عبادت کے لئے"

یعنی دونوں کی غرض خلقت ایک ہے اور دونوں ہی یکساں طور پر مکلّف ہیں۔ اور دونوں ہی عقل و شعور اور ارادہ و اختیار کے ساتھ خواہشات نفسانی کے مالک ہیں۔ اور کسی بھی امر و نہی پر عمل کرنے اور نہ کرنے کا یکساں طور پر اختیار رکھتے ہیں۔

اور سورہ الکہف کی آیت نمبر 50 "**ففسق عن امر ربه**" میں اور سورہ الاعراف کی آیت نمبر 12 "**قال مامنعک الا تسجد اذ امرتک**" میں دلیل ہے اس بات کی کہ اس کو خدا نے حکم دیا تھا، اور اسکو یہ حکم ملائکہ کے حکم کے ماتحت تھا۔ جس طرح ہر نبی کو اور آنحضرت کو جو بھی حکم شرع ہوتا تھا وہ ہر ایمان لانے والے تمام لوگوں پر بھی نافذ ہوتا تھا۔

اسی طرح فرشتوں کو جو حکم دیا گیا تھا۔ وہ ان پر ایمان لانے والوں پر بھی لاگو تھا۔ چاہے وہ ایک ہی فرد ہو۔ لہذا سجدہ آدم کے لئے گو خدا نے خطاب تو فرشتوں سے ہی کیا تھا۔ لیکن اس سے ان پر ایمان لانے والے بھی مراد تھے اور اسی لئے ابلیس کے انکار پر خدا نے یہ کہا کہ "**مامنعک لا تسجد اذ امرتک**"

جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو پھر تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا۔

اس سوال کا جواب ابلیس نے جو کچھ بھی دیا وہ قرآن میں خدا نے مختلف الفاظ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ سورہ الاعراف میں اسکا جواب اسطرح بیان ہوا۔

"قال انا خیر منه خلقتنی من نارو خلقته من طین "(لاعراف 12)

اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اور سورہ الحجر میں جہاں خدا نے یہ فرمایا تھا کہ میں آدم" کو خمیر دیئے ہوئے سڑے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر کھن کھن بولنے لگے پیدا کرونگا۔ وہاں اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ۔

"قال لم اکن لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حمامسنون"
(الحجر 33)

اس نے کہا کہ میں ایسا گیا گذرا تو ہوں نہیں کہ ایک ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے جو سوکھ کر کھن کھن بولنے لگے۔

اور سورہ بنی اسرائیل میں حکم سجدہ پر اس کے انکار پر جو اسکا جواب لکھا ہے وہ اسطرح ہے

"قال ءاسجد لمن خلقت طینا قال اریتک هذا لذی کرمت علی لان اخرتنی الی یوم القیامة لا حتنکن ذریته الا قلیلاً" (بنی اسرائیل 61-62)

اس نے کہا کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس نے کہا کہ بھلا دیکھو تو سہی کیا یہی ہے وہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اگر تو مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے تو میں (دعوے کے ساتھ کہتا ہوں یہ بات کہ) قدرے قلیل کے سوا اس کی ساری نسل کی جڑیں کاٹتا رہونگا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اس آیت میں "ارءیتک ھذا الذی کرمت علی" کے الفاظ اس بات کی نشاندہی

کرتے ہیں کہ اعلان خلافت کے بعد اس نے یہ یقین کر لیا تھا کہ رب انہی کو زمین میں ان

فرشتوں کا جانشین بنایا جائیگا۔ مگر جب اسے معلوم ہوا کہ اسے نہیں بلکہ ایک اور مخلوق زمین پر

فرشتوں سے کار ہدایت انجام دینے کا چارج لینے کے لئے آرہی ہے تو وہ بھڑک اٹھا

یہ بات یہاں بھی قابل غور ہے کہ یہ سارے سوال جواب اس طرز کے ہیں جیسا

کہ بالمشافہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مکالمہ اور سوال و جواب ہو رہے ہوں۔ لیکن

جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں نہ اسکو یہ حکم براہ راست تھا۔ نہ اسکا جواب براہ راست

تھا۔ بلکہ یہ حکم فرشتوں کو تھا وحی کی صورت میں، اور اسکو حکم تھا انکا پیرو ہونے کی حیثیت میں

اور عجب نہیں کہ یہ حکم اس کو ہوا اور فرشتوں کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس کے یہ

جواب دو طرح سے ہو سکتے ہیں۔ یا تو اس نے یہ جواب زبان سے ہی دیئے ہوں۔ یا دل ہی

دل میں کہا ہو۔ جہاں تک زبان سے جواب دینے کا تعلق ہے تو ہر دفعہ سوال کے مطابق

مختلف نوعیت کا جواب یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس نے یہ باتیں زبان سے نہیں کہیں۔ بلکہ حکم سجدہ

پر سجدہ نہ کرنے کے لئے اس کے دل میں جو بات پیدا ہوئی اسے عالم بذات الصدور نے

جان لیا لہٰذا خدا نے اس کے دل کی بات کو حکم سجدہ میں واضع الفاظ کے مطابق بیان کیا۔ یعنی

اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میری بجائے اسکو کیوں بنایا؟ اس بات کو خدا نے ان

الفاظ میں بیان کیا" ھذا الذی کرمت علی" کہ یہ ہے وہ جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی

ہے؟ اسی طرح ہر بات کا جواب خدا نے سوال کے مطابق بیان کیا۔

بہر حال اس نے یہ باتیں زبان سے کہی ہوں یا دل ہی دل میں۔ یہ تو سجدہ نہ

کرنے کی وجہ بتلائی گئی ہے۔ جو بات عمل میں آئی وہ یہ ہے کہ اس کے سجدہ نہ کرنے سے خدا

نے اسے جنت سے نکل جانے کا حکم دیدیا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

لیکن جنت سے نکلنے کا حکم سنتے ہی اس نے مہلت کی درخواست کردی۔ قرآن کریم میں خدا کی طرف سے ابلیس کے لئے جنت سے نکلنے کا حکم اور اسکی طرف سے مہلت کی درخواست کا بیان بھی کئی طرح سے آیا ہے۔ سورہ اعراف میں ہے

"قال فاهبط منها فما يكون لك ان تتكبر فيها فاخرج انك من الصاغرين. قال انظرني الى يوم يبعثون قال انك من المنظرين" (الاعراف 13 تا 15)

خدا نے فرمایا تجھ کو یہ غرور ہے تو یہاں جنت سے چلا جا۔ کیونکہ تیری یہ مجال نہیں ہے کہ تو یہاں رہ کر غرور کرے تو یہاں سے نکل جا بیشک تو ذلیل لوگوں میں سے ہے اس نے کہا کہ تو مجھے اس دن تک کی مہلت دیدے جس دن سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائینگے فرمایا اچھا تجھے مہلت دی جاتی ہے۔

اور سورہ الحجر میں اس بات کو اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ اس کے انکار سجدہ کے بعد خدا نے یہ فرمایا کہ

"قال فاخرج منها فانك رجيم وان عليك لعنتي الى يوم الدين قال رب فانظرني الى يوم يبعثون قال فانك من المنظرين الى يوم الوقت المعلوم" (الحجر 35 تا 38)

خدا نے فرمایا۔ جا نکل جا یہاں (جنت) سے دور ہو جا بیشک تو مردود ہے اور یقیناً روز جزا تک میری پھٹکار تجھ پر برسا کرے گی۔ اس نے کہا اے میرے پروردگار تو مجھے روز جزا تک کی مہلت دیدے ارشاد رب العزت ہوا کہ میں تجھے ایک وقت معلوم تک کی مہلت دیتا ہوں۔

مذکورہ آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ابلیس کو جونہی جنت سے نکل

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

جانے کا حکم دیا اس نے فوراً ہی مہلت کی درخواست کردی ۔ جو خدا نے منظور کر لی ۔ اور قرآن کریم میں اس قصہ سے متعلق جتنی آیات آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کی طرف سے بہکانے کے سلسلہ میں جتنے چیلنج بیان ہوتے ہیں وہ سب مہلت کے ملنے کے بعد پر دلالت کرتے ہیں

چنانچہ سورہ الاعراف میں تو اس طرح بیان ہوا ہے کہ اس نے مہلت کے ملنے کے بعد کیا کہ۔

"قال رب بما اغویتنی لاقعدن لھم صراتک المستقیم" (الاعراف 17)

اس نے کہا کہ بارالہا جس کی خاطر تو نے مجھے راندہ درگاہ ہونے کا حکم دیا ہے میں بھی ضرور انکو صراط مستقیم سے روکنے کے لئے راستے میں بیٹھ جاؤنگا۔

اور سورہ الحجر میں اسی چیلنج کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

"قال رب بما اغو یتی لازینن لھم فی الارض و لاغو ینھم اجمعین الا عبارک منھم المخلصین" (الحجر 39- 40)

ابلیس نے کہا اے میرے پروردگار تو نے جن کے سبب سے مجھے راندہ درگاہ کیا ہے میں بھی اُس میں بری باتوں کو انکے سامنے سجا کر پیش کرونگا۔ اور باطل کو حق کے لباس میں جلوہ دیکر بیان کرونگا۔ اور تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو ہی گمراہ کر کے رہونگا۔ اور سورہ ص میں اسطرح سے بیان ہوا کہ اس نے جنت سے نکلنے کا حکم سننے کے بعد کہا کہ۔

"قال رب فانظرنی الیٰ یوم یبعثون قال فانک من المنظرین الیٰ یوم الوقت المعلوم قال فبعر تک لا اغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین " (ص 79 تا 83)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ابلیس نے کہا پالنے والے تو مجھے اس دن تک کی مہلت دیدے جب تو مردوں کو دوبارہ زندہ کریگا ارشاد رب العزت ہوا۔ یقیناً طور پر تجھے وقت معلوم کے دن تک کی مہلت دیتا ہوں۔ (مہلت کی بات سنتے ہی) اس نے کہا اے میرے پروردگار تیرے عزت وجلال کی قسم ہے تیرے مخلص بندوں کے سوا میں ضرور ضرور آدمؑ کی ساری ہی اولاد کو بہکا لونگا۔

یہ آیات اور دوسری تمام آیات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ابلیس نے بہشت سے نکلنے کا حکم سنتے ہی خدا کے حضور میں مہلت کی درخواست کردی۔ اور خدا نے اس کی درخواست کو ایک وقت معلوم کے دن تک مہلت کی صورت میں منظور کرلیا۔ تو اس وقت اس نے آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو بہکانے کے لئے چیلنج کیا۔

مہلت کی التماس میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اس نے کس بات کی مہلت مانگی اور خدا نے اسے کس بات کی مہلت دی۔ لیکن چونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کو توبہ کرنے اور استغفار کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے۔ لہذا اسکو بھی توبہ کرنے اور استغفار کرنے کے لئے ہی مہلت دی تھی۔ لیکن یہ مہلت چونکہ اتنی نہیں تھی جتنی اس نے مانگی تھی یعنی روز قیامت تک، لہذا مہلت کا وقت معین کردیا کہ یہ مہلت الی یوم الوقت المعلوم ہے اور وہ وقت معلوم ہر ایک کی موت کا دن ہے۔

بہر حال جب اسکو مہلت مل گئی تو اس وقت اس نے آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو بہکانے کا چیلنج کیا خداوند تعالیٰ نے انسانوں کو بھی اس کے گناہوں اور اپنی نافرمانیوں پر اسی طرح سے مہلت اور ڈھیل دی ہوئی ہے ورنہ تو وہ خدا کی ایک ہی نافرمانی میں سزا کا مستحق بن جاتا ہے اس مہلت میں چاہے وہ ابلیس کی طرح پوری طرح شیطان بن جائے یا آدم علیہ السلام کی طرح توبہ اور استغفار کرکے خدا کا منظور نظر بن جائے

ابلیس کے لئے بھی یہ موقع تو موجود تھا کہ وہ بھی اس مہلت سے فائدہ اٹھا سکتا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

تھا۔ اور توبہ کا راستہ اختیار کر سکتا تھا۔ اور حکم خدا پر آدم کے لئے سجدہ نہ کرنے پر خدا کی ناراضگی کو دیکھتے ہوئے اپنے گناہ کی بخشش کے لئے التجا کر سکتا تھا۔ مگر اس نے مہلت سے غلط فائدہ اٹھایا اور شیطانیت کا راستہ اختیار کیا۔

ابلیس کے چیلنج کے جواب میں خدا کا بیان

خداوند تعالیٰ نے ابلیس کی طرف سے آدم علیہ السلام کی اولاد کو بہکانے کے چیلنج کے جواب میں جتنے جواب دیئے وہ اسطرح ہیں کہ سورہ الحجر میں ارشاد ہوا۔

"ان عبادی لیس لک علیھم سلطان الامن اتبعک من الضالین ان جھنم لمو عدھم اجمعین" (الحجر 42,43)

میرے مخلص بندوں پر تو غالب نہ آسکے گا مگر ہاں گمراہوں میں سے جو تیری پیروی کرے (اس پر تیرا وار چل جائیگا) اور (ہاں یہ بھی یاد رہے کہ) ان سب کے واسطے آخری وعدہ جہنم ہے۔

اور بنی اسرائیل میں اسطرح فرمایا کہ

"قال اذھب فمن تبعک منھم فان جھنم جزائو کم جراءً موفوراً و استفز زمن استطعت منھم لصونک و اجلب علیھم بخلیک و رجلک و شارکھم فی الامورل و الاولاد .وعدھم و مایعد ھم الشیطین الاغروراً،ان عبادی لبس لک علیھم سلطان و کفی بربک وکیلا" (بنی اسرائیل 63 تا 65)

خدا نے کہا اچھا جا ان میں سے جو شخص تیری پیروی کریگا تو تم سب کی سزا جہنم ہے۔ اور وہ پوری پوری سزا ہوگی اور ان میں سے جسے تو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بہکا سکتا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہے بہکا۔اوراپنے (مکراورحیلوں کے لشکر) سواراور پیادے سب سے چڑھائی کراوران کے ساتھ مال اوراولاد میں ساجھا کرئے۔اوران سے خوب جھوٹے وعدے کر۔اورشیطان ان سے جوبھی وعدہ کرتا ہے وہ دھوکہ کے سوا کچھ ہوتا ہی نہیں ہے۔ بیشک جومیرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا بس اورزورنہیں چل سکتا۔اورکارسازی میں تیرا پروردگارکافی ہے۔

بہرحال مذکورہ آیات اور دوسری بہت سی آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس کے جواب میں بس یہی کہا کہ جوتیری پیروی کریگا تو تیری بھی اور جوتیرے بہکائے میں آئینگے انکی بھی سزا جہنم ہے۔لیکن تیرا میرے خاص بندوں پرکوئی زورنہ چلیگا۔ اور تجھے ان پر غلبہ کرنے کی طاقت نہیں دی گئی ہے۔مگر جوخود ہی تیرے بہکائے میں آجائیں تووہ اپنی بدبختی کے خودہی ذمہ دارہونگے۔

اس بات کو سورہ سب میں اسطرح سے بیان کیا ہے۔

"ولقد صدق علیھم ابلیس ظنه فاتبعود الا فربقاً من المومنین و ما کان له علیھم من سلطان الا لنعلم من یو من بالاخرقممن ...منھا فی شک و ربک علی کلی شئی حفیظ" (سورۃ سب۔ 20-21)

اپنے ظن وگمان اورخیال کوسچ کردکھایا۔کیونکہ ایمان لانے والوں میں سے ایک فرقے کے سواسب ہی لوگوں نے اسکی پیروی اختیارکرلی۔حالانکہ شیطان کاان لوگوں کے اوپرکوئی غلبہ اورکچھ تسلط نہیں تھا(اگرہم چاہتے توہم اس کوایسا کرنے سے بازرکھ سکتے تھے) مگر(ہم نے ایسا اس لئے نہ کیا کہ) ہم(اس کے ذریعہ) یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ لوگوں میں سے روزآخرت پر ایمان کون رکھتا ہے اورکون ان میں سے(روزآخرت کے بارے میں)شک میں پڑا ہے۔اورتمہاراپروردگارتوہر چیز کانگران ہے۔

اس کاواضح مطلب یہ ہوا کہ جوروزآخرت پرحقیقتاًاوریقینی طور پرایمان رکھتا ہو

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

گا۔ وہ شیطان کے بہکائے میں نہیں آئیگا۔ کیونکہ اس کے بہکائے میں آنے کی سزا آخرت میں ہی ملے گی۔

پس اب تک کے بیان سے یہ ثابت ہوا کہ خدا نے ابلیس کو مہلت توبہ کے لئے ہی دی تھی مگر اس نے توبہ واستغفار کی مہلت سے صحیح فائدہ نہ اٹھایا اور شیطانیت پر تل گیا۔ لیکن اس کے باوجود اسکو کوئی غلبہ اور تسلط نہ دیا تھا۔ لہذا جو اسکے بہکائے میں آتے اسکی سزا جہنم قرار دی اور اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ھادی بھیجے اب یہ انسان کی مرضی واختیار میں ہے، خواہ خدا کے بھیجے ہوئے ہادیوں کی پیروی کرے خواہ شیطان کا پیرو بن جائے۔

آدم علیہ السلام کو جنت میں سکونت کا حکم

آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے اور ابلیس کے انکار سجدہ پر اس سے پوچھ گچھ کرنے اور اس کو جنت سے نکل جانے کا حکم دینے کے بعد اسکی درخواست پر اسے مہلت دیدینے اور اسکی طرف سے بہکانے کا چیلنج کرنے پر اس کو جواب دینے اور حضرت آدم علیہ السلام کو یہ جتانے کے بعد کہ یہ (شیطان) تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے کہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ چھوڑے۔ آدم علیہ السلام کو فرمایا

"و قلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة و کلا منها رغداً حیث شئتما ولا تقربا هٰذه الشجرة فتکونا من الظالمین" (البقرہ 35)

اور ہم نے آدم سے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ یہاں جنت میں ہی آرام کرو۔ اور جہاں سے تم دونوں کا دل چاہے خوب مزے سے کھاؤ (پیو) مگر اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ تم خود ہی اپنا آپ نقصان کرلو گے آدم علیہ السلام کے جنت میں ہی ٹھہرنے اور آرام کرنے والی بات قرآن میں کئی جگہ آئی ہے۔ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 35

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کے علاوہ سورہ الاعراف میں بھی اس طرح آیا ہے۔

"حیث شئتما ولا تقربا ھذہ الشجرہ فتکونا من الظالمین"

(الاعراف 19)

اور اے آدم تم اور تمہاری زوجہ دونوں یہیں جنت میں ہی آرام کرو اور جہاں سے تم دونوں کا دل چاہیے کھاؤ (پیو) اور (دیکھنا) اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم خود اپنا آپ ہی نقصان کرلو گے۔

مذکورہ دونوں آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جس مقام پر خلعت خلقت پہنایا گیا۔ وہ قطعہ ارضی پر ہی کوئی سرسبز و شاداب باغ تھا۔ یہیں پر وہ فرشتے رہتے ہوئے مصروف عبادت تھے۔ یہیں پر ابلیس فرشتوں کے ساتھ مصروف عبادت تھا۔ یہیں پر فرشتوں کو آدم کے لئے سجدہ کا حکم ہوا۔ یہیں پر ابلیس نے انکار کی صورت میں وہ کچھ کہا جو بیان ہوا۔

یعنی آدم علیہ السلام کہیں باہر سے اس جنت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انہوں نے اسی جنت میں خلق ہونے کے بعد آنکھ کھولی تھی۔ چنانچہ تفسیر برھان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعدد روایات میں یہ آیا ہے کہ جس جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو ٹھہرایا گیا تھا۔ وہ جنت آخرت نہ تھی۔ بلکہ جنت دنیا تھی۔ جس میں شمس وقمر طلوع کرتے تھے اگر جنت آخرت ہوتی تو اس سے تو قطعاً نہ نکلتے۔ (تفسیر در نجف ص 105 بحوالہ تفسیر برھان)

آیت کے الفاظ بھی یہی بتلاتے ہیں کہ آدم علیہ السلام جنت میں باہر سے داخل نہیں ہوئے تھے۔ اگر جنت میں باہر سے داخل ہوئے تو ادخلوا کہا جاتا یعنی تم دونوں کے دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جیسا کہ آخرت میں خدا اہل جنت سے فرمائے گا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

"اد خلو الجنته لا خوف علیکم و لا انتم تحزنون "(الاعراف 49)

ان سے کہا گیا کہ بے تکلف جنت میں داخل ہو جاؤ یہاں پر نہ تمہیں کوئی خوف ہو

گا اور نہ ہی تم رنجیدہ خاطر ہو گے۔ اور سورہ الفجر میں اس طرح آیا ہے۔

"فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی " (الفجر 29)

(اے نفس مطمئن) تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں

داخل ہو جا۔

لیکن آدم علیہ السلام سے فرمایا "یا آدم اسکن انت وزوجک

الجنته" اے آدم تم یہیں جنت میں ہی آرام کرو۔

حضرت آدم کے جسم ارضی عنصری میں روح پھونکے جانے کے بعد کا معاملہ اور

حالات حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں روح کے پھونکے جانے کے بعد جیسا معلوم

ہوتا۔ جیسا کہ انسان کے جسم کی ماں کے رحم میں تکمیل ہو جانے کے بعد اس میں روح پھونکی

جاتی ہے اور روح کے پھونکے جانے کے بعد تقریباً چار پانچ مہینے وہ رحم کے ماحول میں ہی

جہاں اسکی تخلیق ہوتی ہے۔ پرورش پاتا ہے۔ اور جب تمام اعضاء و جوارح مکمل ہو جاتے

ہیں اور باہر کے ماحول اور فضا کی سختی کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو انسان کا

بچہ تقریباً 9 مہینے کے بعد زمین کی فضا میں قدم رکھتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ناساز گار بات

ہو جائے تو بعض اوقات وہ نو مہینے پورے رحم مادر کی جنت میں نہیں رہتا اور کوئی چھ ماہ بعد،

کوئی سات ماہ بعد، کوئی آٹھ ماہ بعد ماں کے پیٹ کی جنت سے جہاں وہ قدرت کی عطا

کردہ غذا سے بہرہ اندوز ہو رہا ہوتا ہے۔ دنیا کی فضا میں باہر آ جاتا ہے اور روئے زمین پر

قدم رکھتا ہے اگر چہ وہ ماں کے پیٹ کی جنت میں رہتے ہوئے بھی زمین پر ہی تھا۔

آدم علیہ السلام کی جسد عنصری میں روح کے پھونکے جانے کے بعد بھی کچھ ایسا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہی معاملہ ہوا کہ آدم علیہ السلام کے جسد عنصری میں روح پھونکنے کے بعد انکو کچھ عرصہ، اسی جنت ارضی میں جس میں انکی تخلیق ہوئی تھی۔ آرام کرنے کو کہا گیا۔ اور وہ ناسازگار حالات بھی ان کو بتلا دیئے گئے جن کی وجہ سے انہیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔ چونکہ وہ ناسازگار حالات واقع ہو گئے لہذا آدم علیہ السلام کو روح کے پھونکے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد اس جنت ارضی سے باہر نکلنا پڑ گیا۔

یہ مثال ہم نے اس لئے دی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں یہ فرمایا ہے کہ شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلایا اور جس حالت میں وہ تھے اس میں انہیں نہ رہنے دیا۔

آدم علیہ السلام کا معاملہ شکم مادر میں خلق کیے جانے والے بچے سے کچھ مختلف ضرور تھا۔ آدم علیہ السلام اور حوا کو پورے قد کاٹھ کے ساتھ اور پوری قوت و طاقت کے ساتھ پیدا کیا تھا۔ اور رحم مادر کی بجائے زمین کے اوپر ہی ایک سرسبز وشاداب باغ کے اندر خلق کیا گیا تھا جہاں کھانے پینے کی ہر چیز موجود تھی اور درختوں کی گھنی چھاؤں دھوپ کی تمازت سے بچاتی تھی۔ خدا نے چاہا کہ آدم ابھی تازہ وارد ہیں لہذا کچھ عرصہ یہیں اسی باغ میں آرام کریں۔ اور جس طرح کوئی میزبان اپنے مہمان کی مہمانداری میں کہتا ہے کہ یہاں تمہارے راحت و آرام کی ہر چیز موجود ہے۔ جہاں چاہے چلو پھرو جو کچھ چاہو کھاؤ پیو۔ لیکن اس مکان میں کسی جگہ بجلی کی ننگی تاریں گذر رہی ہوں تو وہ میزبان اپنے مہمان کو اس امر سے آگاہ کریگا اور اسے یہ بتلائیگا کہ دیکھو اس تار کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ تم خود اپنا نقصان کرلو گے۔

حضرت آدم کو اس درخت کے پاس جانے سے منع کرنا اسی قسم کے نقصان سے آگاہ کرنے کی اطلاع تھی۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

حضرت آدمؑ پر جنت میں کیا گذری؟

خداوند تعالیٰ نے سورہ طہ میں اس آگاہی کی حقیقت اور جو نقصان ہوگا اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"ولقد عهدنا الی آدم من قبل فنسی ولم یجدله عظماً واذ قلنا للملائکة اسجدو الآدم فسجدو ا الا ابلیس ابیٰ فقلنا یا آدم ان هذا عدولک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنة فتشقی ان لک الا تجوع فیها و لا تعریٰ و انک الا تظمئو فیها و لا تضحیٰ فو سوس الیه الشیطان .قال یا آدم هل ادلک علی شجرة الخلد و ملک لایتلافا کلا منها فبدت لهما سواتهما و طفقا یخصفن علیهما من ورق الجنة و عصی آدم ربه فغویٰ ثم اجتبه ربه و هدیٰ" (طہ 115 تا 122)

اور ہم نے آدم علیہ السلام سے پہلے یہ عہد لے لیا تھا (کہ اس درخت کے پاس نہ جانا) مگر انہیں یہ بات یاد ہی نہ رہی اور ہم نے ان میں عزم و ثبات نہ پایا۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کر دیا تو ہم نے (آدم سے اسی وقت) کہہ دیا تھا کہ اے آدمؑ یہ (ابلیس) یقینی طور پر تمہارا بھی دشمن ہے اور تمہاری بیوی کا بھی دشمن ہے یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا ہی نہ چھوڑے تو تم دنیا کی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ بیشک یہاں (جنت میں) تمہیں یہ آرام ہے کہ نہ تم یہاں بھوکے رہو گے اور نہ ہی ننگے اور نہ یہاں پیاسے رہو گے۔ اور نہ ہی دھوپ کھاؤ گے۔ مگر شیطان نے ان کے دل میں اس بات کا وسوسہ ڈالا اور یہ کہا کے اے آدم کیا میں تمہیں ہمیشگی کی زندگی کا درخت اور وہ سلطنت بتا دوں جسے کبھی زوال نہ ہو۔ چنانچہ (اس کے کہنے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

میں آ کر) دونوں میاں بیوی نے اس میں سے کچھ کھالیا (اسے کھاتے ہی) ان کے پوشیدہ اعضاء ان پر ظاہر ہو گئے۔ اور وہ دونوں جنت کے (درختوں کے) پتوں سے اپنے پوشیدہ مقامات کو ڈھانپنے لگے اور آدم نے اپنے رب کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ اور نقصان اٹھایا۔ اس کے بعد ان کے پروردگار نے ان کا اچھے کیا انکو مجتبےٰ بنایا اور ان پر مہربانی کی اور ہدایت کا آغاز کردیا۔

اور سورہ الاعراف میں اسی واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے

"فوسوس لهما الشيطن ليبدى لهما ماورى عنهما من سواتهما وقال ما لهكما ربكما عن هذه الشجره الا ان تكونا مليكن اوتكونا من الخالدين و قاسمها انى لكما لمن الناصحيين .فد لهما بغرور. فلما ذاقا الشجره بدت لهما سواتهما و طفقا يخصفن عليهما من ورق الجنة و نادا هما ربهما الم انهكما عن يحكما الشجره و اقل لكما ان الشيطين لكما عدو مبين قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرين .قال اهبطوا بعضكم لبعض عدود لكم فى الارض مستقر و متاع الىٰ حين" (الاعراف 20 تا 24)

پھر شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ دلایا۔ تا کہ جو کچھ ان کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ انکی ستر سے اسکو ان پر ظاہر کردے۔ کہنے لگا کہ تمہارے پروردگار نے تم دونوں کو اس درخت کا پھل کھانے سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ مبادا تم دونوں فرشتے بن جاؤ۔ یا ہمیشہ تم جنت میں ہی رہنے لگو۔ اور ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں کہ میں یقینی طور پر تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ غرض دھوکے سے ان دونوں کو اس کے کھانے کی طرف مائل کردیا۔ پس جونہی ان دونوں نے اس درخت کے پھل کو چکھا۔ ان دونوں پر انکے ستر (شرمگاہیں) ظاہر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہو گئیں ۔اور وہ لگے جنت کے (درختوں) کے پتوں سے اپنے آپ کوڈھاپنے ۔تب ان کے پروردگار نے ان کوآواز دی کہ کیوں ۔میں نے تم دونوں کواس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور کیاتم کو یہ جتا نہیں دیا تھا کہ شیطان یقینی طور پر تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے؟ ان دونوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار یہ تو ہم نے خود ہی اپنے آپنا آپ نقصان کرلیا۔اور اگر تو ہمیں معاف نہ کریگا اور ہم پر رحم نہ فرمائیگا۔تو ہم تو بالکل ہی گھاٹے میں رہ جائینگے ۔حکم ہو کہ تم سب (میاں بیوی اور شیطان) سب کے سب یہاں سے چلے جاؤ۔تم میں بعض بعض کا دشمن رہیگا اور ایک خاص وقت تک تمہارا زمین میں ٹھہراؤ اور زندگی کا سامان ہے۔

اور سورہ البقرہ میں اس واقعہ کواس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ۔

"فاز لھما الشیطن فاخر جھما مما کان فیہ و وقلنا اھبطوا یعفکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر و مناع الی حین. فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم قلنا اھبطوا منھا جمیعاً فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کفروا و کذبوا بایتنا او لئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون".

(البقرہ 36 تا 39)

شیطان نے ان دونوں کو پھسلایا اور جس حالت میں وہ تھے اس میں ان کو نہ رہنے دیا اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب کے سب یہاں سے چلے جاؤ۔تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے ۔اور ایک مدت تک تمہارے لئے زمین میں ہی ٹھکانا ہے۔اور سرمایہ حیات ہے پس آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے ۔(جن سے) خدا نے انکی توبہ قبول کرلی۔ بیشک وہ بڑا ہی توبہ کا قبول کرنے والا ہےاور رحم کرنے والا ہےہم نے ان سے کہا کہ اب تم

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سب کے سب (آدم وحوا و ابلیس) یہاں سے چلے جاؤ۔ اب ضروری طور پر میری طرف سے تمہیں ہدایت پہنچا کرے گی۔ تو جو تم میں سے میری ہدایت کی پیروی کریگا تو اسے نہ تو کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی حزن وملال ہوگا۔ اور جولوگ کفر اختیار کرینگے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہی لوگ جہنم کے حقدار ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

سورہ طٰہ، سورہ الاعراف، اور سورہ البقرہ کی مذکورہ آیات میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت آدمؑ کو جنت میں آرام کرنے لے لئے کہنے کے ساتھ ہی یہ بتلا دیا تھا کہ اس درخت کے پاس جانے سے تمہیں نقصان ہوگا۔ اور ابلیس کے بارے میں اسکی طرف اشارہ قریب ''ھذا'' کے ذریعہ یہ بتلا دیا تھا کہ یہ تمہارا دشمن ہے۔ یہ تمہیں جنت سے نکلوانے کی کوشش کریگا۔ جنت میں رہتے ہوئے جو آرام ہے اسکو بھی وضاحت کے ساتھ بیان کردیا تھا۔ کہ تم یہاں بھوکے نہ رہو گے۔ ہر چیز کھانے اور پینے کی موجود ہے۔ جہاں سے چاہو کھاؤ پیو، نہ تو تم یہاں خود کو ننگا محسوس کرو گے نہ تم یہاں پیاسے رہو گے۔ اور نہ ہی دھوپ کی تمازت سے تکلیف اٹھاؤ گے۔ اور جنت سے نکلنے کے بعد یہ سب راحت و آرام اور یہ سب چیزیں حاصل کرنے کے لئے تمہیں خود مشقت کرنا پڑیگی۔

جو شخص انجینئر پڑھا ہوا ہے وہ اس فارمولے سے اچھی طرح واقف ہے کہ اگر ا برابر ہو ب کے اور ب برابر ہو ج کے اور ج برابر ہو د کے تو ا بھی د کے برابر ہوگا۔ یعنی خدا نے یہ بتلایا تھا کہ اس درخت کے کھانے سے نقصان ہوگا۔ اور وہ نقصان یہ ہو گا کہ تم پر تمہاری شرمگاہیں ظاہر ہو جائینگی یعنی تمہیں یہ تمیز پیدا ہو جائیگی کہ تم ننگے ہو اور جب تم کو یہ تمیز پیدا ہو جائیگی کہ تم ننگے ہو تو تم کو یہاں سے نکلنا پڑے گا۔ اور یہ ابلیس تم دونوں کا دشمن ہے یہ تم دونوں کو اس حالت سے باہر نکال کر یعنی بچے کی معصومیت کی کیفیت ختم کرا کے تمہیں یہاں سے نکلوانے کی کوشش کریگا۔ اور شیطان نے یہی کام کیا جیسا کہ ارشاد ہوا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہے۔

"فاز لهما الشيطان منها فاخرجهما مما كان فيه" (البقره 36)

یعنی شیطان نے ان دونوں کو ڈگمگا دیا اور دونوں کو اس حالت سے نکال دیا جس حالت میں وہ تھے۔

یہاں پر نافرمانی والی بات کوئی نہیں تھی۔ خدا نے آدم علیہ السلام کو اس درخت کی تاثیر بتلادی تھی اور وہ تاثیر اس درخت کی یہ تھی کہ تم اس حالت سے نکل جاؤ گے، یہ حالت ان معصوم ننھے منے بچوں کی ہوتی ہے جو آپس میں کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ ننگے ہیں، یہ جنت کا لباس ہر بچہ پہن کر اس دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ رفتہ رفتہ جب وہ اس دنیا کی غذائیں کھانے لگتا ہے تو پھر وہ ننگے ہونے کی صورت میں شرم محسوس کرتا ہے۔ اور آدم علیہ السلام نے اور انکی اولاد نے بہر حال اس زمین کو آباد کرنا تھا۔ لہذا انہیں ایک وقت باہر آنا ہی تھا لہذا وہ اس وقت تک کے لئے جنت میں رکھے گئے تھے کہ کچھ شعور آجائے کچھ توانائی حاصل کرلیں ابھی نئے نئے عالم وجود میں آئے ہیں کچھ عرصہ آرام کرلیں۔ مگر شیطان نے انہیں کچھ عرصہ بھی تو جنت میں آرام نہ کرنے دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے جسم میں زوال آفتاب کے بعد روح پھونکی گئی اور غروب آفتاب سے پہلے جنت سے باہر آگئے۔ یعنی حضرت آدم کو جنت کی چیزوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ہی نہ آنے دیا۔ اور فوراً ہی ان کے پاس پہنچ گیا۔ اور جب وہ اپنا کام کرچکا جسکی تفصیل اوپر قرآنی آیات سے بیان ہو چکی تو خداوند تعالیٰ نے سب کو بیک وقت ایک ساتھ حکم دیا کہ۔

"اهبطوا بعضكم لبعض عدو ، ولكم فى الارض مستقر و متاع الى حين"

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خدا نے کہا کہ تم سب کے سب ابلیس بھی اور آدم بھی اور حوا بھی یہاں سے چلے جاؤ۔ اب تمہارے سب کے لئے ایک وقت خاص تک زمین میں ہی ٹھکانا ہے اور سرمایہ حیات ہے۔

جس طرح ابلیس نے پہلی دفعہ نکلنے کا حکم سنکر مہلت کی درخواست کردی تھی اور یہ کہا تھا کہ "رب الظرنی الیٰ یوم یبعثون" اسی طرح آدم علیہ السلام نے جنت سے نکلنے کا فرمان سنتے ہی اللہ سے رجوع کیا جیسا کہ ارشاد ہوا "فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم" (البقرہ 3)

پس آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات (توبہ واستغفار کے لئے) سیکھے (جن کے پڑھتے ہی) اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی بیشک وہ بڑا ہی توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔

یہاں پر ایک بات خاص طور پر قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے اھبطوا جمع کا قبضہ استعمال کیا یعنی آدم وحوا و ابلیس اس سے ثابت ہوا کہ ابلیس مہلت سننے کی وجہ سے باہر نہیں نکالا گیا تھا۔ بلکہ وہیں جنت میں موجود تھا۔ اور وہ تمام روایات اسرائیلیات سے لی گئی ہیں اُن میں یہ کہا گیا ہے کہ خدا نے ابلیس کو جنت سے نکال دیا تھا گو وہ آدمؑ کو بہکانے لئے سانپ کے منہ میں بیٹھ کر گیا اور اس سانپ کو مور لے کر گیا۔

کیا کوئی صحیح الدماغ شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ خدا کے اسے جنت سے نکالنے کے بعد وہ سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گھس جائے اور جنت کا مور ہی اس سانپ کو جنت میں پہنچانے کی خدمت انجام دے۔ اگر کوئی یوں چوری چھپے جنت میں گھسنے لگے تو خدا کی وہ جنت کبھی کی پامال ہو جاتی کیونکہ جن جو اس سے پہلے سرکشی پر اترے ہوئے تھے نقب لگاتے رہتے۔

لیکن اصل بات یہی ہے کہ اس نے پہلی مرتبہ جن اسے خدا نے جنت سے نکلنے کا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

حکم دیا تو اس نے فوراً مہلت کی درخواست کردی، جو خدا نے منظور کرلی لیکن وہ بھی جنت میں کچھ زیادہ دیر نہیں ٹھہرا پس اتنا کہ آدم علیہ السلام کو اس درخت کا پھل کھانے پر مائل کرے اس کے بعد تینوں کو ایک ساتھ حکم ہو گیا۔ یعنی جب آدم وحوا کو جنت سے باہر چلے جانے کا حکم ہوا تو ابلیس کو بھی ساتھ ہی جانے کا حکم ہو گیا تا کہ وہ اپنی دشمنی اولاد آدم کے ساتھ زمین پر رہتے ہوئے نکالے۔ لیکن اس موقع پر آدم علیہ السلام نے جنت سے نکلنے سے پہلے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے جن کے پڑھنے سے اللہ نے انکی توبہ کو قبول کرلیا۔ اور وہ بڑا ہی توبہ کا قبول کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آدم نے فوراً ہی توبہ کرلی اور معافی کے طلبگار ہو گئے اور خدا نے بھی انکی توبہ کو قبول کرلیا اور ان پر مہربانی کی رحم کردیا۔ اور وہ بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ تو پھر توبہ قبول کر اور معافی دیکر رحم کا اعلان کر کے جنت سے جانے کا حکم کیوں دیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ جنت انکے لئے دائمی رہائش گاہ نہیں تھی۔ وہاں پر وہ عارضی طور پر کچھ عرصہ آرام کرنے کے لئے ٹھرائے گئے تھے۔ اگر اس درخت کا پھل نہ کھاتے تو یہ عارضی عرصہ کچھ زیادہ ہوسکتا تھا۔ مگر اس درخت کا پھل کھانے سے اسکا جو لازمی اثر تھا وہ مرتب ہوا۔ آدم کو اور حوا کو اس درخت کا پھل کھانے کے جرم کی سزا کے طور پر باہر نہیں نکالا گیا۔ بلکہ اس درخت کا پھل کھانے کا جو نتیجہ ہوتا تھا۔ اور جو آدمؑ کو پہلے ہی بتلا دیا گیا تھا۔ وہ نتیجہ ظاہر ہو کر رہا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک جگہ ابلیس کو نکلنے کا حکم ہے "فاخرج منھا" ہے دوسری جگہ آدم اور حوا صرف دونوں کو جنت سے چلے جانے کا حکم ہے "قال اھبکا منھا" اور تیسری جگہ سب کو جنت سے چلے جانے کا حکم ہے "قلنا اھبطوا منھا جمیعاً فاما یا تینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون"

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یعنی ہم نے ان سب (آدم وحوا وابلیس) کو یہ حکم دیا کہ تم سب کے سب یہاں جنت سے چلے جاؤ۔اب تمہارے پاس ضروری طور پر میری طرف سے ہدایت پہنچا کریگی تو جوتم میں سے میری ہدایت کی پیروی کریگا تو اسے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن و ملال ہوگا اور جولوگ کفر اختیار کرینگے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے تو وہی لوگ جہنمی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہینگے۔

یہ آیات واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آدم جنت سے باہر آنے کے بعد دارالعمل میں وارد ہوئے اس سے پہلے وہ دارالعمل میں نہ تھے۔اور خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت اور شرعی احکام کی پیروی کرنے والوں کو خوف اور حزن و ملال نہ ہونے اور کفر اختیار کرنے والوں اور آیات خداوندی کو جھٹلانے والوں کے لئے جہنم کی سزا کا سلسلہ آدم کے جنت سے باہر آنے سے شروع ہوتا ہے۔اور یہ ہدایت اور احکام شریعت نہ صرف آدم وحوا اور ابلیس کیلئے ہونگے بلکہ انکی اولاد کے لئے بھی ہونگے اور جنوں کیلئے بھی ہونگے۔

بیشک آدم علیہ السلام عالم ارواح میں منصب نبوت کیلئے چن لئے گئے تھے، اور سورہ آل عمران میں بیان کردہ انبیاء کے اصطفیٰ کی فہرست میں سرفہرست حضرت آدم ہی کا نام ہے ان اللہ اصطفیٰ "آدم و نوحا ..." لہذا وہ جنت میں جتنا عرصہ بھی رہے اس وقت وہ اصطفیٰ کی سند اور مصطفائی کا سرٹیفکیٹ رکھتے تھے لیکن وہ اس وقت نہ تو مکلّف تھے اور نہ ہی مجتبیٰ تھے۔انکو تکلیف شرعی، ہدایت کا سلسلہ اور ہادی کا مرتبہ جنت سے باہر آنے کے بعد شروع ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا۔

"ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ فھدی"

پھر انکے رب نے انکو مرتبہ ہدایت پر فائز کیا انکو مجتبیٰ بنایا انکے اوپر مہربانی فرمائی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور انکو ہدایت اور احکام شریعت پہنچانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

اسی طرح ہر نبی ورسول وامام کا اصطفٰے تو عالم ارواح میں ہوا اور وہ سب کے سب اس عالم دنیا میں، آنے سے پہلے مصطفٰے تھے اور انکی پیدائش کے دن سے ہی خدا نے انکی ہدایت و تعلیم و تربیت و نگرانی و نگہبانی کا سلسلہ شروع کر دیا اور ہر نبی اپنی پیدائش کے بعد مرتبہ اجتبٰے پر فائز ہوا۔

ہم نے اپنی کتاب ولایت قرآن کی نظر میں یہ ثابت کیا ہے کہ اجتبٰے کا مرتبہ اصطفٰے کے بعد آتا ہے اور کوئی فرد بشر مجتبٰے نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ پہلے سے مصطفٰے نہ ہو۔

اور خدا جنکا اجتبٰے کرتا ہے، جنکو مجتبٰے بناتا ہے وہ ہر آن خدا کی نگرانی، اسکی حفاظت، اسکی نگہداشت اور اس کے اوپر ہدایت انتہا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی چھوٹا بڑا گناہ نہیں کرتا اور وہ حتماً معصوم ہوتا ہے، ہم نے اصطفٰے اور مجتبٰے کے معنی کی تحقیق اور تفصیلی بیان اپنی کتاب ولایت قرآن کی نظر میں پیش کیا ہے۔ انبیاء ورسل اور ہادیان دین کی عصمت کو سمجھنے کے لئے ان دونوں الفاظ کے معنی کی معرفت ضروری ہے کیونکہ ان دونوں الفاظ کے علاوہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین کی عصمت پر اس سے بڑی دلیل اور کوئی نہیں ہے۔

راغب اصفہانی کا یہ کہنا کہ اجتبٰے کا مرتبہ اصطفٰے کے بعد ہے یعنی کوئی شخص مجتبٰے نہیں بن سکتا ہے جب تک کہ وہ مصطفٰے نہ ہو اور خداوند تعالیٰ نے اقرار ربوبیت کے وقت تمام ارواح بنی آدم میں سے ارواح انبیاء ورسل اور ہادیان دین کو انکی قابلیت و صلاحیت و استعداد کے مطابق قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی انکو نبوت کے لئے منتخب کر لیا جن میں نبوت کے ساتھ رسالت کی بھی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی انکو نبوت ورسالت دونوں مناصب کے لئے منتخب کر لیا۔ اور جن میں نبوت و رسالت کے ساتھ فریضہ امامت کے قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی انکوان تینوں مناصب کے لئے منتخب کر لیا۔ اور ختم نبوت کے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بعد دین کے کامل ہو جانے پر دین کے قیام اور شریعت کی حفاظت کے لئے جن ارواح میں امامت کی قابلیت وصلاحیت واستعداد تھی انہیں امامت کے منصب کے لئے منتخب کیا اور ان تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے چناؤ اور انتخاب کے ساتھ ہی ان کے نام بھی خود ہی رکھے اور جب فرشتوں کو ان انبیاء ورسل اور ہادیان دین اور محبت ھائے خداوندی کے تعارف کا وقت آیا تو ان سب کے نام پورے تعارف کے ساتھ آدم علیہ السلام کو تعلیم کئے کہ یہ ادریس ہیں یہ نوح ہیں یہ ابراہیم ہیں یہ موسیٰ ہیں یہ عیسےٰ ہیں یہ محمد مصطفےٰ ہیں وغیرہ وغیرہ اور پھر آدم علیہ السلام کو خدا کے ارشاد کے مطابق فرشتوں کو تعارف کرنے کا حکم دیا۔

انبیاء ورسل اور ہادیان دین اور اس کے مصطفےٰ بندوں کی قابلیت وصلاحیت و استعداد میں سے ایک یہ ہے کہ جب خدا انہیں وحی کرتا ہے تو وہ پہچان لیتے ہیں کہ یہ وحی خدا ہے اور اس کا مطلب سمجھ لیتے ہیں پس ہر نبی عالم ارواح سے ہی مرتبہ نبوت پر فائز ہو کر آیا تھا اور یہی مطلب ہے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کا جو آپ نے کسی سائل کے پوچھنے پر دیا تھا کہ آپ کب سے نبی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ "کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین" میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے یعنی ابھی آدم علیہ السلام کا وجود ارضی جسمانی پایہ تکمیل کو نہ پہنچا تھا اور اس سے پہلے عالم ارواح ہی ہے جس میں سب انبیاء کا انتخاب ہو چکا تھا اور اس پر آل عمران کی آیت "ان اللہ اصطفےٰ آدم" شاھد ہے یعنی خود آدم علیہ السلام بھی اس وقت نبوت کے لئے منتخب ہو چکے تھے۔ اور آنحضرتؐ کا یہ ارشاد دوسرے انبیاء کے اس وقت نبی ہونے کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ شیاطین شیخیہ احقانیہ کویت کے خناس ہمارے منبروں پر بیٹھ کر بیان کرتے ہیں۔ بہر حال تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین مصطفےٰ عالم ارواح سے ہی تھے۔ اور اجتبےٰ اس دنیا میں قدم رکھنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین اپنے پیدائش کے دن سے ہی خدا کی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

نگہداشت، نگران، ہدایت اور تعلیم وتربیت میں ہوتے ہیں چنانچہ تمام انبیاء وسل اور ہادیان دین کے اجتبیٰ پر سورہ انعام کی یہ آیت شاھد ہے "و اجتبنا هم و هدینا هم الیٰ صراط مستقیم" (الانعام 87)

اور ہم نے ان کو اپنی نگرانی میں لے لیا انکا اجتبیٰ کیا اور انہیں صراط مستقیم پر گامزن رھنے کے لئے ہدایت کرتے رہے۔

یہ اجتبیٰ ہی ہے جو انبیاء ورسل اور ہادیان دین کو معصوم رکھتی ہے اور انکا جزو نہیں ہوتی یہ خدا کا لطف ہوتا ہے اسکی عنایت ومہربانی ہوتی ہے اسکا انعام ہوتا ہے یہ عصمت بھی معصومین علیھم السلام کی ذات کا جزو لاینفک نہیں ہوتی بلکہ علیحدہ سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے لئے ہمارے سامنے خدا نے قرآن میں مثالیں بیان کی ہیں ایک مثال ان میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے جہاں کہ وہ فرمایا ہے کہ "ولقد همت به و هم بهالو لاان راء برهان ربه (یوسف 24)

زلیخا نے تو انکے ساتھ برا ارادہ کر ہی لیا تھا۔ اور اگر یوسف بھی اپنے پروردگار کی دلیلیں نہ دیکھ چکے ہوتے تو وہ بھی قصد کر بیٹھتے

یہ عین وقت پر دلیل سے برھان سے اشاروں سے کتابوں اور ہدایت کے دوسرے طریقوں سے لغزش سے بچالیتا ہے یہی اجتبیٰ ہے۔

دوسری مثال حضرت یونس کی ہے یہ سورہ کی آیت نمبر 39 کی رو سے رسول تھے جیسا کہ فرمایا۔ "ان یونس لمن المرسلین" بیشک یونس ضرور ضرور ہمارے رسولوں میں سے تھے اور سورہ الانعام کی آیت نمبر 8 کی رو سے جو پہلے نقل ہو چکی تمام انبیاء ورسل کا خدا نے اجتبیٰ کیا اور صراط مستقیم پر چلتے رہنے کی ہدایت کرتا رہا۔

لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت یونس اپنی قوم سے غصہ ہو کر اور غضبناک ہو کر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

انہیں چھوڑ کر چل دیئے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔ "وذا النون اذ ذھب مغاضباً فظن ان لن نقدر علیہ فنادیٰ فی الظلمات لا الہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظالمین" (انبیاء۔ 87)

اس آیت کا دو طرح سے ترجمہ کیا جاتا ہے ایک ترجمہ تو یہ ہے کہ "اور مچھلی والے جو جب چلا گیا غصہ ہو کر پھر سمجھا کہ ہم پکڑ نہ سکیں گے اس کو پھر پکارا ان اندھیروں میں کہ کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گنہگاروں سے" (ترجمہ شیخ مولانا محمود حسن)

دوسرا ترجمہ اس طرح سے ہے۔

اور یونس کو یاد کرو جب کہ غصہ میں آ کر چلتے ہوئے اور یہ خیال کیا کہ ہم روزی تنگ نہ کرینگے۔ (تو ہم نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا) تو گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھبرا کہ چلا اٹھا کہ پرودگار تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک و پاکیزہ ہے۔ بیشک میں گنہگار ہوں (ترجمہ مولانا فرمان علی)

ان دونوں ترجموں میں جو بنیادی فرق ہے وہ یہ ہے کہ مولانا محمود حسین نے "ان لن تقدر علیہ" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "پھر سمجھا کہ ہم پکڑ نہ سکیں گے" "نقدر" قدرت نہ پا سکنے کے معنی میں ہے اس لئے انہوں نے ترجمہ پکڑ نہ سکیں گے کیا اور مولانا فرمان علی نے یہ سمجھتے ہوئے کہ حضرت یونس ایسا گمان نہیں کر سکتے تھے لہذا انہوں نے "ان لن نقدر علیہ" کا ترجمہ یہ کیا کہ "اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی کو تنگ نہ کرینگے" پہلے ترجمہ میں "فظن" جس کا لفظی ترجمہ "پس گمان کیا اس نے" ہے۔ پہلے نے یہ کہا کہ پھر سمجھا دوسرے نے کہا کہ اور یہ خیال کیا کہ۔

لیکن اگر سباق وسیاق کلام اور حالات و واقعات پر غور کیا جائے تو نہ تو حضرت

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یونس نے یہ گمان کیا تھا کہ خدا انہیں پکڑ سکے گا۔ نہ یہ سمجھا تھا کہ خدا انہیں پکڑ نہ سکے گا۔ نہ یہ خیال کیا تھا کہ خدا ان پر روزی کو تنگ نہ کریگا۔ دراصل یہ گمان یہ خیال اور یہ سمجھنا جو کچھ بھی کہا جائے حضرت یونس نے کیا ہی نہ تھا۔ بلکہ وہ خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ لوگ شرک اور کفر و بت پرستی سے باز نہ آتے تھے۔ لہذا انہوں نے ان کے لئے عذاب کی بددعا کی اور جب انکی قوم عذاب سے بچ گئی اور محفوظ رہ گئی تو اس بات پر بہت غضبناک ہوئے کہ یہ لوگ سب کے سب عذاب سے ہلاک کیوں نہ ہوئے لہذا غصہ میں آ کر اپنی قوم کو چھوڑ کر چل دیئے اور صبر نہ کیا لہذا خدا نے ان کے غضبناک ہو کر چل دینے کے بارے میں خود اپنی طرف سے یہ کہا ہے کہ وہ اس طرح غصہ میں آ کر چل دیئے جیسا کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائینگے اسکی مثال یوں سمجھئے کہ اگر کسی آقا کا غلام موقع پا کر فرار کر جائے اور کافی عرصہ چھپتا پھرتا رہے لیکن آخر ایک دن اپنے آقا کے ہاتھ لگ جائے تو اسکا آقا اسے یہ کہنے کہ تو نے یہ گمان کر لیا تھا کہ تو ہمارے ہاتھ ہی نہیں آئیگا حالانکہ اس نے کچھ بھی گمان نہ کیا تھا بس نکل بھاگنے کی ترکیب کی تھی اس طرح حضرت یونس اپنی قوم پر غضبناک ہوئے بہت غصہ میں آئے لہذا خدا نے انکو نفس کے حوالہ کر دیا اور ہدایت واجتبے ے ذریعہ خبردار نہ کیا اور نہ روکا انبیاء ورسل اور ہادیان دین اپنی اپنی قوموں اور امتوں سے ایذائیں اٹھاتے تھے۔ پیغمبر گرامی اسلامؐ سے زیادہ اور کس کو اذیتیں اٹھانی پڑی ہونگی انکی ذات پر بھی ظلم وستم ہوتے تھے اور مسلمانوں پر ظلم وستم کی بالواسطہ طریقہ سے بھی اذیت پہنچتی تھی۔ طائف کے سفر میں اتنی سنگ باری ہوئی کہ جسم لہولہان ہو گیا۔ لیکن رحمت عالم کے زبان مبارک پر یہ حکمات جاری تھے کہ " **الھم اھد قومی انھم لا یعلمون**"

یا اللہ میری قوم کو ہدایت دے انہیں میری شان کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے اس غصہ کے عالم میں ہر کسی کا دل کرتا ہے اور خواہش ہوتی ہے کہ انکا بیڑا غرق ہو ان پر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

عذاب نازل ہوتو فطری طور پر پیغمبر گرامی اسلام کو بھی ان اذیتوں پر غصہ تو آتا ہوگا۔لیکن برآن خدا کی نگہداشت کی وجہ سے صبر کرتے تھے جسکے لئے قدرت کی طرف سے تلقین ہوتی رہتی تھی۔جیسا سورۃ القلم میں آیا ہے کہ "فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادی وھو مکظوم .لو لاان تدرکه نعمة من ربه لنذ بالعراء و ھو مذموم فاجتبه ربه و جعله من الصالحین" (القلم 48 تا 50)

"اے رسول تم اپنے رب کے حکم کے لئے صبر (سے انتظار) کرو اور مچھلی والے (یونس) کی طرح نہ ہو جاؤ، جب اس نے پکارا تو وہ غصہ سے بھرا ہوا تھا۔اگر تمہارے رب کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی جنگل میں ڈال دیئے جاتے تو ان کا برا حال ہوتا تو ان کے پروردگار نے ان کو برگزیدہ کیا انکا اجتبٰے کیا اور انکو مجتبٰے بنا کر نیکوکاروں میں سے قرار دیا۔

حضرت یونس پہلے بھی مجتبٰے تھے یعنی برآن خدا کی زیر ہدایت زیر نگہداشت تھے لیکن چونکہ ان کو اپنی قوم پر غصہ تھا وہ چاہتے تھے کہ انکی قوم پر عذاب نازل ہو لہذا وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر غصہ کے عالم میں چل دیئے اور خدا نے بھی انہیں نہ روکا نہ صبر کرنے کی تلقین کی بلکہ ان کے نفس کے حوالے کر دیا کہ اچھا اپنے غصہ میں جہاں جاتا ہے چلے جاؤ۔"

سورہ القلم کی ان آیات میں جہاں حضرت یونس سے غصہ کے اظہار کے بعد اپنے اجتبٰے اٹھا کر انہیں انکے نفس کے حوالہ کرنے کا بیان ہے وہاں پیغمبر کرامؐ کو صبر کی تلقین کر کے یہ بتلایا جا رہا ہے کہ تم مچھلی والے یونس کی طرح نہ ہو۔یہ تلقین، غصہ، ہر صبر کرنے اور غضبناک نہ ہونے، اور ضبط سے کام لینے کی ہدایت بھی اجتبٰے ہے۔

سورہ الاحقاف میں بھی اسی قسم کی تلقین پیغمبر اکرمؐ کے لئے ملتی ہے جہاں ارشاد ہوا۔

"فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل ولا تستعجل لھم"

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

(الاحقاف 35)

اے رسول جس طرح اولوا العزم پیغمبر صبر کرتے رہے تم بھی صبر کرو اور ان پر عذاب کے جلدی نازل ہونے کی خواہش نہ کرو۔

اجتبٰے کے معنی و مطلب و مراد کو سمجھانے والی ایک اور آیت سورہ بنی اسرائیل میں اسطرح آئی ہے۔

"ولو لا ان ثبتنک لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلا. اذا لاذقنک ضعف الحیواۃ و ضعف الممات ثم لا تجد لک علینا نصیراً"

(بنی اسرائیل 75,74)

اے رسول اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے، تو ضرور تم بھی ذرا سا تھوڑا بہت انکی طرف جھکنے ہی لگتے اور اگر تم ایسا کرتے تو اس وقت ہم تم کو زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی دہرے دہرے عذاب کا مزہ چکھاتے۔

اس آیت میں "ولولا ان ثبتنٰک" اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے (اجتبٰے کا مطلب واضح کرنے کے لئے کافی ہے اور بعد میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ اس لئے واقع ہی نہیں ہوا، چونکہ خدا نے ہر وقت سنبھال لیا ایسی بات نہ ہونے دی۔ یہی اجتبٰے ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر عیاسی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا۔ فرمایا کہ فتح مکہ کے دن جناب رسول خداؐ نے کعبۃ اللہ اور مسجد الحرام سے بتوں کو نکلوا دیا۔ ایک بت کوہ مروہ پر تھا۔ قریش نے درخواست کی کہ اسے رہنے دیں پھر آنحضرتؐ نے اسے بھی توڑ دینے کا حکم دیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جس وقت سے یہ آیت نازل ہوئی جناب رسول خدا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

"اللهم لا تکلنی الیٰ نفسی طرفة عین ابداً"

اے اللہ مجھے ایک لمحہ بھر کے لئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کیجیو۔

اور تفسیر البیان میں حضرت ابن عباس سے اس طرح مروی ہے کہ

"هم بالظار تصبف بالاسلام حتیٰ یقبضو ام یهدی الهتهم ثم یسلمو افیها"

یعنی قبیلہ تصبف کو اسلام لانے کے لے اتنی مہلت دینے کا خیال آیا تھا کہ وہ اپنے بتوں پر چڑھائے ہوئے ھدایہ کو قبضے میں لے لیں اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"امتن الله تعالیٰ علی نبیه محمدؐ لو لا ان ثبته بلطفه ،و کثرة زواجره و تواتر نهیه لقد کاد برکن ، ای لیکن ،ویمل الی المشرکین قلیلاً علی ما یربدون" (تفسیر التبیان جلد 6 ص 506)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو یہ احسان یاد دلا رہا ہے کہ اگر وہ ان محمد مصطفےؐ کو اپنے رحم کرم سے اور بکثرت نہی اور متواتر اپنی وحی کے ذریعہ ثابت قدم نہ رکھتا۔ تو کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت مشرکین جو کچھ چاہتے تھے اسکی طرف مائل ہو جاتے۔

پھر اس سے اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں۔

"وقیل لما نزلت هذه الآیة قال النبیؐ اللهم لا تکلفی الیٰ نفسی طرفةعین" (التبیان جلد 6 ص 507)

کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت سے پیغمبر اکرمؐ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کرنا۔

یہی بات کہ مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کرنا اور اپنے لطف و کرم سے مجھے پر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

لغزش سے بچائے رکھنا اجتبٰی ہے۔

اور اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس طرح روایت ہے۔

"عن ابی یعفور قال سمعت ابا عبداللہ یقول وھو رافع یدہ الی اسماء رب لا تکلنی الی النبی طرفة عین ابداً لا اقل من ذالک و لا اکثر. قال فما کان یاسرع من ان تجدد الدموع من لحیتہ ثم اقبل علی فقال یا بن ابی یعفور ان یونس ابن متی و کلہ اللہ عزوجل الی نفسیہ اقل من طرفتہ عین فاحدث ذالک الذنب. قلت فبلغ کفراً. اصلحک اللہ قال لا. لاکن الموت علی تلک الحال ھلاک" (اصول کافی جلد 2 ص 577 حدیث نمبر 15)

ترجمہ مولانا ظفر حسن امروہوی

"ابن ابی یعفور نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے فرما رہے تھے۔ اے میرے رب میرے نفس کو آن واحد کے لئے بھی میرے اوپر نہ چھوڑنا۔ نہ کم مدت نہ زیادہ اس کے ساتھ ہی حضرت کے آنسو ریش مبارک کے چاروں طرف بہنے لگے پھر مجھ سے متوجہ ہو کر فرمایا اے ابن ابی یعفور یونس ابن متی کے نفس کو اللہ نے ان کے اوپر چھوڑ دیا تھا ان واحد کے لئے لہذا ان سے گناہ سرزد ہو گیا۔ میں نے کہا یہ بات تو کفر تک پہنچتی فرمایا نہیں۔ اگر فوراً توبہ نہ کرتے اور اسی حال میں مر جاتے تو ان کے لئے باعث ہلاکت ہوتا۔ مذکورہ آیت اور اس حدیث کے معنی میں اچھی طرح غور کرنے سے اجتبٰی کے معنی کے سمجھنے میں کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔

حضرت آدم علیہ السلام بھی یقیناً اللہ کے مصطفٰے بندوں میں سے تھے جس پر سورہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

آل عمران کی آیت نمبر 33 "ان الله اصطفیٰ آدم انح" شاھد ہے۔

لیکن وہ جنت میں رہتے ہوئے مجتبیٰ نہیں تھے۔

لیکن انہیں تو جنت میں آرام کرنے کا حکم دے کر اور ساری صورت حال سمجھا کر آزاد چھوڑ دیا گیا تھا اور ہم وقت نگرانی و ہدایت و رہنمائی کا آغاز نہ کیا تھا۔ انکو تکلیف شرعی اور اجتبیٰ کا مرتبہ جنت سے باہر آنے اور دارالعمل میں قدم رکھنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

جیسا کہ فرمایا "ثم اجتبٰہ ربه فتاب علیه فهدی" (طٰہ 122)

پھر ان کے رب نے انکو مجتبےٰ بنایا انکا اجتبیٰ کیا ان پر مہربانی کی اور ان کو ہدایت و رہنمائی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور ہم نے اپنی کتاب "ولایت قرآن کی نظر میں" یہ ثابت کیا ہے کہ اجتبیٰ کا مرتبہ اصطفیٰ کے بعد آتا ہے یعنی کوئی شخص مجتبےٰ نہیں بن سکتا جب تک وہ مصطفےٰ نہ ہو اور خدا جن کو مجتبےٰ بناتا ہے وہ ہر آن خدا کی نگرانی اسکی حفاظت اسکی نگہداشت اسکی ہدایت اور اسکی رہنمائی کے ماتحت رہتا ہے لہذا ایک لحہ کے لئے بھی کسی معاملہ میں لغزش نہیں کرتا اور کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ اس سے سرزد نہیں ہوتا اور وہ حتماً معصوم ہوتا ہے۔

آدم علیہ السلام کا جنت سے باہر آتے ہی یا دارالعمل میں قدم رکھتے ہی اجتبیٰ پر فائز ہونا اور ان کے لئے خدا کی طرف سے ہدایت و رہنمائی کا سلسلہ شروع ہونا یہ بتلاتا ہے کہ ہر نبی مصطفےٰ تو پہلے ہی ہوتا ہے لیکن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی وہ منزل اجتبیٰ پر فائز ہو جاتا ہے اور خدا کی طرف سے اسکی نگرانی و دیکھ بھال اور ہدایت و رہنمائی شروع ہو جاتی ہے لہذا ہر نبی پیدائش کے دن سے لیکر اپنی موت تک مجتبےٰ یعنی معصوم رہتا ہے۔

اور جنت میں رہتے ہوئے درخت کے پاس جانے سے منع کرنا حکم شرعی نہ تھا، بلکہ اپنے مہمان کو گھر میں موجود ایک نقصان دہ چیز سے آگاہ کرنے کی طرح تھا اسی لئے اس کے بارے میں "ولقد عھدنا الیٰ آدم من قبل" کا لفظ استعمال کیا یعنی آدم سے یہ وعدہ لیا یا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

آدم کو یہ بتلایا یا آدم کو اس بات سے آگاہ کیا کہ اس درخت کے پاس جاؤ گے تو نقصان اٹھالو گے۔ اور اس کے بعد فنسی کہا، جس کا لفظی ترجمہ "پس وہ بھول گیا" یا یاد نہ رہا ہے۔

اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ اگر درخت کے پاس جانے، یا اسے کھانے کی بات کے منع کرنے کو بھولنا سمجھا جائے تو یہ بات بنتی نہیں ہے۔ کیونکہ ابلیس نے انہیں ڈگمگانے یا وسوسہ ڈالنے سے پہلے خود کہا کہ خدا نے انہیں اس درخت کا پھل کھانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جائے۔ یا ہمیشہ ہمیشہ یہیں نہ رہنے لگ جاؤ۔ لہذا اس بات کو بھولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس درخت کے پاس جائے یا اس کا پھل کھانے سے خدا نے منع کیا ہے۔

البتہ یہ بات تو ماننی ہی پڑے گی کہ خدا نے یہ بتلا دیا تھا کہ یہ ابلیس تمہارا بھی تمہاری زوجہ کا بھی دشمن ہے لیکن اس کے قسم کھا کر یہ کہنے پر کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اسے اپنا خیر خواہ سمجھ لیا۔ پھر خدا نے یہ کہا تھا کہ اس کے نزدیک جانے سے تم نقصان اٹھالو گے اس کے باوجود اس کے یہ کہنے کا یقین کر لیا کہ اس کے کھانے سے تم فرشتہ بن جاؤ گے۔ یا ہمیشہ ہمیشہ اسی جنت میں رہو گے۔ یا ایسی سلطنت کے مالک بن جاؤ گے جسے کبھی زوال نہ ہوگا۔ یعنی کم از کم اس بات کا تو خیال نہ کیا کہ خدا نے یہ کہا کہ اس درخت کے قریب جانے سے تم خود اپنے اوپر ظلم کر لو گے۔ لہذا خدا نے بھی ان کے اس عمل کو "ولم نجد له عزماً" سے تعبیر کیا ہے۔

العزم والعزیمت کے معنی لغت میں کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا ہے "و عزمت علیه و اعتزمت" میں نے اس کام کو قطعی طور پر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ قرآن میں ہے "فاذا عزمت فتوکل علی الله" (الِ عمران۔ 159) جب کسی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کام کا عزم مصمم کرلو تو خدا پر بھروسہ رکھو گویا وہ اولوالعزم نبی ثابت نہ ہوئے۔ اولوالعزم نبی صرف پانچ ہیں نمبر 1 حضرت نوحؑ، نمبر 2 حضرت ابراہیمؑ، نمبر 3 حضرت موسیٰؑ، نمبر 4 حضرت عیسیٰؑ، نمبر 5 حضرت محمد مصطفیٰؐ۔

یعنی باقی تمام انبیاء اولوالعزم نہیں تھے۔ اولوالعزم ثابت نہ ہوئے۔ اسی بات کا خیال نہ رکھنے کو خدا نے "ونسی آدم ربہ فغویٰ" کہا یعنی آدم علیہ السلام نے اپنے رب کے کہنے کے مطابق عمل نہ کیا اور نقصان اٹھالیا۔ چونکہ آدم علیہ السلام دار تکلیف میں قیام پذیر نہیں تھے۔ اور انہیں وہاں پر موجود ایک ایسی چیز سے آگاہ کردیا گیا تھا کہ اگر تم اس کے قریب گئے تو نقصان اٹھالو گے۔ لہذا وہ نقصان اٹھالیا۔

اور جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ انکی شرمگاہیں ننگی ہیں تو انہیں شرم محسوس ہوئی اور جنت کے درختوں کے پتے توڑ توڑ کر اپنی شرمگاہوں کو ڈھاپنے لگے کہ آواز قدرت آئی۔ " الم انھکما عن تلکما الشجرہ واقل لکما ان الشطین لکم عدو مبین "

کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا۔ اور کیا میں نے تمہیں یہ بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تم دونوں کا دشمن ہے۔

آیت کا لہجہ بتلا رہا ہے کہ یہ حکم شرع کی طرح نہیں تھا بلکہ ایک ایسی چیز سے آگاہ کیا تھا جو انہیں نقصان پہنچائیگی۔

بہرحال یہ بات تو ہوگئی کہ اس درخت کا پھل بھی کھالیا۔ جس کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اور شیطان کو جسے خدا نے یہ کہا تھا کہ یہ تمہارا دشمن ہے اس کے قسم کھانے پر اعتبار کرکے اسے اپنا خیر خواہ سمجھ لیا۔

لہذا آدم علیہ السلام نے خدا کے اس خطاب کو سن کر یہ سمجھ لیا کہ یہ انہوں نے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اپنے اوپر خود ہی ظلم کرلیا ہے لہذا اس کے لئے انہوں نے فوری طور پر خدا سے رجوع کیا۔

"فتلقیٰ آدم من ربه کلمات فتاب علیه انه هو التواب الرحیم"

پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے (اور ان کلمات کے پڑھنے سے) اللہ نے انکی توبہ قبول کرلی اور اللہ توبہ کا بڑا ہی قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اب وہ کلمات کیا تھے اس بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ لیکن قرآن میں خدا نے ان کے جو الفاظ لکھے ہیں جس سے انکی توبہ قبول ہوئی وہ یہ ہیں۔

"ربنا ظلمنا انفسنا ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین" (الاعراف 23)

پالنے والے ہم نے تو خود ہی اپنے اوپر ظلم کرلیا ہے اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائیگا تو ہم تو بالکل ہی گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائینگے۔

حیات القلوب میں ایک حدیث سند صحیح کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اس طرح مروی ہے کہ۔

"بسند صحیح از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام منقول است کہ چوں حضرت آدم کعبہ ابنا کرد و طواف کعد بر دور کعبہ و گفت ہر عمل کنندۂ را مزدی ہست و من عمل کردہ ام پس وحی رسید باو کہ ای آدمؑ سوال کن۔ گفت خداوند گناہ مرا بیامرز وحی رسید باو کہ امرزیدہ شدی اے آدم، گفت ذریت مرانیز بعد ز من بیامرز وحی رسید باو کہ آے آدم ہر کہ از الشبان اقرار بگناہ خود کند چنانچہ تو کردی بیامرزم اورا"

ترجمہ:

صحیح سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے ,آپ نے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

فرمایا کہ جب حضرت آدم نے کعبہ کو تعبیر کیا اور کعبہ کے گرد طواف کیا تو فرمایا کہ ہر عمل کرنے والے کے لئے مزدوری ہوتی ہے۔اور میں نے یہ عمل کیا ہے پس انہیں وحی آئی کہ اے آدم سوال کرد۔مانگو کیا مانگتے ہو کہ خداوندا میرے گناہ کو بخش دے۔وحی الہٰی ہوئی کہ اے آدم تم بخش دیئے گئے ہو۔حضرت آدم نے فرمایا کہ میرے بعد ہونے والی ذریت کو بھی بخش دے۔وحی الہٰی ہوئی کہ اے آدم ان میں سے جو کوئی اپنے گناہ کا اقرار کریگا جیسا کہ تم نے کہا ہے میں اسکو بھی بخش دونگا۔

ہر چند کہ جنت میں رہتے ہوتے آدم علیہ السلام دنیا میں نہیں تھے۔لیکن خدا نے اس واقعہ میں جتنے الفاظ استعمال کئے وہ دنیا میں نہ ہونے کی وجہ سے اس اعتبار سے معنی دیتے ہیں۔لیکن وہی الفاظ جب دنیا میں استعمال کئے جاتے ہیں تو پھر ان کے معنی دنیا اور دارالعمل کے اعتبار سے ہوتے ہیں اور وہ الفاظ جو خدا نے اس واقعہ میں استعمال کئے وہ "عصیٰ آدم ربہ" بھی ہے۔یعنی اگر دنیا میں رہتے ہوئے کسی کے لئے یہ کہا جائے تو اس کے معنی یہ ہونگے۔کہ آدم نے اپنے رب کا گناہ کیا ایک لفظ "فنسی" کہا جس کے معنی ہیں "پس وہ بھول گیا" "غویٰ" کیا۔جس کے معنی میں "گمراہ ہو گیا" لیکن دنیا میں نہ ہونے کی وجہ سے "نقصان اٹھایا" ہوئے۔

بہر حال آدم علیہ السلام جب جنت سے باہر آئے تو ہادی بن کر آئے اور اجتنے کا تاج پہن کر آئے اور یہاں آنے کے بعد جزا و سزا کا آغاز ہوا۔

ایک اور لفظ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ خدا نے جو جنت سے باہر جانے کا حکم دیا اس کے الفاظ میں "فقلنا اهبطوا منها جميعاً" کہا یعنی تم سب کے سب (آدم حوا و ابلیس) یہاں سے چلے جاؤ۔ اهبطوا کے معنی چونکہ اترنا ہے لہذا اس کے لئے کہا گیا کہ وہ جنت آسمانوں میں تھی۔اور آدم علیہ السلام کو وہاں سے زمین پر پھینکا گیا۔ حالانکہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اھبطوا کے معنی کسی اعلیٰ اور اچھے مقام سے کسی ادنیٰ مقام کی طرف جانے کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن میں ہی حضرت موسیٰ کے واقعہ میں آیا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے یہ کہا کہ ہم صرف ایک ہی قسم کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ چیزیں جو زمین سے اگتی ہیں جیسے ساگ پات ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور لہسن اور مسور اور پیاز (من وسلویٰ کی جگہ) پیدا کرے۔ موسیٰ نے کہا کہ کیا تم ایسی چیز کو جو ہر طرح سے بہتر ہے ادنیٰ چیز سے بدلنا چاہتے ہو تو "اھبطوا مصراً فان لکم ما سالتم" (البقرہ 61)

تم کسی شہر میں چلے جاؤ وہاں تمہارے لئے جو تم نے مانگا ہے وہ سب موجود ہے۔

یہاں بھی اھبطوا کا لفظ ہے پس وہ جنت آسمانوں میں نہیں تھی بلکہ زمین میں ہی ایک باغ تھا جہاں راحت وآرام کا ہر قسم کا سامان موجود تھا۔ لہذا اس اعلیٰ مقام سے بے آب وگیاہ چٹیل زمین میں جانا اعلیٰ مقام سے ادنیٰ مقام کی طرف جانا تھا۔ پس اس لفظ کے تعلق سے حضرت آدم کو آسمانوں سے پھینکے جانے کی جتنی روایات ہیں وہ سب معنوی ہیں اور ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت آدمؑ کے بعد بنی آدم سے جنوں اور انسانوں کے مشترکہ ہادی آئے

قرآن کریم کے بہت سی آیات سے یہ بات ثابت ہے وہ جنوں کے پاس پہنچے تو جنوں میں سے ہی رسول اور ہادی آئے (سورہ الانعام 131) پھر فرشتوں کو ان کا ہادی بنا کر بھیجا جو حضرت آدم علیہ السلام کے ہادی بن کر آنے تک زمین پر کار ہدایت انجام دینے کے لیے موجود رہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر ہادی بن کر آنے کے وقت سے لیکر بنی آدم میں سے آنے والے آخری ہادی تک تمام ہادیان دین جنوں اور انسانوں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کے لئے مشترکہ ہادی تھے۔اور جنت سے چلے جانے کے حکم کے ساتھ ہی دونوں کو یہ بتلا دیا گیا تھا کہ اب تم دونوں یعنی جنوں اور انسانوں کے لئے مشترکہ ہادی ہوگا جیسا کہ ارشاد ہوا کہ

"قلنا اهبطوا منها جميعاً فاما يا تينكم منى هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولاهم يحزنون و الذين كفروا و كذبوابآياتنا اولئك لهم النار هم فيها خالدون"

ہم نے کہا اب تم سب کے سب (آدم وحوا و ابلیس) یہاں سے چلے جاؤ (اب تم سب کے پاس میری ہدایت پہنچا کریگی) پس اگر میرے پاس سے تمہارے لئے ہادی آئیں (تو تم سب کے سب ان پر ایمان بھی لانا اور انکی اطاعت بھی کرنا) پس جو کوئی میرے بھیجے ہوئے ہادیوں کی پیروی کریگا تو اسے (قیامت میں) نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن وملال ہوگا۔اور جو انکار کرینگے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے۔وہی جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہینگے۔

یہ آیات آدم وحوا و ابلیس کے جنت سے باہر آنے سے لیکر قیامت تک کے آنے والے جنوں اور انسانوں سے مخاطب ہیں۔اور بنی آدم اور بنی جان کے لئے ہدایت کی بات کرتے ہیں اور اس حقیقت کو خداوند تعالیٰ نے جنوں کی زبانی حکایتاً قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"و انا لما سمعنا الهدى آمنا به فمن يومن بربه فلا يخاف بخساً ولا رهقا(الجن 13)

"اور بیشک ہم نے جب بھی (کسی ھادی سے کوئی) ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے پھر جو کوئی اپنے رب پر ایمان لے آئے تو اسے نہ تو کسی نقصان کا خوف

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہوگا اور نہ ہی کسی عذاب کا“

ایک اور آیت میں خداوند تعالیٰ جنوں ہی کی زبانی حکایتاً اسطرح سے بیان فرمایا ہے۔

”و ان منا الصالحون ومنا دون ذالک کنا طرایق قددا“(الجن 11)

اور (ان جنوں نے یہ کہا کہ) بے شک ہم میں سے کچھ تو نیکوکار ہیں۔اور ہم ہی میں سے کچھ دوسری قسم کے ہیں ہم میں کئی طریقہ کے فرقے ہیں۔

جنوں کا یہ بیان پیغمبر گرامی اسلامؐ کے تشریف لانے سے پہلے زمانے سے متعلق ہے لیکن جب پیغمبر اکرمؐ تشریف لائے تو قوم جن کے کچھ افراد ان کے پاس بھی آئے اور ان سے قرآن سنا اور ایمان لائے چنانچہ خداوند تعالیٰ سورہ جن کی پہلی اور دوسری آیت میں پیغمبر اکرمؐ کو وحی کے ذریعہ خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ

” قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجباً یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احد“ (الجن 1،2)

اے رسول تم کہہ دو کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے کچھ لوگوں نے قرآن کو کان لگا کر سنا پھر یہ کہا کہ بیشک ہم نے ایک عجیب (پڑھنے کی کتاب) کو سنا ہے جو نیکی کی طرف ہدایت کرتی ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہ بنائینگے۔

سورہ الجن کے علاوہ سرہ الاحقاف میں بھی جنوں کی طرف سے بنی آدم سے آنے والے انبیاء و رسل اور ہادیان دین اور خدا کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لانے کا بیان ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ

”و اذصرفنا الیک نفر من الجن لیستمعون القرآن فلما حضروہ فالوا انصتوا فلما قفی ولوا الی قومھم منذرین قالوا یا قومنا انا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سمعنا كتابا انزل من بعد موسىٰ مصدقاً لما بين يديه يهدى الى الحق و الىٰ طريق مستقيم يقو مناا جيبو داعى الله و آمنو ابه يغفر لكم من ذنوبكم و يجر كم من عذاب اليم . ومن لا يجب داعى الله فليس بمعجز فى الارض و ليس له من دونه اولياء اولئک فى ضلال مبين " (الاحقاف 29 تا 32)

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے جنوں میں سے کئی لوگوں کو تمہاری طرف متوجہ کیا کہ وہ دل لگا کر قرآن سنیں ۔ تو جب وہ اس کے پاس حاضر ہوئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش بیٹھے سنتے رہو پھر جب (پڑھنا) تمام ہو تو اپنی قوم کی طرف واپس گئے کہ ان کے (عذاب سے) ان کو عذاب سے ڈرائیں انہوں نے (اپنی قوم کے پاس جا کر) اس سے کہنا شروع کیا کہ اے بھائیوں ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے اور جو (کتابیں) پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت کرتی ہے ۔ اے ہماری قوم خدا کی طرف بلانے والے کی بات مانو اور خدا پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور (قیامت میں) تمہیں دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا ۔ اور جس نے خدا کی طرف بلانے والی بات نہ مانی تو وہ خدا کو روئے زمین میں عاجز نہیں کر سکتا ۔ اور نہ کوئی اس کے سوا سرپرست ہوگا ۔ یہی لوگ صریحی گمراہی میں ہیں ۔

قرآن کریم کی یہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنوں اور انسانوں دونوں کے لئے ، حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ، نظام ہدایت بنی آدم میں سے ہونے والے انبیاء و رسل اور ہادیان دین کے سپرد کر دیا گیا تھا ۔ اور پیغمبر اکرمؐ جنوں اور انسانوں دونوں کے لئے نبی اور دونوں کے ہادی اور دونوں کی طرف خدا کے بھیجے ہوئے رسول تھے اور آپ کے نائب اور جانشین و خلیفہ و وصی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

علیہ السلام جنوں اور انسانوں دونوں کے امام تھے، جس کا بیان امام شافعی نے اپنی ایک رباعی میں اس طرح سے کیا ہے

علی حبه جُنه　　　قسیم النار و الجنه

وصی مصطفے حقا　　　امام الانس و الجنه

امام شافعی کی یہ رباعی ہم نے 1950ء میں اور 1956ء میں نجف اشرف میں امیر المومنین علیہ السلام کے روضہ مبارک کے مین گیٹ کے اوپر لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی محبت عذاب جہنم سے نجات کی ڈھال ہے۔ آپ جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں، اور حق بات یہ ہے کہ محمد مصطفےؐ کے وصی علی ابن ابی طالب علیہ السلام جنوں اور انسانوں دونوں کے امام ہیں۔

مفوضہ وصوفیہ وشیخیہ کے نظریات کا ابطال

آدم علیہ السلام خلقت ارضی جسمانی سے لیکر جنت میں سکونت تک اور جنت کی سکونت سے لیکر جنت سے باہر آنے تک مذکورہ فرقوں کے عقائد ونظریات کی رد میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

مذکورہ فرقے "علم آدم الاسماء کلھا" سے ہر چیز کا علم اور اسکی ماہیت کا ایسا علم مراد لیتے ہیں جو ان کے خمیر میں گوندھا گیا تھا جو ان کا عین ذات تھا جیسا کہ نمک میں نمکینی ہوتی ہے اور روغن میں چکنائی ہوتی ہے یہی بات مرزا عبدالرسول احقاقی رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت نے کی جس کا ہم نے اپنی کتاب "ولایت قرآن کی نظر میں" میں ردوابطال کیا ہے۔ تفصیل کے لئے اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔ مختصر یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں ساکن رکھ کر اس بات کو واضح طور پر ظاہر کر دیا کہ نہ تو آدم کے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خمیر میں علم کو گوندھا گیا تھا نہ آدم کا علم ان کا عین ذات تھا نہ ان کا علم اسطرح تھا جسطرح نمک میں نمکینی ہوتی ہے یا روغن میں چکنائی ہوتی ہے۔ نہ ہی انکو ہر چیز کی ماہیت وخاصیت کا علم دیا گیا تھا۔ بلکہ یہ علم مناسب وقت پر برمحل وبر موقع جتنا ضروری تھا دیا گیا۔ چنانچہ اعلان خلافت کے وقت تو صرف ان ہستیوں کے نام بتلائے جو فرشتوں کے بعد زمین پر ہادی بن کر اور حجت ھائے خدا کی حیثیت سے آنے والے تھے۔ ابلیس کے چیلنج کے پیش نظر آدم کو یہ بتلایا گیا کہ یہ تمہارا اور تمہاری زوجہ کا بھی دشمن ہے۔ اور جنت میں آرام کرنے کا حکم دے کر یہ بتلایا گیا کہ تم اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم خود آپ اپنے اوپر ظلم کرلو گے، مگر اس درخت کا خاصیت وماہیت اور تاثیر کو کھول کر بیان نہ کیا۔ اسی وجہ سے انہوں نے ابلیس کے یہ کہنے کو صحیح سمجھ لیا کہ اس کے کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے۔ یا ہمیشہ ہمیشہ بس جنت میں زندگی بسر کرو گے یا وہ اس کے کھانے سے اس سلطنت کے مالک بن جائینگے جسے کبھی زوال نہ ہو۔ اگر خدا انہیں یہ بتلا دیتا کہ اس کے کھانے کا کیا اثر ہوگا تو وہ یقین کے ساتھ جانتے ہوئے کہ اس درخت کی یہ صفت یہ ماہیت اور خاصیت نہیں ہے جو ابلیس نے بیان کی ہے اور اس صورت میں وہ ہرگز بھی اس درخت کے پھل کو نہ کھاتے چاہے خدا انہیں منع نہ بھی کرتا اور چاہیے ابلیس انہیں جتنا پر فریب طریقہ سے بہکاتا وہ کہہ دیتے کہ ہمیں اس درخت کے کھانے کی تاثیر معلوم ہے ہم اس کے کھانے سے فرشتہ نہیں بن سکتے ہم اس کے کھانے سے ہمیشہ ہمیشہ جنت میں زندگی بسر نہیں کرسکتے بلکہ ہمیں اس کے پھل کھانے سے اس جنت سے نکلنا پڑے گا۔ لہذا مذکورہ باطل فرقوں کا یہ نظریہ غلط ہے کہ آدمؑ کے خمیر میں علم گوندھا گیا تھا یا آدم علیہ السلام کو ہر شے کا علم دیا گیا تھا۔ اور ہر شے کی ماہیت اور خاصیت سے انہیں آگاہ کردیا گیا تھا۔ اسی طرح کسی بھی نبی کا علم انکا عین ذات نہیں ہوتا۔ نہ اسطرح ہوتا ہے جس طرح نمک میں نمکینی اور روغن میں چکنائی ہاں خدا جس وقت جتنے علم کی ان

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کے لئے ضرورت سمجھتا ہے وہ بذریعہ وحی انہیں عطا کر دیتا ہے "ولا یحیطون بشیء من علمہ"

ہم نے ایک ایصال ثواب کی مجلس میں فیصل آباد کے بوستان زہرا میں ایک کامل وکمل اور پکے اور منجھے ہوئے شیخی مبلغ کو منبر پر پڑھتے ہوئے سنا ہے کہ انکا علم اسطرح نہیں ہوتا جسطرح ہم کہیں کہ اس گلاس میں دودھ ہے کیونکہ گلاس اور ہے اور دودھ اور ہے بلکہ انکا علم انکا عین ذات ہوتا ہے انکی ذات سے جدا ہے نہیں ہوتا۔ ماشاءاللہ پڑھے لکھوں کا مجمع تھا نعرہ حیدری سے حال گونجتا رہا۔ اور واہ واہ کے ڈونگرے برستے رہے۔ اور یہ سب تو فضیلت بیان کرنے والے ہیں اور انکار کرنے والے منکر فضائل اہل بیت ہیں؟

اور انکا یہ کہنا بھی غلط اور باطل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت اُنکی ذات کا جزو والاینفک ہوتی ہے جیسا کہ اسی پکے شیخی نے اپنی کتاب "تائید حق" میں لکھا ہے

بلکہ وہ اصطفیٰ کے مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی و الہام حاصل کرتے ہیں اور اجتبیٰ کے مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے ہر دم اور ہر آن اور ہر لحظ خدا کی زیر ہدایت، زیر نگرانی اور زیر نظر رہتے ہیں اور خدا اپنے لطف وکرم سے انہیں ہر لغزش سے بچائے رکھتا ہے یہی اجتبیٰ ہے اور تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے اجتبیٰ کی خدا نے قرآن میں تصدیق کی ہے۔ اگر خدا انہیں ایک لحہ کے لئے ایک چشم زدن کے لئے بھی ان کے نفس کے حوالہ کردے تو یونس کا مچھلی کے پیٹ میں جانا دیکھو جن کو ان کے غصہ کے وقت انکے نفس کے حوالے کر دیا تھا، اور آدم کا جنت سے نکلنا دیکھو جس درخت کے پاس جانے سے منع کرنے کے بعد آزاد چھوڑ دیا تھا کہ اب خود فیصلہ کریں۔

ہم نے اصطفیٰ اور اجتبیٰ کا معنی ومفہوم ومطلب ومراد اپنی کتاب "ولایت قرآن کی نظر میں" میں پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہے لہذا تفصیل کے ساتھ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

معلوم کرنے کے لئے اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔

بہر حال اب تک کے بیان سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آدم علیہ السلام انبیاء ورسل اور ہادیان دین میں سے سب سے پہلی فرد ہیں جن کا نام آیت اصطفیٰ (ان اللہ اصطفیٰ آدم الخ) میں سرفہرست ہے جن کے پاس اصطفیٰ کی سند ہے اور مصطفیٰ ہونے کا سرٹیفکیٹ ہے اور انبیاء ورسل جن کو خدا نے مجتبیٰ بنایا ''ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ'' (طہ 122) پھر خدا نے انکو مجتبیٰ بنایا اور ان پر اپنے لطف وکرم، مہربانی فرمائی اور سلسلہ ھدایت کو اتار کیا۔ اور فی الحقیقت حضرت آدم علیہ السلام آئینہ سیرت وکردار انبیاء علیہم السلام ہیں۔

چونکہ خدا کو معلوم تھا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں مسلمان کہلانے والوں میں کچھ ایسے بھی ہونگے جو تمام اشیاء کے نام اور انکی ماہیت کے علم کو انکا عین ذات قرار دینگے۔ کچھ ایسے ہونگے جو انکی عصمت کو ان کی ذات کا جزو لاینفک کہیں گے۔ جو فرشتوں کی طرح ہوں۔ لہذا خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت ارضی کی اس تجربہ گاہ میں رکھ کر ایسے حالات سے دوچار کیا جن میں وہ تمام الفاظ استعمال ہوئے جو کم از کم یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین کا علم ان کا عین ذرت نہیں ہوتا یا جیسا کہ انہیں مذہب شیخیہ احقانیہ کویت مرزا عبدالرسول احقاقی نے اپنی کتاب ولایت از دیدگاہ قرآن میں لکھا ہے ایسا بھی نہیں ہوتا جیسا کہ نمک میں نمکینی ہوتی ہے یا روغن میں چکنائی ہوتی ہے۔ اور نہ ہی انکی عصمت انکی ذات کا جزو لاینفک ہوتی ہے۔ یہ صرف خدا کی مہربانی اور لطف وکرم ہوتا ہے جو انہیں معصوم رکھتا ہے۔ جیسے اس نے اجتبٰے کے لفظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

یہ اجتبٰے اس حالت کا نام ہے جب خدا کی نگرانی اور ہدایت ورہنمائی ہادیان دین کے شامل حال ہوتی ہے اور انہیں خود ان کے نفس کے حوالہ نہیں کیا ہوتا۔ اور اس بات پر امام جعفر صادق علیہ السلام کی وہ حدیث روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے جو کافی جلد 2 ص 577

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

حدیث نمبر 15 کے حوالہ سے سابق میں نقل ہو چکی ہے وہاں رجوع کریں۔

یہ مسلسل اپنے لطف و کرم سے انہی ثابت قدم رکھنا متواتر اور بکثرت روکتے ٹوکتے اپنے سے انہیں ہر قسم کی لغزش سے بچائے رکھنا، یہی وہ اجتبیٰ ہے جس کی وجہ سے انبیاء ورسل اور ہادیان دین علیھم السلام معصوم رہتے ہیں۔ اور ہر قسم کی لغزش اور ہر طرح کے گناہ سے بچے رہتے ہیں۔

لہذا مفوضہ وصوفیہ وشیخیہ کا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین کی عصمت انکی ذات کا جزو لاینفک ہوتی ہے۔

لیکن جو لوگ انبیاء ورسل اور ہادیان دین کی عصمت کے انکاری ہیں وہ بھی بالکل غلط اور باطل پر ہیں کیونکہ وہ ان کے اصطفےٰ کے بعد ان کے اجتبیٰ کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہے ہیں جبکہ خداوند تعالیٰ تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے بارے میں دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے۔

"اولٰئک الذین انعم اللہ علیھم من النبین من ذریۃ آدم وممن حملنا مع نوح و من ذریۃ ابراھیم و اسرائیل وممن ھدینا و اجتبینا"

(مریم 59)

یہ سارے کے سارے انبیاء جن کا ذکر اوپر آیا ہے وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے اپنی نعمت دی آدمؑ کی اولاد سے ہیں۔ اور انکی اولاد سے ہیں جنہیں ہم نے (طوفان کے وقت) نوح کے ساتھ (کشتی پر) سوار کر دیا تھا اور ابراہیم و یعقوب کی اولاد سے ہیں اور ان لوگوں میں سے نہیں جن کو ہم نے ہدایت کی اور اجتبیٰ کیا۔ مجتبےٰ بنایا یعنی ہر قسم کی لغزش سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنے زیر نظر رکھا۔

پس اصطفےٰ کے بعد اجتبیٰ ہے اور اجتبیٰ کے بعد ھدیٰ ہے اور ھدینا اور اجتباہ ساتھ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ساتھ ہیں ۔ اور وہ ہستی جو مصطفےٰ اور مجتبےٰ ہو اور ہمہ وقت خدا کی زیر نگرانی زیر ہدایت و رہنمائی ہو اس کے لغزش کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اور اس کے معصوم عن الخطاء ہونے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ اور تمام ہادیان دین تمام انبیاء و رسل اور ائمہ طاہرین جو آل عمران کی فرد ہیں ایسے ہی تھے۔

انبیاء و رسل اور ہادیان دین کے کام اور فرائض منصبی

اب تک مختلف عنوانات کے تحت ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے اور واضح طور پر ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہادیان دین کے کام اور فرائض منصبی کیا ہیں۔

''عالم ارواح میں بنی آدم سے رسولوں پر ایمان لانے کا اقرار'' کے عنوان میں ہم سورہ الاعراف کی جو آیت نقل کر آئے ہیں اب اس عنوان میں اس آیت کا دوسرا نتیجہ پیش کرتے ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

''یا بنی آدم اما یا تینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن انقی و اصلح فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون '' (الاعراف 35)

اے آدم کی اولاد (تمہارے پاس تمہیں میں سے میرے بھیجے ہوئے رسول آئینگے) تو جب تمہیں میرے احکام پڑھ کر سنائیں (تو تم ان پر ایمان بھی لانا اور انکی اطاعت بھی کرنا) پس جو نافرمانی سے بچا رہے گا اور نیک عمل بجالائیگا تو اسے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن و ملال ہوگا۔

اس آیت میں انبیاء و رسل اور ہادیان دین کے کام اور فرائض منصبی کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے ''یـنـضـون عیکم آیاتی'' وہ میری آیات تم پر پڑھ پڑھ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کرسنائیں گے۔ وہ میرے احکام تم تک پہنچائیں گے۔ یہی انکا کام ہے اور یہی انکا فرض منصبی ہے۔ اور تمام بنی آدم کا کام اور فرض منصبیہ ہے کہ وہ ان پر ایمان لائیں، انکی اطاعت وپیروی کریں۔ اور نافرمانی سے بچتے رہیں اور خدا کے احکام پر عمل کرتے رہیں تو انہیں نہ تو جہنم میں جانے کا خوف ہوگا اور نہ ہی جنت سے محرومی کا حزن وملال ہوگا۔

یہ وہ فرض منصبی ہے جو عالم ارواح میں ہی انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے ذمہ لگایا گیا اور ان سے اسکا اقرار لیا گیا۔ اور بنی آدم سے ان پر ایمان لانے ان کی اطاعت و پیروی کرنے اور خدا کے احکام کی نافرمانی سے بچے رہنے کا اقرار لیا۔

اور جب آدمؑ کو جنت سے باہر جانے کا حکم دیا تو فرمایا کہ

"قلنا اهبطوا منها جميعاً فاما ياتنكم منى هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون والذين كفروا و كذبوا بايتنا اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون" (البقرہ 38، 39)

ہم نے حکم دیا کہ تم سب کے سب (آدمؑ وحوا وابلیس) یہاں سے چلے جاؤ (اب تمہیں میری طرف سے ہدایت پہنچا کریگی) تو جب تمہیں میرے پاس سے ہدایت پہنچے (تو تم سب اسکی اطاعت وپیروی کرنا) پس جو میری ہدایت کی پیروی کریگا ان کے لئے جنت سے محرومی کا حزن وملال نہ ہوگا۔ اور جو کفر اختیار کرینگے اور میری ہدایت کی پیروی سے انکار کرینگے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائینگے وہی جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہنگے۔

سورہ البقرہ کی مذکرہ آیات میں بھی انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے کام اور فرض منصبی کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور آدم وحوا وابلیس اور انکی اولاد کا کام بھی متعین کردیا ہے جو آدمؑ کی اولاد اور جنوں کی اولاد سب کے لئے یکساں ہے۔

سورہ الاعراف میں عالم ارواح کے عہد وپیمان کا ذکر کرکے انکے فرائض منصبی کو

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بیان کیا گیا تھااور سورہ البقرہ میں اس دنیا کی فضا میں پہلا قدم رکھنے سے پہلے یاددہانی کرائی گئی ہے۔

اور سورہ الانعام میں قیامت کے دن سوال کے عنوان سے اس بات کو بیان کیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"یا معشر الجن والانس انم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی و ینذرونکم لقاء یومکم هذا قالوا شهدنا علیٰ انفسنا و غرتهم الحیواة الدنیا و شهدوا علیٰ انفسهم انهم کانوا کافرین" (الانعام 131)

اے گرہ جن وانس کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے بھیجے رسول نہیں آئے تھے جو ہماری آیات تمہیں پڑھ پڑھ کر سناتے تھے۔اور ہمارے احکام تم سے بیان کرتے تھے اور آج روز محشر کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے تھے۔وہ جواب دیں گے کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں اور انہیں زندگانی دنیا نے دھوکہ میں رکھا اور وہ اپنے نفسوں پر گواہی دینگے کہ وہ کافر رہے۔

ان آیات میں یہ کھول کر بیان کیا گیا ہے کہ روز محشر جنوں اور انسانوں سب سے ہی یہ سوال ہوگا کہ کیا ہمارے بھیجے ہوئے رسول تمہارے پاس نہیں آئے تھے؟ اور پھر ان کا کام اور فرض منصبی کھول کر بیان کیا کہ وہ ہماری آیات پڑھ پڑھ کر سناتے تھے اور ہمارے احکام تم تک پہنچاتے تھے۔

عالم ارواح کا اقرار۔دنیا کی فضاؤں میں قدم رکھنے سے پہلے یاددہانی اور روز محشر کا سوال یہ بتلاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے ذمہ صرف اپنے احکام پہنچانے۔ان پر عمل کرکے دکھانے اور ہدایت کرنے کا کام سپرد کیا تھا۔پس خدا کے احکام پہنچانا۔انہیں عمل کرکے دکھانا اور انہیں صراط مستقیم پر چلانا اور انہیں آخرت سے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ڈرانا ان کے کام اور فرائض منصبی تھے۔

اور تمام نبی آدم کے ذمہ ان پر ایمان لانا، انکی اطاعت و پیروی کرنا، تقویٰ اختیار کرنا، خدا کی نافرمانی سے بچے رہنا اور نیک اعمال بجالانا تھا۔ اور اس صورت میں انہیں کسی قسم کا خوف اور حزن و ملال نہ ہوگا۔ یہ تو تھا بیان انبیاء و رسل اور ھادیان دین کے کام اور فرائض منصبی کا اور ان کے تعلق سے جو انسانوں پر فرض عائد ہوتا ہے اسکا، جو خدا نے قرآن میں بیان کیا ہے اب ہم وہ کام بیان کرتے ہیں جسکی خدا نے قرآن میں انبیاء و رسل اور ہادیان دین سے دوٹوک الفاظ میں نفی کی ہے۔ یہود و انصاریٰ سے جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو خدا کا بیٹا، خدا اور رب مان لیا تھا خطاب فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ

"ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب و الحکم و النبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ و النبین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون" (آل عمران 79، 80)

ترجمہ:

کسی بشر کی یہ مجال نہیں تھی یا کسی بشر کے لئے یہ مناسب نہیں تھا یا کسی بشر کے لئے یہ زیب نہیں تھا کہ خدا تو اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ تم ربانی (رب کو ہی رب ماننے والے) بن جاؤ۔ اور یہ بات تو تم خود کتاب خدا میں دوسروں کو پڑھاتے ہو۔ اور تم خود بھی سدا پڑھتے رہتے ہو۔ اور وہ تمہیں یہ کبھی بھی نہ کہے گا کہ تم فرشتوں کو اور انبیاء کو اب مان لو بھلا (کہیں ایسا ہوسکتا ہے) کہ تمہارے مسلمان ہو جانے کے بعد وہ تمہیں کفر اختیار کرنے کا حکم دے گا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اس آیت میں واضح الفاظ میں انبیاء ورسل اور ہادیان دین سے کارھائے ربوبی کی نفی کی ہے، کیونکہ کسی کو اب ماننا اس کے لئے کارھائے ربوبی کا قائل ہونا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا۔

"اتخذوا احبار ھم و رھبا نھم اربابامن دون اللہ والمسیح ابن مریم و ما امروا الا لیعبدوا الھا واحداً لا الہ الا ھو .سبحانہ عما یشرکون" (توبہ 31)

ان لوگوں (یہود ونصاریٰ) نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اور اپنے راہبوں کو اور مریم کے بیٹے مسیح کو اپنا رب مان لیا تھا۔ حالانکہ انہیں اس کے سوا اور کوئی حکم ہی نہیں دیا گیا تھا کہ صرف خدائے یکتا کی عبادت کرو اس کے سوا اور کوئی قابل پرستش نہیں ہے۔ جس کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں وہ ان کے اس شرک سے پاک و پاکیزہ ہے۔

تفسیر موصوعٰی اردو ترجمہ میں کافی کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں اسطرح لکھا ہے کہ۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دن عدی بن حاتم مسیحی تازہ مسلمان مسجد نبوی میں داخل ہوا تو پیغمبر اکرمؐ اس آیت کی تلاوت فرمار ہے تھے۔ عدی جو پہلے عیسائی تھا اور ابھی اسلام لایا تھا پیغمبر سے کہنے لگا کہ ہم انکی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے فرمایا کی وہ حلال خدا کو حرام نہیں کر دیا کرتے تھے اور تم اسے حرام ہی شمار کرتے تھے اس نے کہا کہ کیوں نہیں؟ ایسا تو تھا، فرمایا یہی تو انکی عبادت تھی (تفسیر موصوعٰی جلد 2 ص 327)

کسی چیز کو حلال قرار دینا یا کسی چیز کو حرام قرار دینا شریعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور شریعت کا بنانا صرف خدا کا کام ہے اور انکے رہبان اور علماء کی طرف سے حلال خدا کو حرام کرنے پر اسے حرام ہی مان لینے کو خدا نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے اپنے علماء اور رہبانوں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کورب مان لیا تھا کیونکہ حرام وحلال کا تعلق شریعت سے ہے اور شریعت سازی کا تعلق کارھائے ربوبی سے ہے لہذا اگر کوئی شخص کسی کے لئے کارھائے ربوبی انجام دینے کا عقیدہ اپناتا ہے تو گویا اس نے اس کورب مان لیا ہے اور نہ صرف رب مان لینا کہا ہے بلکہ عدی بن حاتم کے یہ کہنے پر کہ ہم انکی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم ان کی طرف سے حلال کو حرام قرار دینے کو مان نہیں لیتے تھے اس نے کہا ایسا تو تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہی ان کی عبادت تھی ، گویا ان کے لئے کارھائے ربوبی ماننے والے انکی عبادت کرتے تھے۔

بہر حال سورہ توبہ کی آیت 31 میں واضح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ جو شخص کسی میں کارھائے ربوبی کے انجام دینے کا عقیدہ اپنائے تو اس نے اسے رب مان لیا ہے۔

اور آل عمران کو مذکورہ آیات (79-80) میں کہ کوئی انہیں یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ تم فرشتوں کو اور پیغمبروں کو رب مان لو۔ کیونکہ وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہارے کافر ہونے کا حکم نہیں دے سکتا۔ لہذا کوئی پیغمبر ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ سکتا کہ تم مجھے خالق ورازق ومحی وممیت مدبر کائنات اور سارے عالم کے نظام کا چلانے والا مان لو کیونکہ یہ کارھائے ربوبی ہیں اور خدا نے اپنے یہ کارھائے ربوبی انبیاء ورسل اور ھادیان دین کو سپرد نہیں کئے تھے البتہ ایک کام اس نے اپنے ذمہ رکھا تھا کہ وہ ان انبیاء ورسل اور ہادیان دین کی اپنی کسی نشانی کسی آیت کسی برھان کے ذریعہ سے تصدیق کرے، جو ان کے لئے خدا کی طرف سے ہونے کی سند اور تصدیق ہو، اور اسے اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں جو خدا ہی انکی تصدیق کے لیے دکھاتا تھا۔

جہاں تک خلق کرنے رزق دینے مارنے اور زندہ کرنے اور تدبیر عالم کرنے بارش برسانے ، اولاد دینے ، مشکلات کو حل کرنے ، مصیبتوں کو ٹالنے غرض سارا نظام کائنات

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

چلانے کا تعلق ہے تو اس نے قرآن کریم میں بے شمار آیات نازل کی ہیں جن میں اس نے یہ کہا ہے کہ یہ میرا کام ہے جو ان کاموں کو کسی اور کی طرف منسوب کرے اس نے اسکو اپنا اللہ اور معبود مان لیا ہے اور اپنا رب قرار دے لیا ہے مثال کے طور پر صرف چند آیات بطور نمونہ پیش کیجاتی ہیں سورہ النمل میں ارشاد ہوتا ہے۔

"امن یبدئو الخلق ثم یعیدہ و من یر زقکم من السماء و الارض ء الہ مع اللہ قل ھاتوا بر ھا نکم ان کنتم صادقین " (سورۃ النمل۔ 64)

بھلا وہ کون ہے جو خلق کو نئے سرے سے پیش کرتا ہے پھر اسکے عمل خلقت کو دوبارہ عمل میں لاتا ہے اور کون ہے وہ جو تم کو آسمان سے اور زمین سے رزق دیتا ہے تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (ہرگز نہیں اے رسول) تم (ان مشرکوں سے) کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی خدا کے سوا کسی اور کو ان کاموں کا کرنے والا کہے تو گویا اس نے اسے اپنا اللہ اور معبود مان لیا ہے۔

• اور سورہ یونس میں اس طرح سے ارشاد ہوا ہے۔

"قل من یرزقکم من السماء و الارض امن یملک السمع و الا بصار و من یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی و من یدبر الا مر فسیلقولون اللہ فقل افلاتتقبون فذ ا لکم اللہ لبکم الحق فما ذا بعد الحق الا الضلال فانی تسرفون " (یونس 30 تا 32)

اے رسول تم (ان سے ذرا) پوچھو تو سہی کہ تمہیں آسمان و زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ یا (تمہارے) کان اور (تمہاری) آنکھوں کا مالک کون ہے؟ اور کون ہے وہ جو مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے؟ اور کون ہے وہ جو ہر امر کی تدبیر اور

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بندوبست کرتا ہے؟ تو یہ لوگ فوراً ہی بول اُٹھیں گے کہ خدا ہی ان سب کاموں کا کرنے والا ہے) اے رسول تم ان سے کہہ دو کہ کیا تم پھر بھی اس کی نافرمانی سے نہیں ڈرتے۔ پس یہی خدا تو تمہارا سچا (اور برحق) رَب (اور پروردگار) ہے پس حق بات کو چھوڑ کر گمراہی کے سوا اور کیا (حاصل ہوتا) ہے پھر تم کہاں (بھٹکے ہوئے) چلے جاتے ہو۔

کتنا واضح الفاظ میں کہا ہے کہ " فذالکم اللہ ربکم الحق" پس یہی خدا تمہارا برحق رب (یعنی پرودگار) ہے۔

یہ سارے کام اللہ کی ربوبیت سے متعلق ہیں اس برحق پروردگار کے سوا جسے بھی ان کاموں کا کرنے والا مانا جائیگا تو گویا اسے رب مان لیا ہے اور وہ ضلالت وگمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

خداوند تعالیٰ نے چار انبیاء علیہم السلام کو آسمانی کتابیں عطا فرمائیں۔ حضرت موسیٰؑ کو توریت عطا کی، حضرت داوٗدؑ کو زبور عطا کی، یہودی ان دونوں کتابوں کو مانتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا فرمائی۔ عیسائی مذکورہ تینوں کتابوں کو مانتے ہیں۔ پیغمبر گرامی اسلام محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰؐ کو قرآن کریم عطا فرمائی جو ان تینوں کتابوں کی محافظ ہے اور انکی تصدیق کرنے والی ہے اور قیامت تک کے لوگوں کے لئے مشعل ہدایت ہے اور مسلمانوں کا ان چاروں پر ایمان ہے۔

لیکن یہودیوں نے توریت میں توحید کے پرچار کے باوجود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مان لیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی کا بیٹا اپنے باپ کی ہی نوع سے ہوتا ہے لہذا اسطرح سے یہودیوں نے حضرت عزیر کو خدا بھی مان لیا۔

عیسائیوں نے انجیل میں توحید کے پرچار کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بھی مانا۔ خدا بھی مانا اور رب بھی مانا، قرآن ان کے اس عقیدہ کو سورہ التوبہ میں اسطرح سے بیان

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کرتا ہے۔

"و قالت الیهود عزیر ابن الله و قالت النصاری المسیح ابن الله. ذالک بـا فـو اهـم یـضـاهئسون قول الذین کفروا من قبل قا تلهم الله انی یوفکون" (التوبہ 30)

یہودی تو یہ کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ خود انکی اپنی ہی بات ہے، اپنے ہی منہ سے کہی ہوئی یہ لوگ بھی ان ہی کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں خدا ان کو قتل (تہس نہس اور تباہ و برباد) کرے۔ (دیکھو تو سہی کہ) کہاں (سے کہاں) بھٹکے چلے جا رہے ہیں۔

مذکورہ آیات واضح طور پر یہ کہہ رہی ہیں کہ مذکورہ بزرگ اور اولوالعزم پیغمبروں کی امتیں جن کو توریت و زبور و انجیل دی گئی تھی ان میں سے توریت و زبور کے حامل یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا مان لیا اور انجیل کے حامل نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ مسیح کو خدا کا بیٹا خدا اور رب مان لیا اور اسکی وجہ خدا نے یہ بتلائی کہ "یـضـاهـئـون قـول الـذیـن کـفـروا مـن قبل" یعنی ان سے پہلے جو امتیں گذریں تھیں انہوں نے بھی اپنے بزرگوں کے بارے میں یہ اعتقاد اپنا لیا تھا۔ لہذا ان کی دیکھا دیکھی اور ان کی نقل کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ نے بھی اپنے بزرگ اور اولوالعزم پیغمبروں کے بارے میں وہی عقیدہ اختیار کر لیا۔ حالانکہ سارے انبیاء و رسل اور ہادیان دین توحید اور روز آخرت کے بارے میں ہی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ مگر ان کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد کسی نے اپنے بزرگوں کو خدا ماننے اور رب ماننے کی ایسی رسم ڈالی کہ پھر بعد میں آنے والی امتیں "یـضـاهـئـون قـول الـذیـن کـفـروا من قبل" اپنے سے پہلے کفر اختیار کرنے والی امتوں کی باتوں کی نقل کرنے اور انکی جیسی ہی باتیں کرنے لگ گئیں۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

پیغمبر گرامی اسلام محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ نے توحید اور روز آخرت کی تبلیغ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ان دونوں باتوں کی تبلیغ کے لئے جدو جہد کرنے میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں اور قرآن کریم کا بیشتر حصہ توحید اور روز آخرت کی تبلیغ سے ہی پر ہے۔

لیکن پیغمبر اکرمؐ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ہی پہلے تو سیاسی انقلاب آیا اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد عقائد میں بھی انقلاب آیا اور توحید اور روز آخرت کے عقیدہ کی بساط الٹ کر رکھ دی گئی۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے سے پہلے لوگوں اور اپنے سے پہلی امتوں کی نقل کرتے ہوئے حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ مسیح کو خدا کا بیٹا اور خدا اور رب مان لیا تھا۔ اسی طرح اسلام کے دامن میں پناہ لینے والوں نے بھی یہود و نصاریٰ کی پوری پوری نقل کی اور انکی سی ہی باتیں کرنے لگ گئے۔

عبداللہ بن سبا کے بارے میں اگرچہ حضرت عثمان کے عمال کی بداعمالیوں پر پردہ ڈالنے اور حضرت عثمان کی اقربا پروری سے جو حالات پیدا ہوئے تھے انہیں چھپانے اور شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے اس کے بارے میں طرح طرح کے افسانے گھڑے گئے۔ جو سب کے سب جھوٹ کا پلندہ ہیں اور من گھڑت افسانے ہیں اور اس کے بارے میں خود اہل سنت کے ایک محقق دانشور طٰہٰ حسین مصری نے اپنی کتاب ''الفتنۃ الکبریٰ'' میں انہیں کامل طور پر رد کر دیا ہے۔ لیکن اتنی حقیقت تو ضرور ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہی حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعہ علی کہلانے لگا اور جب اس نے حضرت علیؑ سے کرامات و معجزات کا ظہور دیکھا تو اس کی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا ماننے کی حس پیدا ہوگئی۔ اور اس نے حضرت علیؑ کو خدا کا بیٹا اور خدا سمجھنا شروع کر دیا اور اس نے کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال بھی بنالیا۔ لیکن جب حضرت علیؑ کو اس کے اس عقیدہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسے توبہ کے لئے تین دن کی مہلت دی اور جب

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

وہ باز نہ آیا تو اسے آگ کے ذریعہ موت کی سزا دیدی، اور اسکا قصہ ختم ہو گیا۔

لیکن حضرت علی کو خدا ماننے کا سلسلہ ختم نہ ہوا 128ھ میں کوفے کے ایک شخص نے جسکا نام علی بن زراع الدی تھا حضرت علی علیہ السلام کے خدا ہونے کا عقیدہ پھیلایا۔ اسکا کہنا تھا کہ علی ہی اصل خدا ہیں اور دنیا میں انسانی شکل میں اترے ہیں یہ فرقہ علیایہ کے نام سے موسوم ہوا۔

پھر اس زمانے میں ایک اور شخص نے جس کا نام علی وجہ بن عبداللہ ہے یہ عقیدہ پھیلایا کہ علی مرتضٰی خدا کا مظہر اور خدا کے بیٹے ہیں اور مصلحت کے تحت انسانی روپ میں آئے ہیں اس کے نزدیک آنحضرتؐ بھی خدا ہیں اور جناب فاطمہ، حسن و حسین ایک ہی وجود ہیں مگر یہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔

آنحضرتؐ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام، حسین اور حضرت امام حسین ایک ہی وجود کے پانچ مختلف نام اور شکلیں ہیں اور یہی پانچوں تن خالق کائنات ہیں، اس فرقے کو علیاویہ کہتے ہیں۔ (کتاب فرقے اور مسالک ص 141)

حضرت علی کو خدا ماننے والے فرقوں میں سے ایک فرقے کا نام نصیریہ ہے۔ یہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ اس کے بانی کا نام محمد بن نصیر کوفی تھا۔ پروفیسر ''کے حتی'' کے مطابق انکی تعداد چار لاکھ کے قریب ہے۔ یہ لوگ شام، ترکستان اور پاکستان کے سرحدی صوبے بلوچستان میں بھی کچھ لوگ اس عقیدے کے آباد ہیں ان کے عقائد میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

نمبر 1 یہ لوگ حضرت علی کو ہی اپنا خدا سمجھتے ہیں۔

نمبر 2 حضرت علی کے بت بنا کر گھروں میں برکت کے لئے رکھتے ہیں۔

نمبر 3 راہ چلتے اگر کسی نصیری کے کان میں حضرت علیؑ کا نام پڑ جائے تو قدم روک کر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

رکوع کی حالت میں کچھ وقت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

نمبر4 شریعت کے قطعی تارک ہیں۔ حضرت علیؑ کا نام ورد زبان کرنے کو ہی عبادت سمجھتے ہیں۔ (خلاصہ از کتاب فرقے و مسالک ص 176-177)

بحوالہ قاطمی تاریخ ترجمہ رائیس احمد جعفری

یہ فرقے جن کا اوپر بیان ہوا وہ ہیں جو حضرت علیؑ کو خدا مانتے ہیں لیکن مسلمانوں میں شیعہ کہلانے کچھ فرقے ایسے بھی ہیں جو حضرت علیؑ کو خدا نہیں مانتے۔ بلکہ وہ خدا ہی کو خدا مانتے ہیں لیکن وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا نے صرف حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت علی علیہ السلام کو خلق کرنے کے بعد اور کچھ کام نہیں کیا۔ بلکہ ان کو خلق کرنے کے بعد اپنی خدائی کے تمام کام ان کے سپرد کر دیئے، لہذا یہ فرقہ تفویضیہ یا مفوضہ کہلاتا ہے یہ فرقہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہو گیا تھا اسی لئے امام علیہ السلام نے ان کے بارے میں اور ان سے پہلے حضرت علیؑ کو خدا ماننے والوں کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ

''الغلاۃ کفار والمفوضۃ مشرکون''

غالی یعنی حضرت علیؑ کو خدا ماننے والے تو کافر ہیں اور تفویض کے قائل یعنی یہ عقیدہ رکھنے والے کہ خدا نے محمدؐ اور علیؑ کو خلق کرنے کے بعد اپنے تمام کام ان کے سپرد کر دیئے ہیں۔ خلق یہی کرتے ہیں۔ رزق یہی دیتے ہیں موت یہی دیتے ہیں زندگی یہی دیتے ہیں غرض سارا نظام کائنات یہی چلاتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگ مشرک ہیں۔

آج ہمارے منبروں پر یہ حضرات عجیب انداز میں شیعہ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں جب وہ اپنے ان باطل عقائد کو فضائل کے عنوان سے بیان کرتے کرتے خود ہی یہ محسوس

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کرتے ہیں کہ یہ تو خدائی کام ہیں اور کارہائے ربوبی سے تعلق رکھتے ہیں تو فوراً کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کو خدا نہیں مانتے تاکہ اس طرح سادہ لوح بے خبر اور لاعلم شیعہ عوام کو دھوکہ دے سکیں۔ بیشک مفوضہ بھی حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ کو خدا نہیں مانتے بلکہ وہ ان کے تفویض کے قائل ہیں اور بالاتفاق حسب فرمودہ امام علیہ السلام مذہب شیعہ حقہ اثنا عشریہ کے نزدیک تفویض شرک ہے۔لہذا ایسا بیان کرنے والے کافر نہیں بلکہ وہ مشرک ہیں۔

مفوضہ معجزات کو دلیل میں پیش کر کے صرف آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کے لئے تفویض کے قائل تھے اور کچھ پنجتن پاک کے لئے اس عقیدہ کے قائل تھے۔لیکن تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں ایک شخص جس نے اپنا نام شیخ احمد احسائی ظاہر کیا 1221ھ میں ایران میں داخل ہوا اور 1239ھ تک ایران میں عقیدہ تفویض کو فلسفہ کی بنیاد پر ترتیب دیا اور عقیدہ تفویض کو چہاردہ معصومین علیھم السلام تک پھیلا دیا۔

بالفاظ دیگر سبایہ علیایہ اور نصیریہ صرف حضرت علی کو ہی خدا مانتے تھے۔مفوضہ نے اپنے عقیدہ تفویض میں حضرت علیؑ کے ساتھ حضرت محمدؐ کو بھی شریک کر لیا۔یعنی ان دونوں کو خدا نے اپنے تمام کارھائے ربوبی سپرد کر دیئے۔عیسیادیہ نے اسی عقیدہ تفویض کو پنجتن پاک تک بڑھایا اور مذہب شیخیہ نے اس بات کو چہاردہ معصومین علیھم السلام تک بڑھا دیا۔اور فلسفہ یونان کی پیروی کرتے ہوئے خدا کو ایک مادہ قرار دیدیا اور اس مادہ سے چہاردہ معصومین علیھم السلام کا نور نکالا۔جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔اور پھر نہ صرف زمین آسمان چاند سورج اور ستاروں کو ان کے نور سے خلق ہونا بیان کیا۔ بلکہ تمام کائنات کی تمام چیزوں کو ان ہی کے نور سے خلق ہونا بیان کیا جاتا ہے۔وہ فرشتے ہوں یا جن، انسان ہوں یا حیوان، نباتات ہوں یا جمادات غرضیکہ ہر چیز کی خلقت کا بیان ان ہی کے نور سے کرتے ہیں اور ہم ہر چیز کی تفصیل لکھنا مناسب نہیں سمجھتے، اور اس

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بات کی تفصیل ہماری کتابوں "العقائدالحقیہ اور نور محمدؐ اور نوع نبی و امام وغیرہ مذہب شیخیہ کی رد میں لکھی گئی کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

بہر حال اب تک کے بیان سے معلوم ہو گیا کہ صاحبان کتاب اولوا العزم پیغمبروں کے کام اور فرائض منصبی توحید اور روز آخرت کی تبلیغ اور احکام خدا کا اس کے بندوں تک پہنچانا اور انہیں ہدایت کر کے راہ راست پر چلانا تھا۔ لیکن ان تمام کی امتیں ان کے رخصت ہو جانے کے بعد ایسی بگڑیں کہ انہیں خدا کا بیٹا بھی مانا۔ خدا بھی مانا اور رب بھی مانا ۔اور خدا کی بجائے ساری کائنات کا نظام چلانے والا انہیں کو مانا اور یہی حال امت مسلمہ کا ہوا حالانکہ پیغمبر گرامی اسلامؐ یہ فرما گئے تھے کہ

"وما کنت بدعا من الرسل" (الاعراف۔ 9)

میں کوئی انوکھا اور نرالا رسول نہیں ہوں۔ اور کوئی نئی چیز تمہارے پاس لے کر نہیں آیا ہوں۔ جو کام اور فرائض منصبی مجھ سے پہلے رسولوں کے تھے وہی کام اور فرض منصبی میرا ہے۔

اور جب پیغمبر کا خود کا کام اور فرض منصبی وہی تھا جو ان سے پہلے رسولوں کا تھا تو ان کے جانشین، ان کے خلیفہ، ان کے وصی، ان کے بعد آنے والے ہادیان دین نے اسی دین کی حفاظت کرنی تھی جو پیغمبر لائے تھے۔ وہ خدا کا بیٹا۔ یا خدا۔ یا رب یا خدا کی بجائے نظام کائنات چلانے والے کیسے ہو سکتے ہیں۔ خدا کے احکام پہنچانے اور لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر پیغمبر اکرمؐ اور انکے بعد آنے والے ہادیان دین میں سے آخری ہادی تک کسی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ سب کا کام ایک تھا اور سب کے فرائض منصبی یکساں تھے۔

پس خداوند تعالیٰ نے انبیاء و رسل اور ہادیان دین کے فرائض منصبی کو تین واضح

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

طریقوں سے سمجھانے کی کوشش کی۔

اول۔ یہ بتلا کر کہ انبیاء و رسل اور ہادیان دین کے کام اور فرائض منصبی معلوم کرنے ہوں تو عالم ارواح کے میثاق۔ اور حضرت آدم کے جنت سے نکلتے وقت خدا کا اعلان اور روز محشر تمام جنوں اور انسانوں سے اس پرسش پر و غور کرو کہ کیا تمہارے پاس میرے بھیجے ہوئے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میرے احکام پہنچاتے تھے اور اس دن کے عذاب سے ڈراتے تھے۔

دوسرے خود یہ اعلان کر کے کہ کسی بشر کی یہ مجال نہیں ہے کہ خدا تو اسے کتاب و حکمت و نبوت عطا کرے۔ اور وہ لوگوں کے پاس جا کر یہ کہنے لگے کہ تم خدا کی بجائے مجھے ہی کارھائے ربوبی انجام دینے والا مان لو۔

تیسرے بے شمار آیات میں اعلان کر کے کہ خلق کرنا اور رزق دینا موت دینا اور زندگی دینا، اولاد کا دینا، مشکلات کا حل کرنا اور مصیبتوں کو ٹالنا صرف میرا ہی کام ہے جو ان کاموں کو جو میرے کارھائے ربوبی سے متعلق ہیں کسی اور کی طرف منسوب کرے تو گویا اس نے اسے خدا یا خدا کا مثل و نظیر مان لیا ہے اور اسے رب مان لیا ہے۔

حضرت علیؑ اور محمد و آل محمدؐ سے محبت کرنے والے کچھ فرقوں کا حال

انبیاء علیھم السلام کے اس دنیا سے گذر جانے کے بعد انکی امتوں کا جو حال ہوا اسکا بیان بہت طولانی ہے۔ اولوام لعزم پیغمبروں میں سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کا کچھ حال اوپر گذر چکا ہے۔ خود امت مسلمہ پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث کے مطابق تہتر (73) فرقوں میں بٹ گئی جن میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائیگا باقی کے بہتر فرقے سب کے سب جہنم رسید ہونگے۔ اور امیر المومنین علی ابن ابی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

طالب علیہ السلام کی ایک معروف حدیث کے مطابق ان تہتر فرقوں میں سے تیرہ (13) فرقے محبان علی کے ہونگے۔

کتاب سلیم بن قیس ھلائی عامری کوفی میں یہ حدیث فرقہ ناجیہ کے عنوان کے تحت اس طرح لکھی ہوئی ہے۔

"لبان کہتے ہیں کہ سلیم نے بیان کیا کہ میں نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ امت کے تہتر فرقے (73) ہو جائینگے۔ بہتر (72) فرقے دوزخ میں ہونگے اور ایک فرقہ جنت میں ہوگا۔ ان تہتر (73) میں سے تیرہ (13) فرقے ہم اہل بیت کی محبت کا نام لینگے ان میں سے ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ باقی بارہ فرقے دوزخ میں ہونگے۔ (اسرار امامت ترجمہ کتاب مسلم بن قیس ھلالی ص 120)

اس مذکورہ حدیث کو شیخ محمد بن یعقوب کلیتی نے اپنی کتاب روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان ہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (روضہ کافی ص 224)

اور یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ اہل بیت کی محبت کا نام لینے والوں میں کچھ فرقے تو وہ ہیں جو حضرت علی کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، کچھ وہ ہیں جو صرف اکیلے حضرت علی کو خدا تو نہیں مانتے لیکن وہ انحضرتؐ اور حضرت علیؑ دونوں کے تفویض کے قائل ہیں۔ یعنی خدا نے صرف ان دونوں کو پیدا کیا۔ اور ان دونوں کو پیدا کرکے اور کوئی کام نہیں کیا۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد جو کچھ کیا وہ انہوں نے کیا اور جو کرتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ خلق وہ کرتے ہیں رزق وہ دیتے ہیں زندہ وہ کرتے ہیں موت وہ دیتے ہیں غرض تمام نظام کائنات وہ چلاتے ہیں۔

کچھ فرقے وہ ہیں جو پنجتن پاک یعنی محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰ علیہ السلام، فاطمہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

زہرا سلام اللہ علیھا، حسن مجتبےٰ علیہ السلام اور حسین الشہید کربلا علیہ السلام کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور صوفی شیعہ اور شیخیہ رکنیہ کرمان اور شیخیہ احقاقیہ کویت چودہ معصومین علیھم السلام کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔یعنی خلق ورزق احیاواماتت اور نظام کائنات چلانے کا کام چودہ معصومین علیھم السلام کرتے ہیں۔

حالانکہ خداوندتعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ۔

"یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقنکم و الذین من قبلکم لعلکم تتقون . الذی جعل لکم الارض فراشا و السماء بناء و انزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم فلا تجعلو ا لله انداداً و انتم تعلمون" (البقرہ 20-21)

اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا تا کہ تم پرہزگار بن جاؤ۔جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور آسمان کو تمہارے لئے چھت بنایا۔اور آسمان سے پانی برسایا۔پھر اسی پانی سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے۔ پس تم کسی کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ حالانکہ تم خوب جانتے ہو(کہ ان کاموں کا کرنے والا خدا کے سوااور کوئی نہیں)

یہ آیت اور قرآن کریم کی اور بہت سی دوسری آیات یہ کہتی ہیں کہ خلق کرنا رزق دینا،موت دینا، زندگی دینا غرض سارانظام کائنات چلانا خدا کا کام ہے اور جو ان کاموں کا کرنے والا کسی اور کو مانے تو گویا اس نے اسے خدا کا مثل ونظر اور ہمسر وانداد مان لیا ہے۔

اور جو دوسروں کو خدا کا ہمسر وانداد مان لے ان کے بارے میں خدا یہ کہتا ہے کہ۔

" و من الناس من یتخذ من دون الله انداداً یحبو نھم کحب الله و الذین آمنوا اشد حباً لله" (البقرہ 165)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے سوا دوسروں کو خدا کا مثل ونظر و ہمسر و انداد بناتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہئے ویسی محبت وہ ان سے رکھتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ بڑھ کر خدا سے محبت رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے کہ محبت کی مختلف اقسام ہیں۔ اور جن کے ساتھ محبت کی جاتی ہے انکی نسبت سے محبت میں فرق اور تفاوت ہوتا ہے اور ہر ایک کی محبت کا تقاضا بھی مختلف ہوتا ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ ماں باپ اور اولاد کی محبت اور ہوتی ہے شوہر اور زوجہ کی محبت اور ہوتی ہے۔ استاد اور شاگرد کی محبت اور ہوتی ہے اور ان سب کی محبتوں میں فرق اور تفاوت ہوتا ہے اسی طرح انبیاء ورسل اور ہادیان دین کی محبت میں اور خدا کی محبت میں فرق ہوتا ہے۔

انبیاء ورسل اور ہادیان دین سے محبت ان کے ہادی ہونے کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ لہذا انکی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انکی اطاعت و پیروی کی جائے تا کہ ہدایت پائیں جیسا کہ ارشاد ہوا کہ "ان تطیعوہ تھتدوا" اگر تم انکی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ اور انکی پیروی کے لئے فرمایا۔ "واتبعوہ لعلکم تھتدون" تم انکی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

پس انبیاء ورسل اور ہادیان دین سے محبت حصول ہدایت کے لئے ہوتی ہے اور اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ انکی اطاعت و پیروی کی جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہدایت کا حصول ممکن نہیں ہے۔

لیکن خدا سے محبت اس ہستی سے محبت ہے جو نفع وضر کا مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی نفع وضر نہ مالک نہیں ہے۔ جو منعم حقیقی ہے۔ جو نعمتیں دینے والا ہے۔ جو ساری

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کائنات کا خالق ہے اور ہمیں بھی خلقت و جود عطا کرنے والا ہے۔ جو اولاد کا عطا کرنے والا ہے، جو رزق کا دینے والا ہے۔ جو موت و حیات کا مالک ہے اور ساری کائنات کے نظام کا چلانے والا ہے۔

پس بندے کی خدا سے محبت نفع کے حصول اور دفع ضر کے لئے ہوتی ہے۔ وسعت رزق اور طلب اولاد کے لئے ہوتی ہے۔ مصیبتوں کے ٹالنے اور مشکلات کے رفع کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ کشائش رزق اور فراخی حال کے لئے ہوتی ہے لہذا خدا سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ ان چیزوں کے حصول کے لئے اس کے سوا کسی دوسرے سے سوال کرے تو اسکا واضح مطلب یہ ہے کہ اس نے خدا کی بجائے اس ہستی کو ان کاموں کا کرنے والا مان لیا ہے اور خدا کا مثل و نظیر اور ہمسر و انداد مان لیا ہے۔

لہذا اسی لئے خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا کے سوا اوروں کو خدا کا مثل و نظیر اور ہمسر او انداد مان لیتے ہیں وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی کہ خدا سے کرنی چاہیے۔

پس وہ فرقے جو حضرت علی کو خدا مانتے ہیں وہ حتماً و یقیناً حضرت علی سے ایسی ہی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ خدا سے رکھتی چاہیے۔ "یحبونھم کحبا اللہ" کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نفع پہنچانے والے بھی حضرت علیؑ ہی ہیں اور ضر کو دفع کرنے والے بھی حضرت علیؑ ہی ہیں۔ خلق کرنے والے بھی حضرت علیؑ ہی ہیں لہذا وہ نفع کے حصول اور دفع ضر کے لئے حضرت علیؑ کو ہی پکارتے ہیں لہذا جب وہ یا علی یا علی کہتے ہیں تو وہ اپنے خدا کو پکارتے ہیں اور جب وہ یا علی مدد یا علی مدد کہتے ہیں تو وہ اپنے خدا سے مدد طلب کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ایسی محبت کے ساتھ حضرت علیؑ کو پکارنا جیسی محبت کے ساتھ خدا کو پکارنا چاہیے وہ حضرت علی کو خدا ماننے والوں کے سوا اور کسی سے ممکن نہیں ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ غور کریں!

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

پھر مفوضہ نے یہ عقیدہ اپنایا کہ خدا نے اپنے تمام کام محمدؐ اور علیؑ کو سپرد کر دیئے ہیں اور اسطرح انہوں نے ان کاموں کے کرنے میں ان بزرگ ہستیوں کو خدا کا مثل ونظیر اور ہمسر وندا د مان لیا۔ لہذا وہ ان تمام چیزوں کا دینے والا بھی ان دونوں ہستیوں کو ہی مانتے ہیں۔ پس یہ بھی انہیں سے مانگتے ہیں اور انہیں کو پکارتے ہیں۔

پھر یہ تفویض کا دائرہ آگے بڑھا اور علیادیہ نے پنجتن پاک کو ان صفات کا حامل مانا یعنی محمد مصطفےٰؐ اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اور فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیھا اور حسن مجتبےٰ علیہ السلام اور حسین الشھید کربلا علیہ السلام کو ان صفات کا حامل قرار دیا اور پھر صوفی شیعوں نے لوہا اور آگ اور کوئلہ اور آگ کی مثال سے اور مذہب شیخیہ نے علل اربعہ کے فلسفہ کی ایجاد سے چہاردہ معصومین علیھم السلام کو ان صفات کا حامل مانا۔ انہوں نے خدا کو ایک مادہ قرار دیا۔ اور اس سے چہاردہ معصومین علیھم کا نور نکالا۔ جس طرح سورج سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ پھر کسی کے نور سے سورج کو بنایا کسی کے نور سے چاند کو بنایا کسی کے نور سے آسمان کو بنایا کسی کے نور سے زمین کو بنایا۔ غرض فرشتے جن، انسان، حیوان، بناتات، جمادات انہیں کے نور سے خلق ہوئے یہاں تک کہ ہر چیز انہی کے نور سے خلق ہوئی اور اس بات کو یہ انکی فضیلت کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ حیوانات میں سور، کتے، گدھے وغیرہ سب ہی ہیں۔ اور ہر چیز میں تو ہر چیز ہی۔ جسکا میں نام لینا نہیں چاہتا۔ لیکن ہر چیز تو ہر چیز ہی کو کہتے ہیں اور پھر بھی وہ اسے فضیلت سمجھتے ہیں کہ ہر چیز ان کے نور سے خلق ہوئی ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ تو انکی توہین ہے تو کہتے ہیں یہ منکر فضائل علیؑ ہیں۔ یہ منکر فضائل آل محمد علیھم السلام ہیں۔

چونکہ حضرت علیؑ سے محبت کرنے والے ان تمام فرقوں میں کوئی صرف حضرت علیؑ کو خدا مانتا ہے۔ کوئی حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ دونوں کو خدا کی بجائے نظام کائنات

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

چلانے والا مانتا ہے۔کوئی پنجتن پاک کو ان صفات کا حامل سمجھتا ہے۔اور کوئی چہاردہ معصومین علیہم السلام کو خالق و رازق اور نظام کائنات چلانے والا مانتا ہے۔لہذا حضرت علیؑ کو خدا ماننے والے مصیبتوں کے ٹالنے اور اپنی مشکلات کے حل کے لئے خدا کی بجائے حضرت علیؑ کو ہی پکارتے ہیں۔اور حصول رزق، طلب اولاد اور اپنی حاجات کے بر آنے کے لئے حضرت علی سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔پنجتن کو ان صفات کا حامل ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ پنجتن پاک ہی دیتے ہیں۔پنجتن پاک کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔یا مولا علیؑ دیتے ہیں۔اور اسی طرح چہاردہ معصومین علیہم السلام کے لئے کہا جاتا ہے۔

لہذا خدا ان ہی کے بارے میں فرماتا ہے کہ

''بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا کے سوا (دوسروں کو) خدا کا مثل ونظیر اور شریک و ہمسر و انداد بناتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیے ایسی محبت وہ ان سے رکھتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔

غرض مفوضہ نے اور صوفی ملنگوں نے اور مذہب شیخیہ کے مبلغین نے یا علیؑ اور یا علیؑ مدد کہنے کو رواج دیا اور اتنا پھیلایا کہ حضرت علیؑ کی محبت میں بہت سے دوسرے بے خبر، بے علم اور سادہ لوح شیعہ عوام نے بھی انکی پیروی شروع کردی اور یہ سنت قدیمہ اسی طرح سے چلی آتی ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے کہ "یضاھئون قول الذین کفروا من قبل "(التوبہ 30)

یہ لوگ بھی ان ہی کافروں کی سی باتیں کرنے لگے ہیں جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں۔

چنانچہ یہ بھی انہیں کی طرح کہنے لگ گئے ہیں کہ مولا علیؑ دیتے ہیں۔یا مولا علیؑ کا دیا ہوا سب کچھ ہے یا پنجتن پاک کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔یہ وہ لوگ ہیں کہ جو عقیدہ و عمل

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

میں مفوضہ کی اور صوفی ملنگوں کی اور مذہب شیخیہ کی پیروی کرنے لگے ہیں۔

لیکن کچھ دوسرے ایسے بھی ہیں جنہوں نے پیروی تو ان کی ہی کی ہے لیکن اس کے معنی کچھ اور لیتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس معنی میں "یا علیؑ" اور "یا علیؑ مدد" نہیں کہتے جس معنی میں حضرت علی کو خدا ماننے والے یا ان کے لئے تفویض کا عقیدہ رکھنے والے دوسرے فرقے کہتے ہیں۔ لیکن ہر صورت میں یہ پیروی انکی ہی ہے کیونکہ شیعوں کی کسی بھی مُستند کتاب میں اس قسم کا وظیفہ لکھا ہوا نہیں ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کوئی بھی فرقہ کسی دوسرے فرقے سے جدا نہیں کہلاتا۔ لیکن اس کے کچھ خاص عقائد و اعمال دوسروں سے جدا ہوتے ہیں۔ اور بعض عقائد و اعمال ہیں۔ خصوصی طور پر دوسروں سے فرق ہونے کی بناء پر ہی وہ دوسروں سے جدا فرقہ کہلاتا ہے۔

لہذا جو شخص وہ خاص عقائد و اعمال بجالاتا ہے جو کسی خاص فرقے کے ساتھ مخصوص ہیں اور جنکی وجہ سے وہ دوسروں سے جدا کہلاتا ہے وہ حتماً یا تو اس فرقے میں شمار ہوگا۔ اور اگر وہ خود کو اس فرقے میں شمار نہیں کرتا تو پھر اس نے ان کے عقائد و اعمال کو اسی سنت قدیمہ کے مطابق اپنا لیا ہے جسکا ذکر اوپر سورہ توبہ کی آیت نمبر 30 سے بیان ہوا ہے۔

بہر حال خدا نے آدم علیہ السلام سے لیکر آخری ہادی تک تمام ہادیان دین کے لوگوں تک اپنے احکام پہنچانے انہیں ہدایت کرنے اور انکو مکارم، اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث کیا تھا۔ ان میں سے کسی کے ذمہ بھی خلق کرنے رزق دینے۔ زندہ کرنے اور موت دینے مشکلوں کو حل کرنے اور مصیبتوں کو ٹالنے اولاد کے دینے اور نظام کائنات چلانے کے کاموں میں سے کوئی کام نہیں تھا۔ اور نہ ہی اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کاموں میں سے کوئی کام ان کے ذمہ ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہاں ان کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کی تعلیمات یقیناً لائق پیروی ہیں اور انکی تعلیمات کے لئے ہمارے پاس ۔قرآن کریم، نہج البلاغہ، صحیفہ کاملہ اور احادیث صیحہ کا ذخیرہ موجود ہے ۔انکی تعلیمات کا مطالعہ کرو اور انکی پیروی کرو، یہی انکی طرف سے اصل مدد ہے، جو ہر کسی کو ہدایت دینے والی اور ہدایت پر قائم رکھنے والی ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ ابلیس نے تو یہ دعویٰ اور چیلنج کیا ہی تھا کہ وہ آدم علیہ السلام کی ساری ہی اولاد کو گمراہ کر کے رہیگا سوائے اس کے خالص بندوں کے اور خدا نے اسے اپنے بندوں پر غلبہ بھی نہیں دیا تھا۔لہذا اس صورت میں ہوسکتا تھا کہ اس نے جو دعویٰ اور چیلنج کیا ہے وہ اس میں کامیاب نہ ہوا ہو۔لیکن خدا اس بات کی تصدیق کر رہا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کا کسی پر کوئی غلبہ نہیں تھا لیکن پھر بھی سب ہی اس کی پیروی کرنے لگ گئے سوائے ایمان لانے والوں میں سے کچھ لوگوں کے، جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"و لقد صدق ابلیس ظنه قا نتبعوہ الا فریقاً من المومنین"

(سورۃ سبا۔20)

اور یقیناً ابلیس نے تو اپنے ظن وگمان وخیال کو سچ کر دکھایا، اور ایمان لانے والوں میں سے بھی ایک فریق (یا کچھ لوگوں کے) سوا سب ہی تو اس کے پیرو بن گے۔

(اس آیت میں خدا نے فرقہ نہیں کہا بلکہ فریقاً من المومنین کہا ہے یعنی ایمان رکھنے والوں میں سے بھی صرف کچھ لوگ ہی محفوظ رہے

بعض سادہ لوح بے خبر اور کم علم شیعہ عوام کے گمراہ ہونے کا بڑا سبب

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک شیعہ سے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ شیطان دوسروں کی طرف سے تو فارغ ہو چکا ہے اب اسے صرف تمہاری ہی فکر ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اب وہ شیعیان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کے سادہ لوح شیعہ عوام کو کس طرح بہکائے گا۔ تو بہکانے کے لئے شروع دن سے اسکا ایک اصول ہے۔ " لا زینن لھم فی الارض " میں زمین میں اس کے لئے غلط باتوں کو زینت دیدونگا اور باطل اور بری باتوں کو اسکی نظروں میں سجا کر پیش کرونگا۔ خدا نے آدم علیہ السلام سے کہا تھا اس درخت کے پاس نہ جانا۔ اگر تم اس کے قریب گئے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ شیطان نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے۔ اور تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں راحت و آرام سے زندگی بسر کرو گے۔

آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے اور جنت سے محبت تھی لہذا اس محبت میں اسکا پھل کھالیا۔ پس شیطان انسان کی کسی چیز سے محبت کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اہل بیت علیھم السلام کی محبت اجر رسالت ہے۔ اور انکی اطاعت و پیروی حصول ہدایت کا واحد ذریعہ ہے۔ اور انکے فضائل سن کر خوش ہوتا اور انکی مصیبت میں غمگین ہونا تقاضائے محبت ہے۔ ابلیس نے سجدے کے انکار کے بعد ایک وقت معلوم کے دن تک کی مہلت ملنے کے بعد جو چیلنج کیا تھا وہ یہ تھا۔ "قال فیما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم ثم لا تینھم من بین ایدھم و من خلقھم و عن ایمانھم و عن شمائلم و لا تجد اکثر ھم شاکرین" (الاعراف 16-17)

اس (ابلیس) نے کہا (پروردگار) جس کے سبب سے تو نے مجھے راندہ درگاہ کیا ہے میں بھی ان کو (تیری طرف آنے سے) روکنے کے لئے تیری صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤنگا۔ پھر میں ان کے سامنے سے آؤنگا ان کے پیچھے سے آؤنگا۔ انکی دائیں طرف سے آؤنگا انکی بائیں طرف سے آؤنگا۔ اور تو ان میں اکثر کو شکر کرنے والا نہ پائیگا۔

یقیناً انبیاء و رسل اور ہادیان دین کی اطاعت و پیروی کا راستہ ہی صراط مستقیم

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہے۔شیطان نے اس صراط مستقیم پر بیٹھ کر دو طرح سے کام کیا۔
اول اکثر اولاد آدم کو انکی طرف آنے ہی نہ دیا اور خود اپنی طرح سے انکو بھی انکا باغی بنا دیا اور وہ ان پر ایمان ہی نہیں لائے۔
دوسرے جو ایمان لے آئے انکو انکی ہادیان دین سے محبت کا فائدہ اٹھایا اور آسمانی کتاب توریت کے وارث یہودیوں سے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا منوا دیا اور انجیل کے وارث عیسائیوں سے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا۔ خدا اور رب منوا دیا۔ اور قرآن کے وارث مسلمانوں میں سے اہل بیت سے محبت کرنے والوں میں سے کچھ سے علیؑ کو خدا کا بیٹا منوایا۔ کچھ سے خدا منوایا اور کچھ سے حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ کو سارے کارہائے ربوبی انجام دینے والا منوایا اور کچھ سے چہاردہ معصومین علیھم اسلام کو سارے کارھائے ربوبی انجام دینے والا یعنی خلق کرنے رزق دینے موت وحیات دینے اولاد دینے۔ مصیبتوں کو ٹالنے غرض سارا نظام کائنات چلانے والا منوایا اور اس طرح ان سب کو مشرکوں کی صف میں شامل کر دیا۔
پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ میری امت کے تہتر فرقے ہو جائینگے۔ ان میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائیگا باقی سب جہنم میں جائینگے۔
مسلم بن قیس ھلالی کوفی عامری جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب خاص میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ ان تہتر فرقوں میں سے تیرہ (13) فرقے ہم اہل بیت کی محبت کا دم بھرنے والے ہونگے ان میں سے فرقہ جنت میں جائیگا۔ باقی سب جہنم میں جائینگے۔ (اردو ترجمہ کتاب مسلم بن قیس ھلالی ص 120)
اس حدیث کو محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی کتاب روضہ کافی میں ص 224 میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور ہم نے اپنی کتاب ''شریعت کے مطابق تشھد کیسے پڑھنا چاہیے'' میں ان تیرہ فرقوں کے نام تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں جس کا دل چاہے وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

محبان اہل بیت کے ان تیرہ (13) فرقوں میں سے صوفی شیعہ جتنے ہیں وہ سب اثنا عشری شیعہ کہلاتے ہیں۔ مضوفہ جتنے ہیں وہ سب اثنا عشری شیعہ کہلاتے ہیں۔ شیخیہ رکنیہ کرمان جتنے ہیں وہ سب اثنا عشری شیعہ کہلاتے ہیں اور شیخیہ احقانیہ کویت جتنے ہیں وہ سب اثنا عشری شیعہ کہلاتے ہیں۔ نور بخشی شیعہ جتنے ہیں وہ سب اثنا عشری شیعہ کہلاتے ہیں جمن شاھیہ جتنے ہیں وہ سب اثنا عشری شیعہ کہلاتے ہیں۔ اور وہ شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ جو ان مذکورہ اثنا عشری کہلانے والے فرقوں کے عقائد کو باطل سمجھتے ہیں وہ بھی شیعہ اثنا عشری ہیں۔ اور یہ بھی ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اہل بیت سے محبت رکھنا اور عزاداری امام حسین علیہ السلام برپا کرنا۔ اور فضائل اہلبیت سن کر خوش ہونا اور مصائب اہل بیت سن کر غمزدہ ہونا اور گریہ کرنا ان تمام شیعہ اثنا عشری کہلانے والے فرقوں کی قدر مشترک ہے۔ لہذا مذکورہ باطل فرقوں نے مجالس عزا کا خوب خوب استحصال کیا ہے۔ اور یہ سارے شیطانی فرقے، محبت اہل بیت اور فضائل و مصائب آل محمد کی صراط مستقیم پر بیٹھ گئے ہیں۔ اور یہ سارے شیاطین مجالس عزا میں سادہ لوح شیعہ عوام کے آگے سے بھی آتے ہیں پیچھے سے بھی آتے ہیں۔ دائیں سے بھی آتے ہیں اور بائیں سے بھی آتے ہیں اور اپنے باطل عقائد کے دانہ گندم کو فضائل آل محمد کے عنوان سے پیش کرتے ہیں اور سادہ لوح بے خبر اور لاعلم شیعہ عوام ان کے فریب میں آکر ان کے عقائد کے دانہ گندم کو کھا لیتے ہیں۔

یہ تمام شیعہ اثنا عشری کہلانے والے فرقے عقائد کے علاوہ عزاداری کے سلسلہ میں بھی نت نئی بدعات کو ایجاد کرتے رہتے ہیں اور کوئی انکی بدعات کو روکنے والا نہیں ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

مسلمانوں کے تمام فرقے اپنے اپنے منبروں سے یہ تو بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے یہ فرمایا ہے کہ اس امت کے تہتر فرقے ہو جائنگے ان میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائیگا باقی فرقے جہنم میں جائیں گے۔

لیکن کوئی شیعہ عالم یہ کیوں نہیں بیان کرتا کہ سلیم بن قیس ہلالی جیسا امیر المومنین کا سچا اور مخلص صحابی امیر المومنین سے روایت کرتا ہے کہ ان تہتر (73) فرقوں میں سے تیرہ (13) فرقے ہم اہل بیت کے محبت کا دم بھرنے والے ہونگے۔ ان میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائیگا باقی کے 12 فرقے جہنم میں رسید ہونگے۔ بلکہ وہ بھی ہر فرقے کی طرح یہ کہ کر خوش ہو لیتے ہیں کہ وہ جنت میں جانے والا فرقہ شیعہ فرقہ ہے۔ ہاں یقیناً شیعہ فرقہ ہے۔ مگر کونسا شیعہ فرقہ؟ کیا وہ شیعہ فرقے جنہیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے غلو کی بنا پر کافر کہا ہے۔ جنت میں جائیں گے۔ جن کے عقیدہ تفویض کی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں مشرک کہا ہے؟ اور مذکورہ شیعہ کہلانے والے فرقے اپنے غلو و تفویض کے عقیدہ کی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد گرامی کے مطابق کافر و مشرک ہیں۔

آخر کوئی شیعہ عالم سادہ لوح شیعہ عوام کو یہ کیوں نہیں بتلاتا کہ شیعوں کے بھی تیرہ فرقے ہیں؟ جن میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائیگا۔ باقی کے بارہ فرقوں میں کسی واعظ کسی مبلغ اور کسی مقرر و ڈاکٹر کو تو یہ بتلانے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ انسانوں میں کے یہ خناس شیعہ اثنا عشری ظاہر کر کے ہی اپنے باطل عقائد کا فضائل کے عنوان سے وسوسہ ڈالتے ہیں۔

میں دعوت دیتا ہوں تمام شیعہ علمائے حق کو کہ وہ سلیم بن قیس ہلالی کی اس صحیح السند حدیث کو تصدیق کریں اور شیعہ عوام کو اس سے آگاہ کریں جیسے حضرت علی ابن ابی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

طالب نے بھی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی روایت کیا ہے اور ان بارہ فرقوں کے خصوصی اور مخصوص عقائد واعمال اور انکے شعائر کی تشخیص کریں جن کی وجہ سے وہ علیحدہ فرقہ کہتے ہیں۔

اور سینکڑوں سال سے مخلوط معاشرہ اور عزاداری کے قدر مشترک ہونے کی بنا پر جس طرح سے وہ مجالس عزا پر چھار ہے ہیں اس سے جن باتوں کو سادہ لوح شیعہ عوام نے اہل بیت کی محبت کی وجہ سے اپنا لیا ہے انکی بھی تشخیص کریں اور ان کو سادہ لوح شیعہ عوام کو بتلائیں تا کہ وہ سیرت آدم علیہ السلام پر چلتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں ان باطل عقائد و اعمال سے توبہ واستغفار کریں اور اگر کوئی ان عقائد واعمال پر ابلیس کی طرح اصرار کرے اور ابلیس کی طرح ہی ان عقائد واعمال کے اختیار کرنے میں خود کو درست اور صحیح سمجھے تو انہیں مذکورہ شیطانی فرقوں میں سے شمار کریں۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شیعہ فرقوں کی تعداد کو ظاہر کرنے کے لئے شیعہ حقہ نے اس طرف توجہ نہیں کی تا کہ یہ کہا جا سکے کہ شیعہ اتنی تعداد میں ہیں۔ حالانکہ جہاں تک مردم شماری میں شیعوں کی تعداد ظاہر کرنے کا تعلق ہے تو اس بات کے ظاہر کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس حدیث کی رو سے باقی کے 60 فرقے بھی تو سب کے سب سنی کہلاتے ہیں۔

اور آخر میں میں تمام شیعہ عوام کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ اگر انہیں آخرت کا یقین ہے اور آخرت پر ایمان ہے اور انہیں آخرت کی بھلائی منظور ہے تو وہ اس بات کی جستجو کریں کہ ان بارہ شیعہ کہلانے والے فرقوں کے کونسے مخصوص عقائد واعمال ہیں جنکی وجہ سے وہ علیحدہ اور جدا فرقہ بنے اور جن کی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں شیعہ کہلانے کے باوجود کافر ومشرک کہا ہے۔

شیعہ عوام کے گمراہ ہونے کا سب سے بڑا سبب بیان کرنے کے بعد اب ہم پھر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

حضرت آدم علیہ السلام کے قصے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جنت ارضی کا جغرافیہ

قرآن کریم میں بہت سے واقعات میں بعض مقامات کا ذکر آیا ہے۔ محققین نے ان مقامات کا جغرافیہ اپنی تحقیق سے معلوم کر کے بیان کیا ہے۔ جیسے شداد کی بہشت، اصحاب کہف کا غار، ذوالقرنینؑ کی تعمیر کردہ دیوار وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی ایک مقام وہ ہے جس میں آدم علیہ السلام کو رکھا گیا تھا۔ اگرچہ بعض روایات میں جو غیر مسلموں سے ہیں اس جنت کا آسمانوں پر ہونا لکھا ہے۔ لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں اسے دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ کہا گیا ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب مجلسی میں وارد ہوا ہے کہ۔

"بسند معتبر منقول است از حضرت صادق (ع) پرسیدند کہ بہشت آدم آیا از باغہائے دنیا بود یا از بہشت ھائے آخرت، فرمود باغی بود از باغہائے دنیا کہ آفتاب وماہ درآں طلوح می کرد۔ اگر بہشت اخرت بود ہرگز ازاں بیروں نمی رفت (حیات القلوب جلد اول ص 50۔51)

یعنی سند معتبر کے ساتھ منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آیا حضرت آدمؑ کی بہشت دنیا کے باغوں میں سے کوئی باغ تھا یا بہشت آخرت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا جس میں سورج اور چاند طلوع کرتے تھے۔ اور اگر وہ بہشت آخرت ہوتی تو ہرگز اس سے باہر نہ نکلتے اور یہ بات ہم سابقہ اوراق میں بیان کر آئے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے پہلے جن زمین پر آباد تھے۔ خداوند تعالیٰ نے انکی ہدایت کے لئے کچھ فرشتوں کو زمین پر بھیجا تھا۔ ان فرشتوں کی تبلیغ سے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

صرف عزازیل جو بعد میں ابلیس اور شیطان کے نام سے موسوم ہوا۔ ایمان لے آیا تھا۔ اور وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہزاروں سال تک معروف عبادت رہا۔ یہ فرشتے زمین پر جس جگہ رہتے تھے اسے انہوں نے ضرور اپنی سکونت اور رہائش کے شایان شان بنایا ہو گا۔ لہذا وہ باغ انہیں کا لگایا ہوا تھا۔ جس میں وہ آرام وسکون کے ساتھ خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔

اب یہ باغ زمین پر کس جگہ تھا امام جعفر صادق علیہ السلام کی مذکورہ حدیث سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہ باغ دنیا کے باغوں میں سے ہی ایک باغ تھا لیکن یہ کس مقام پر تھا اس حدیث سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب مفاتیح الجنان میں فضیلت واعمال مسجد کوفہ کے بیان میں اس طرح لکھا ہے۔

شیخ کلینی وغیرا واز مشائخ عظام روایت کردہ انداز ھارون ابن خارجہ کہ حضرت صادق علیہ السلام بمن فرمود۔ ای ھاروں چہ مقدار مسافت است بین تو و بین مسجد کوفہ۔ یکمیل می شود۔ گفتم نہ فرمود بجا می آوری نماز ھای خودرا درآنجا گفتم نہ۔ فرمود اگر من نزدیک آں مسجد بودم امید داشتم کہ از من فوت نمی شد یک نماز درآن۔ وہیچ می دانی کہ چیست فضیلت آں موضع، نبودہ بندہ صالحی نہ پیغمبر مگر آں کہ نماز گذاردہ در مسجد کوفہ۔ حتیٰ آنکہ رسول خداؐ درشبیکہ اور بہ معراج بردند جبرئیل با آنحضرت گفت می دانی کہ درکجاتی یا رسول اللہ۔ آلان درمقابل مسجد کوفہ می باشی فرمود پس رخصت بطلب از پروردگار من تا بردم درآں دو دو رکعت نماز گذارم پس جبرئیل از حق تعالیٰ اذن طلب کرو حق تعالیٰ اذن مرحمت فرمود۔ پس فردوآورد آں حضرت داو آنجناب دو رکعت نماز گذاشت درآں و بدرستہ جانب راست آں باغی است از باغ ھائی بہشت ومیان آں باغی است از باغ ھای بہشت وعقب آن باغی است از باغ ھای بہشت۔ و بدرستہ نماز واجب درآں برابر است باھزار نماز ونافلہ درآں مقابل است باپانصد نماز و نشستن درآں بدون تلاوت و

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ذکر عبادت است واگر مردم بدانند کہ چہ فضیلت است درآں بیاند سوی آں اگر چہ بروش کو دکان خودرا برزمین کشند ودر روایت دیگر است کہ نماز واجب درآں مقابل حج است ونماز نافلہ مقابل عمرہ (مفاتیح الجنان فارسی ص 387-388)

ترجمہ

شیخ کلینی اور دوسرے محدثین عظام نے روایت کی ہے کہ ھارون ابن خارجہ نے بیان کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے ھارون تمہارے اور مسجد کوفہ کے درمیان کتنی مسافت ہے کوئی ایک میل ہوگی۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ کیا تم اپنی تمام پنجگانہ نمازیں وہاں پر پڑھتے ہو۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ اگر میں اس مسجد کے نزدیک ہوتا تو مجھے امید ہے کہ میری ایک بھی نماز اس مسجد میں پڑھنے سے نہ رہتی۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس موضع کی کیا فضیلت ہے۔ کوئی بندہ صالح اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہے جس نے مسجد کوفہ میں نماز ادا نہ کی ہو یہاں تک کہ رسول خداؐ کو جس شب معراج کے لئے لے جارہے تھے تو جبرئیل نے آنخضرت سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ اس وقت آپ مسجد کوفہ کے مقابل ہیں آنخضرت نے فرمایا کہ اے جبرئیل میرے پروردگار سے اجازت طلب کرو تا کہ میں اس میں جا کر دو رکعت نماز ادا کروں۔ پس جبرئیل نے حق تعالیٰ سے اجازت طلب کی حق تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ پس جبرئیل آنخضرت کو لیکر نیچے اترے اور آنخضرت نے اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور یقیناً اس مسجد کے دائیں طرف ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے اور اس کے درمیان ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے اور اس کے پیچھے ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے۔ اور نماز واجب اس میں ہزار نماز کے برابر ہے اور نماز نافلہ اس میں پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ اور اس میں تلاوت و ذکر کے بغیر بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ اور

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ اس میں کیا فضیلت ہے تو اس کی طرف آئیں۔ چاہیے انہیں بچوں کی طرح زمین پر کھینچ کر چلنا پڑے اور ایک روایت میں ہے کہ نماز واجب اس میں حج کے برابر ہے اور نماز نافلہ اس میں عمرہ کے برابر''

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ ہم نے دو مرتبہ اس مسجد میں مفاتیح الجنان میں لکھے ہوئے اعمال ادا کئے اور اسطرح دو دفعہ حج و عمرہ کے برابر ثواب حاصل کرنے کی توفیق عطا کی اور پھر بعد میں ایک دفعہ حج واجب اور ایک دفعہ عمرہ مفردہ کی توفیق بھی مرحمت فرمائی۔

بہر حال اس مسجد کے اندر مختلف مقامات مخصوصہ ہیں جہاں پر مخصوص اعمال لکھے ہیں ان میں سے ایک مقام کا نام ستون ہفتم ہے اور اعمال ستون ہفتم کے بیان میں اسطرح لکھا ہے۔

اعمال ستون ہفتم: وآں مقامے است کہ درآں حقتعالیٰ توفیق توبہ آدم علیہ السلام دادہ پس برو بطرف ستون ہفتم و بایست در نزد آں دو بقبلہ دبگو: ''بسم اللہ و باللہ و علیٰ سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ: السلام علی ابینا آدم و حوا'' (مفاتیح۔ 391-392)

ترجمہ اعمال ستون ہفتم: اور وہ وہی مقام ہے کہ جہاں حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو توفیق توبہ عطا کی۔ پس ستون ہفتم کی طرف جاؤ اور اس کے قریب کھڑے ہو کر کہو: ''بسم اللہ و باللہ و علی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ السلام علی ابینا آدم و حوا'' الخ یعنی اللہ کے نام سے اور اللہ کے لئے اور رسول اللہؐ کی ملت پر اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں: سلام ہو ہمارے بابا آدم اور اماں حوا کو۔ الخ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ان تمام روایات سے مسجد کوفہ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت آدم کی توبہ مسجد کوفہ کے اندر ستون ہفتم کے مقام پر قبول ہوئی تھی۔ اور یہ روایات یہ کہتی ہیں کہ مسجد کوفہ کے درمیان اور اس کے دائیں طرف اور اس کے پیچھے بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مقام جہاں پر ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا وہ بشت کوفہ پر ہے۔ حیات القلوب فارسی جلد اول ص 42

اور اس بہشت کا محل وقوع جن روایتوں میں بیان ہوا ہے وہ ہے، جانب راست مسجد کوفہ سے لیکر نجف اشرف تک اور نجف اشرف سے لیکر وادی اسلام پر محیط ہے اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مومنین کے لئے جنت برزخ بھی ظہر کوفہ یا بہشت کوفہ میں واقع ہے اور وہ بھی نجف اشرف اور وادی اسلام پر محیط ہے پس ان روایات سے جو اندازہ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ جنت ارضی جس میں آدم علیہ السلام کو رکھا گیا تھا، مسجد کوفہ کے درمیان میں ہے اور اس کے دائیں طرف کا علاقہ ہے اور اس کے پیچھے کا علاقہ یا عقب مسجد کوفہ یا ظہر مسجد کوفہ کا سارے کا سارا علاقہ وہ جنت ارضی تھا۔ جس میں آدم علیہ السلام کو خلق کیا گیا۔ جس میں آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرانے کے بعد رکھا گیا تھا جو پہلے فرشتوں کی رہائش گاہ تھا اور انکی عبادت گاہ تھا۔

مذکورہ روایات کے علاوہ اور کوئی روایت ایسی نظر سے نہیں گذری جس میں مسجد کوفہ کے درمیان اس کے دائیں طرف اور اس کے عقب کے سوا کسی اور مقام پر آدم علیہ السلام کی اس جنت ارضی کی نشاندہی کی گئی ہو۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

حضرت آدمؑ کو جنت ارضی سے نکال کر کہاں پہنچایا گیا

حضرت آدمؑ کو اس جنت ارضی سے باہر نکلنے کے بعد کہاں پہنچایا گیا اور کہاں آباد گیا؟ تو اسرائیلیات اور اسرائیلی روایات سے اس بارے میں ایسے ایسے قصے اور افسانے بیان ہوئے ہیں کہ جو نہ تو خداوند تعالیٰ کی شان رحیمی کے شایان شان ہیں اور نہ ہی حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کے قبول ہونے کے بعد ان کے لئے اس قسم کی باتوں کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

جنہوں نے آسمانوں میں اس جنت کو قرار دیا انہوں نے آدمؑ وحوا کو گوشت کے لوتھڑے کی طرح آسمان سے زمین پر پھیکنا بیان کیا ہے جس کو کھانے کے لئے درندے دوڑ پڑے۔ کسی نے آدم علیہ السلام کو سراندیپ میں اتارا۔ کسی نے آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا اور حوا کو جدہ میں اتارا۔

لیکن خداوند تعالیٰ کی شان رحیمی اور حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کو قبول کرنے انکے اصطفٰے کے بعد انہیں مجتبےٰ بنانے اور ہدایت کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد بعید معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ایسا سلوک ہوا ہو۔

البتہ آئمہ اطہار علیھم السلام میں سے امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک طولانی روایت میں جس میں آدم علیہ السلام کی خلقت، فرشتوں کا سجدہ کرنا اور جنت کے تمام واقعات توبہ کے قبول ہونے تک بیان کرنے کے بعد اس طرح منقول ہوا ہے۔

"آدم علیہ السلام نے عرض کی پروردگارا پس تو ہمیں اپنی رحمت سے ایسے بقعہ زمین پر پہنچا دے جو تیرے نزدیک محبوب ترین ہو۔ پس خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کو وحی کی کہ انہیں مکہ کے بابرکت شہر میں پہنچا دے۔ پس جبرئیل انہیں وہاں لے کر آئے اور آدم علیہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

السلام کو صفا پر اُتارا اور حوا کو مروہ پر۔ پس وہ دونوں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گے اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے بارگاہ خداوندی میں صدائے گریہ بلند کی اور اپنی گردنوں کو خضوع کے طور پر جھکا لیا۔ پس خدا کی طرف سے انکو یہ ندا آئی کہ تم اب کیوں رو رہے ہو؟ جب میں تم سے راضی اور خوش ہو گیا ہوں۔ انہوں نے کہا پروردگارا ہمارے گناہ نے ہمیں رلایا ہے۔ جسکی وجہ سے ہم اپنے پروردگار کے جوار سے دور ہو گئے ہیں۔ اور تیرے فرشتوں کی تسبیح و تقدیس کی آوازیں مخفی ہو گئیں۔ اور ہمارے پوشدہ مقام ہم پر ظاہر ہو گئے۔ اور ہمارے گناہ نے ہمیں زراعت کرنے اور دنیا کی چیزیں کھانے پینے کے لئے مجبور کر دیا۔ اور ہم دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی گئی ہے۔ اس سے ہمیں شدید وحشت معلوم ہوتی ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے جبرائیل کو وحی کی کہ میں خداوند رحمان و رحیم ہوں۔ چونکہ انہوں نے اپنی تکلیف کی مجھ سے شکایت کی ہے۔ لہذا میں نے ان پر رحم کیا پس اے جبرئیل تم ان کے لئے ایک خیمہ جنت سے لے جاؤ۔ اور بہشت کی مفارقت پر انہیں تسلی دو اور صبر کی تلقین کرو۔ اور آدم علیہ السلام و حوا کو اس خیمہ میں لا کر ٹھراؤ۔ کیونکہ میں نے ان کے گریہ کرنے اور وحشت و تنہائی کو دیکھ کر رحم کیا ہے اور اس خیمہ کو اس بلند مقام پر نصب کر دو جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان میں ہے۔ یعنی خانہ کعبہ کے مقام پر۔ اور اسکی بنیادیں اس سے پہلے فرشتے اٹھا چکے تھے۔ پس جبرائیل وہ خیمہ لے کر آئے۔ اور وہ ارکان اور کعبہ کی بنیادوں کے برابر تھا۔ اور اس کے اوپر جبرائیل نے اس خیمہ کو نصب کر دیا اور آدم کو صفا اور حوا کو مروہ سے نیچے لا کر دونوں کو اس خیمہ میں ٹھہرایا۔ اور اس خیمہ کا ستون یاقوت سرخ سے تھا۔ پس اس ستون کے نور کی روشنی نے مکہ کے تمام پہاڑوں اور اس کے گرد و نواح کو روشن کر دیا۔ اور وہ روشنی ہر طرف حرم کی حد تک پھیل گئی۔ پس اسی سبب سے حرم محترم ہو گیا حرمت خیمہ کی وجہ سے، چونکہ وہ خیمہ اور عمود بہشت سے لایا گیا تھا۔ اس سبب سے خدا نے حرم کے حدود میں

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

نیکیوں کا ثواب دوگنا کردیا۔ اسی طرح خیمہ کی طنابیں جو اس کے اطراف میں کھینچی گئیں مسجد الحرام کی حدود تک تھیں اور اسکی میخیں جنت کی شاخوں سے بنائی گئی تھیں۔ اور ایک روایت کے مطابق بہشت کے خالص سونے سے ہوئی تھیں۔ اور اس کی طنابیں بہشت کی ارغونی رنگ کی نافقہ تھیں۔ پس خدا نے جبرائیل کو وحی کی کہ اس خیمہ کی حفاظت کے لئے ستر ہزار فرشتوں کو بھیجوتا کہ وہ اسکی سرکش جنوں سے حفاظت کریں۔

پس ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے جو اس خیمہ کے نزدیک رہتے تھے۔ اور سرکش جنوں سے اسکی حفاظت کرتے تھے۔ اور رات دن ارکان خانہ کعبہ اور اس خیمہ کے گرد طوائف کرتے تھے۔ جیسا کہ وہ آسمان میں بیت المعمور کے گرد طوائف کیا کرتے تھے اور ارکان کعبہ زمین میں بیت المعمور کے برابر ہے جو آسمان میں ہے۔

اس کے بعد خدا نے جبرئیل کو وحی کی کہ آدم وحوا کے پاس جائے، اور ان کو خانہ کعبہ کی بنیادوں سے دور کردیں۔ کیونکہ میں ملائکہ کے ایک گروہ کو زمین میں بھیج رہا ہوں کہ وہ میرے گھر کی بنیادوں کو بلند کریں۔ ملائکہ اور آدمؑ کو اولاد سے ہونے والی تمام مخلوق کے لئے۔

پس جبرئیل آدم وحوا کے پاس آئے اور انہیں خیمہ سے باہر نکال کر انہیں خانہ کعبہ کی جگہ سے دور کردیا۔ اور خیمہ کو اس مکان سے اُٹھالیا اور آدم کو صفا پر اور حوا کو مروہ پر پہنچا کر ٹھہرا دیا اور اس خیمہ کو آسمان پر لے گئے پس آدم وحوا علیھم السلام نے کہا، اے جبرئیل کیا تم نے ہمیں خدا کے غضب کی وجہ سے اس مکان سے نکال دیا ہے۔ اور ہمارے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ یا خدا کی خوشنودی کے لئے ایسا کیا ہے کہ اس میں خدا کی کچھ مصلحت ہے۔

جبرئیل نے کہا، یہ کام غصہ اور غضب کی وجہ سے نہیں ہے، لیکن خدا کے کسی کام کے بارے میں کسی کو سوال کرنے کا حق نہیں ہے۔ اے آدم یقیناً خدا نے ستر ہزار فرشتے زمیں پر اس

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

لئے بھیجے ہیں کہ وہ تمہارے محافظ بنیں اور خانہ کعبہ اور خیمہ کا طوائف کریں۔ انہوں نے خدا سے یہ سوال کیا ہے کہ ان کے لئے بیت المعمور کے برابر اس خیمہ کی بجائے ایک گھر تعمیر کر دیا جائے تا کہ وہ اس گھر کے گرد طوائف کریں۔ جیسا کہ وہ آسمان میں بیت المعمور کے گرد طوائف کرتے تھے۔ پس خدا نے مجھے یہ وحی کی کہ میں تمہیں اور حوا کو اس جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دوں اور خیمہ کو آسمان پر پہنچاؤں۔ پس آدم علیہ السلام خداوند تعالیٰ کے اس امر اور تقدیر پر راضی ہو گئے۔

پس آدمؑ کا صفا پر قیام تھا اور حوا کا مروہ پر قیام تھا۔ پس آدمؑ نے حوا کے بغیر غم اور وحشت اور تنہائی محسوس کی۔ لہذا وہ صفا سے اترے اور حوا سے ملنے کے لئے مروہ کی طرف روانہ ہوئے۔ صفا اور مروہ کے درمیان ایک وادی تھی، جس وقت وہ صفا کے اوپر تھے تو مروہ کے اوپر حوا کو دیکھتے تھے جب وہ وادی میں اترے تو حوا اور مروہ انکی نظروں سے غائب ہو گئے پس وہ کچھ دور دوڑے کہ کہیں راستہ تو نہیں بھول گئے پس جب وادی سے ذرا اوپر آ گئے تو مروہ دکھائی دینے لگا۔ تو آدمؑ نے دوڑنا بند کر دیا۔ اور مروہ کے اوپر چڑھ گئے اور حوا کو سلام کیا۔ پس دونوں نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا اور دیکھا کہ آیا خانہ کعبہ کی بنیادیں کچھ بلند ہو گئیں ہیں۔ اور خدا سے سوال کیا کہ انہیں اپنے مکان کی طرف لوٹا دے یہاں تک کہ آدم مروہ سے نیچے اترے اور صفا کی طرف متوجہ ہوئے اور صفا کے اوپر جا کر کھڑے ہو گئے، اور خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے دعا کی، اس کے بعد پھر حوا سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا، اور صفا سے نیچے اترے اور مروہ کی طرف متوجہ ہوئے، اسی پہلے طریقہ سے یہاں تک کہ اس طرح سے تین دفعہ آئے اور تین دفعہ گئے۔ پس جب صفا پر واپس ہوئے تو پھر دعا کی کہ خدا انہیں اور انکی زوجہ کو اکٹھا کر دے اور حوا نے بھی اسی طرح سے دعا کی پس خدا نے اسی وقت دونوں کی دعا کو قبول کر لیا اور وہ زوال آفتاب کا وقت تھا پس جبرئیل آدم

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کے پاس آئے جبکہ وہ صفا کے اوپر کھڑے ہوئے تھے۔ رخ کعبہ کی طرف تھا اور دعا کر رہے تھے۔ پس جبرئیل نے کہا اے آدم صفا سے اترو اور حوا سے جا کر ملو۔ پس آدم صفا سے اترے اور مروہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جیسے کہ پہلے جایا کرتے تھے۔ اور کوہ مروہ کے اوپر چڑھ گئے اور حوا کو اس خبر سے آگاہ کیا جو جبرئیل نے انہیں پہنچائی تھی۔ پس دونوں بہت ہی خوش ہوئے اور خداوند تعالیٰ کی حمد کی اور شکر بجا لائے۔ پس اس سبب سے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانا مقرر ہوا۔

جس طرح سے آدم نے کیا تھا اس طرح سے طوائف کریں پس جبرئیل نے جا کر انہیں اطلاع دی کہ حق تعالیٰ نے زمین پر ملائکہ کو بھیجا ہے کہ خانہ محترم خدا کی بنیادوں کو صفا کے ایک پتھر اور مروہ کے ایک پتھر اور طور سینا کے ایک پتھر، جبل السلام کے ایک پتھر سے جو نجف اشرف میں ہے بلند کریں۔ پس خدا نے جبرئیل کو وحی کی کہ اس گھر کی تعمیر کریں اور اسکو مکمل کریں۔ پس جبرئیل نے ان پتھروں کو انکی جگہ سے اپنے پروں پر اٹھایا اور انہیں خانہ کعبہ کے مقام پر جہاں خدا نے حکم دیا تھا رکھا۔ اس کے بعد خدا نے وحی کی کہ اس گھر کی اس پتھر کے ساتھ تکمیل کریں جو کوہ ابو قبیس میں امانت کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ یعنی حجر الاسود۔ اور اس کے دو در بنائیں ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف۔ پس جب اسکی تعمیر سے فارغ ہو گئے۔ تو ملائکہ نے اس کے گرد طوائف کیا۔ پس جب آدم وحوا نے ملائکہ کی طرف دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کے گرد طوائف کر رہے ہیں۔ اور خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگا رہے ہیں تو انہوں نے بھی خانہ کعبہ کے گرد سات چکر میں طوائف کیا اور پھر وہ باہر نکل آئے کہ کچھ کھانے کا بندوبست کریں۔ "وایں درہماں روز بود کہ بزمین آمدہ بودند" اور یہ تمام واقعات اسی دن واقع ہوئے تھے جس دن وہ زمین پر تشریف لائے تھے۔ (ترجمہ حیات القلوب فارسی جلد اول ص 59-60)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے۔انہیں جبرئیل کے ہمراہ مکہ میں پہنچایا اور پھر اسی دن پہلے ایک خیمہ نصب کر کے انہیں اس میں ٹھہرایا پھر فرشتوں کی درخواست پر اس جگہ خانہ کعبہ کو تعمیر کر کے انکی رہائش کا بندوبست کیا۔

اور اس سارے واقعہ میں کوئی بات بھی بعید نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کے نظام ہدایت کے سلسلہ کا پہلا ہادی زمین پر آ رہا تھا وہ اس جنت ارضی میں مہربان بھی ہو گیا ہو۔ انکا اجتبیٰ کر کے انکو ہدایت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہو۔اور انکی اجتبے کی صورت میں ہمہ وقت نگرانی ونگہداشت بھی شروع کر دی ہو، یعنی جنت سے چلنے کے ساتھ ہی انکو مجتبےٰ بھی بنا دیا ہو تو اس کے لئے وہ اسکی رہائش اور کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا کوئی انتظام کیوں نہ کریگا۔

زمین پر حضرت آدمؑ کی نسل کا سلسلہ کیسے چلا؟

خداوند تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت ارضی جسمانی اور خلقت جسدی عنصری کا اعلان کیا تو سورہ ص میں اسطرح کہا کہ

" اذ قال ربک للملائکة انی خالق بشراً من طین فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین " (ص 71-72)

"جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں گیلی مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ تو جب میں اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا"

اور سورہ الحجر میں اسطرح سے بیان کیا ہے کہ:

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

"و اذ قال ربک للملائکة انی خالق بشراً من صلصال من حماً مسنون فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین" (الحجر 28-29)

"اور جب تمہارے پرودگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر کو خمیر دی ہوئی مٹی سے جو (سوکھ کر) کھن کھن بولنے لگے پیدا کرنے والا ہوں تو جس وقت میں اسکو ہر طرح سے درست کر چکوں اور اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا"

ان دونوں سورتوں میں طین، گیلی مٹی کو کہتے ہیں اور حماٍ مسنون سنے ہوئے گارے کو جو سڑ کر کیچڑ کی مانند ہو جائے۔ اور سورہ آل عمرانؑ کی آیت نمبر 59 میں آدم علیہ السلام کی خلقت کو تراب سے بیان کیا گیا ہے تو یہ مٹی کی تین حالتوں کا بیان ہے۔

پہلے مرحلے میں وہ خشک مٹی تھی لہذا تراب کہا دوسرے مرحلہ میں پانی ملا کر اسے گیلا کیا تو وہ طین یعنی گیلی مٹی ہو گئی اور جب اس میں خمیر اٹھا کر کیچڑ کی مانند بنا لیا تو وہ صلصال حماٍ مسنون ہو گئی۔

بہر حال خداوند تعالیٰ نے مذکورہ دونوں سورتوں میں تو فرشتوں کے سامنے یہ اعلان کیا کہ میں گیلی مٹی سے یا سنے ہوئے گارے سے بشر بنانے والا ہوں۔ جب میں اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں تو تم تب اس کو سجدہ کرنا۔ یعنی روح کے پھونکے جانے کے بعد اس سے پہلے نہیں۔

لیکن جب اس بات کو واقعہ کے طور پر قرآن میں بیان کیا تو یہ کہا کہ ہم نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو۔

"و اذ قلنا للملائکة السجدد لادم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ و

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

استکبر و کان من الکافرین " (البقرہ 34)

یعنی جب ہم نے ملائکہ کو یہ حکم دیا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے انکار کر دیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اسی طرح سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 60 میں اور سورہ الکہف کی آیت نمبر 50 میں اور سورہ طہٰ کی آیت نمبر 116 میں بھی یہی بیان کیا ہے کہ ہم نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔

سورہ صٓ اور سورہ الحجر کی دونوں آیتوں میں اور سورہ البقرہ اور سورہ بنی اسرائیل اور سورہ الکہف اور سورہ طہٰ کی مذکورہ چاروں آیتوں میں یہ فرق ہے کہ پہلی دونوں آیتوں میں حکم مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ جب میں اس بشر کو خلق کر کے ٹھیک ٹھاک کر لوں تو تم روح پھونکے جانے کے بعد سجدہ کرنا۔

لیکن دوسری چاروں آیتوں میں بغیر شرط کے یہ کہا کہ ہم نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ تم سب کے سب آدمؑ کو سجدہ کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس روح کا نام آدمؑ تھا اور وہ روح آدم علیہ السلام کی روح تھی اور اسی کا تعارف اعلان خلافت کے بعد کر دیا گیا تھا۔ اور یہ بات ہم سابقہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں کہ ہر انسان کی روح ہی اصل انسان ہے۔ وہی اپنے اصل مرکز سے آتی ہے اور وہیں لوٹ جاتی ہے۔

بہر حال جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے اور ابلیس کے انکار کے بعد خدا نے جب بھی آدم علیہ السلام سے خطاب کیا تو "اے آدم" کہہ کر خطاب کیا چنانچہ سورہ البقرہ میں تو یہ کہا کہ:

"و قلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة و کلا منها رغداً حیث شئتما و لا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظالمین " (البقرہ 35)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور ہم نے آدمؑ سے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ دونوں جنت میں ہی آرام کرو۔ اور جہاں سے تم دونوں کا دل چاہے خوب کھاؤ پیو مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم دونوں خود آپ ہی اپنا نقصان کرلو گے۔

اور سورہ الاعراف میں بھی یہی فرمایا کہ:

"و یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ و کلا من حیث شئتما و لا تقربا ھٰذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین" (الاعراف 19)

اور (ہم نے آدم سے کہا کہ) اے آدم تم اور تمہاری زوجہ دونوں جنت میں ہی آرام کرو۔ اور جہاں سے تم دونوں کا دل چاہے کھاؤ پیو۔ مگر اس درخت کے پاس نہ جاتا ورنہ تم دونوں خود اپنا آپ ہی نقصان کرلو گے۔

اور سورہ طٰہٰ میں اس طرح ارشاد ہوا کہ:

"فقلنا یا آدم ان ھٰذا عدو لک و لزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقیٰ . ان لک الا تجوع فیھا و لا تعریٰ ، و انک لا تظمئو فیھا و لا تضحٰی" (طٰہٰ 117 تا 119)

پس ہم نے آدمؑ سے کہا اے آدم یہ یقیناً تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، تو یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ چھوڑے۔ تو تم دونوں (دنیا کی) مشقت میں پھنس جاؤ گے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ یہاں (جنت میں) تمہیں یہ آرام ہے کہ تم یہاں نہ تو بھوکے رہو گے اور نہ عریاں (محسوس کرو گے) اور نہ ہی تم یہاں پیاسے رہو گے اور نہ ہی تپتی ہوئی دھوپ کھاؤ گے۔

ان تمام آیات میں ابلیس کے انکار کے ساتھ ہی یہ کہا گیا ہے کہ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ دونوں جنت میں ہی آرام کرو۔ حالانکہ فرشتوں کے سامنے صرف ایک بشر کی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خلقت کا اعلان تھا۔ اور اس میں روح کے پھونکے جانے کے بعد انہیں سجدہ کا حکم تھا۔ لیکن سب فرشتوں کے سجدہ کرنے اور ابلیس کے انکار کے ساتھ ہی کہا کہ: اے آدم تم اور تمہاری زوجہ دونوں جنت میں ہی آرام کرو۔ آیت کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت آدم کی زوجہ کی خلقت بھی حضرت آدم کے ساتھ ہی ہوئی۔ جس مٹی سے آدمؑ کا پتلا بنایا گیا اسی مٹی سے حوا کا پتلا بنایا گیا۔ حضرت آدمؑ کے جسد عنصری میں آدم کی روح پھونکی گئی اور حضرت حوا کے جسم عنصری میں حوا کی روح پھونکی گئی۔

حضرت آدمؑ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے ہوا کہ انہیں فرشتوں کی جگہ زمین پر ھادی بنا کر بھیجا جا رہا تھا اور فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن حضرت حوا کی خلقت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ انکا ذکر آدمؑ کے ساتھ جنت میں سکونت کے لئے ہی ہوسکتا تھا۔ لہذا انکی خلقت کا بیان خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سے نہیں کیا۔

چنانچہ خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم کی دوسری آیات میں اس سنت الیہ کو اسطرح سے بیان کیا ہے کہ:

"سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض و من انفسھم ومما لا یعلمون" (یٰسین۔ 36)

یعنی پاک ہے ذات اسکی جس نے پیدا کیئے ہیں جوڑے جوڑے سب چیز کے۔ اس کے بھی جو زمین سے اگتا ہے۔ اور خود ان کے بھی اور ان چیزوں کے بھی جنکی ان کو خبر نہیں ہے۔

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا تھا اس وقت تو شاید لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو۔ لیکن آج جدید سائنس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ خدا نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کئے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کہ کیسے یہ روایات گھڑی گئیں کہ حضرت حوا کو آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا ہے۔ ایسی باتیں اسرائیلیات سے ہمارے یہاں آئی ہیں اور بعض حضرات نے اس مطلب پر قرآن کریم کی آیات کو بھی چپکالیا اور وہ آیات یہ ہیں۔

"یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس و احدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالاً کثیراً و نساء" (النساء 1)

اے لوگو اپنے رب کی نافرمانی سے ڈرو جس نے تم سب کو صرف ایک نفس واحدہ سے پیدا کیا اور (اس کی بچی ہوئی مٹی سے یا) اسی کی جنس سے انکی زوجہ کو خلق کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے۔

اس آیت میں خلقکم من نفس واحدہ سے مراد ہر صورت میں حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا سلسلۂ نسب مرد کی طرف منسوب کیا جایا کریگا۔ سوائے حضرت عیسیٰ کے جو ایک معجزہ ہے قدرت خداوندی کے اظہار کے لئے اور "خلق منھا زوجھا" کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا چاہے آدمؑ میں نظام توالد کی دوسری سمت نہ ہونے کی وجہ سے انکی پسلی سے پیدا کرنا کہا جائے۔

خداوند تعالیٰ نے خلق منھا زوجھا کے مسئلہ کو سمجھانے کے لئے سورہ النمل میں اسطرح سے ارشاد فرمایا ہے۔

"واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً و جعل لکم من ازواجکم بنین و حفدۃ" (النمل 72)

اور اللہ نے پیدا کیں تمہارے واسطے تمہاری قسم سے عورتیں اور دیئے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے" (ترجمہ شیخ السید مولانا محمود حسن اسیر مالٹا)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یہاں پر کوئی نہیں کہتا کہ ہر انسان کی بیوی خود اسی سے پیدا ہوئی حالانکہ آیت کے الفاظ **جعل لکم من انفسکم ازوجاً** ہے لیکن یہاں پر سب یہی کہتے ہیں کہ اسکی بیوی اسی کی قسم سے یا اسی کی نوح سے پیدا کی ہے یعنی نوع بشر سے ہے۔

سورہ الزمر سے اس بات کو اور واضح کر دیا وہ اسطرح سے کہ ارشاد ہوا

"خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منھا زوجھا وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج" (الزمر 6)

اس نے تم سب کو ایک ہی نفس واحدہ سے پیدا کیا ہے پھر اسی کی نوع سے اسکی بیوی کو پیدا کیا اور اتارے تمہارے واسطے چوپاؤں سے آٹھ جوڑے (نر اور مادہ کے)

اس آیت میں نفس واحدۃ کا مطلب یہ ہے کہ نسل انسانی صرف ایک آدم علیہ السلام سے چلی ہے اور سلسلہ نسب ہمیشہ مردوں کی طرف ہی منسوب رہے گا اور **جعل منھا زوجھا** کے ساتھ ہی کہا **"وانزل لکم من الانعام ثمانیہ ازواج"** اور اتارے تمہارے واسطے چوپاؤں سے آٹھ جوڑے (نر اور مادہ کے) اور تفسیر التبیان میں اس آیت کی تفسیر میں اس طرح لکھا ہے کہ:

و انزل بعد ان خلقھا فی الجنۃ و یعنی بھا الابل و البقر و العنان و المعز ، کل حتف اثنین و ھما زوجان" (تفسیر التبیان جلد 9 ص 8-9)

یعنی انکو جنت میں خلق کرنے کے بعد جنت سے تمہارے لئے بھیجا اور اس سے مراد ہے اونٹ اور گائے اور بھیڑ اور بکری اور ہر نوع اور قسم کے دو دو جوڑے تھے نر اور مادہ۔

اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح خداوند تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے جنت میں اونٹ اور گائے اور بھیڑ اور بکری کے جوڑے جوڑے علیحدہ علیحدہ پیدا کئے اسی طرح آدم ؑ وحوا کو بھی علیحدہ علیحدہ ایک ہی نوع اور ایک ہی قسم یعنی نوع بشر سے علیحدہ علیحدہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خلق کیا اوراس کے بعد سلسلہ نسل چلانے کے لئے ایک قاعدہ مقرر کردیا جسے اس نے اس طرح سے بیان کیا ہے۔

"الذی احسن کل شئی خلقه و بداء خلق الانسان من طین ثم جعلً نسله من سللة من ماءٍ مهین ثم سواه و نفخ فیه من روحهٖ و جعل لکم السمع و الابصار و الا فئدة قلیلاً ماتشکرون" (السجدہ 7 تا 9)

وہ (قادر مطلق) جس نے ہر چیز بنائی (وہ ہر طرح سے) خوب درست بنائی۔ اورانسان کی ابتدائی خلقت مٹی سے کی پھر اسکی نسل کو (مٹی کے) خلاصے سے قرار دیا جو حقیر پانی کی صورت میں تھا پھر اس (کے پتلے) کو درست گیا اوراس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح میں سے پھونکا۔ اورتم لوگوں کو سننے کے لئے کان اور دیکھنے لے لئے آنکھیں اور سمجھنے کے لئے دل دیئے اس پر بھی تم بہت کم شکر کرتے ہو"

اور سللہ کی وضاحت سورہ المومنون میں اسطرح سے فرمائی کہ:

"ولقدخلقنا الانسان من سلله من طین " (المومنون 11)

اور یقینی طور پر ہم نے انسان کومٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا"

یعنی آدم علیہ السلام اور حضرت حوا تو مٹی سے خلق ہوئے اور آگے انکی نسل مٹی کے خلاصے سے چلی جسکا بیان اوپر سورہ المومنونسے ہوا ہے۔ اور آج کی طبی اور سائنسی تحقیق کے مطابق زمین میں جتنے عناصر پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب انسان کے اندر موجود ہیں یہ عناصر پہلے سبزیوں، پھلوں دودھ اور گوشت وغیرہ کے ذریعہ انسانی غذا بن کر انسانی خون کی شکل میں آئے اور پھر اس کے خلاصہ سے انسان کی خلقت ہوئی۔

پس اب تک کے بیان سے ثابت ہوگیا کہ جسطرح خدوند تعالیٰ نے حیوانوں کے اور ہر چیز کے ایک ہی قسم اور ایک ہی نوع کے ایک ہی چیز سے جوڑے جوڑے بنائے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اسی طرح آدمؑ اور حوا کو علیحدہ علیحدہ نوعِ بشر سے ایک ہی مٹی سے جوڑے کے طور پر خلق کیا اور پھر انکی نسل کو مٹی کے خلاصے سے قرار دیا جسکا سلسلہ نسب تو مرد سے ہی چلے گا۔ لیکن عورت کے بغیر کسی کے اولاد نہ ہوئی۔ اور اسی اصول اور قاعدے اور دستور کو واضح کرنے اور محکم بنانے کے لئے فرمایا ہے کہ:

"بدیع السمٰوت و الارض انی یکون لہ ولد و لم تکن لہ صاحبۃ، و خلق کل شئی و ھو بکل شئی علیھم " (الانعام 102)

(وہ تو) تمام آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے۔ اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے۔ جبکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے ہی نہیں، اور اسی نے ہر چیز کو خلق کیا ہے، اور وہ ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والا ہے۔

اس آیت نے قطعی فیصلہ دے دیا ہے کہ کسی کے بھی بغیر بیوی کے اولاد نہیں ہو سکتی نہ خدا کے بغیر بیوی اولاد ہو سکتی ہے۔ اولاد تو بیویوں سے ہی ہوگی۔ اور سلسلہ نسل بھی مٹی کے خلاصہ سے ہی چلے گا۔ لیکن نسب مردوں کیطرف منسوب ہوا کریگا۔

چنانچہ قرآن کریم میں جتنے انبیاء و رسل کا قصہ بیان ہوا ہے انکا یکجائی طور پر بیان کر کے کہتا ہے کہ:

"اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبین من ذریہ آدم و ممن حملنا مع نوح و من ذریہ ابراھیم و اسرائیل و ممن ھدینا و اجتبینا"

(مریم 59)

یہ تمام انبیاء (جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے) وہ ہیں جنہیں خدا نے اپنی نعمت سے نوازا ہے یہ انبیاء آدمؑ کی اولاد سے ہیں اور انکی اولاد سے ہیں جنہیں ہم نے (طوفان کے وقت) نوح کے ساتھ (کشتی پر) سوار کر لیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوب کی اولاد ہیں، اور ان

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

لوگوں میں سے ہیں جنکو ہم نے ہدایت کی اور انکا اجتبےٰ کیا

اس سلسلہ نسب کے بیان میں خدا نے آدم سے لیکر حضرت ابراھیم تک کسی عورت کا نام نہیں لیا، جو دلیل ہے اس بات کی کہ سلسلہ نسب مردوں کے ساتھ ہے، جبکہ عورت کے بغیر اولاد کا ہونا ممکن نہیں ہے، پس سارے انبیاء ورسل اور ہادیان دین آدم علیہ السلام کی ذریت ہیں اور انکی ہی نسل سے ہیں، لیکن ان کے اصطفےٰ اور اجتبےٰ کے علاوہ انکی طہارت اس بنا پر بھی ہے کہ انکی پیدائش بھی اگر چہ مرد اور عورت کے بغیر نہیں ہے لیکن وہ سب کے سب حلال طریقہ سے اور شرعی نکاح کے ذریعہ سلسلہ ازواج کی صورت میں اس دنیا میں آئے ہیں۔ اور ان میں پیدائش کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔

پس اب تک کے بیان سے بالفاظ واضح ثابت ہو گیا ہے کہ ہر انسان کے دو وجود ہیں ایک روح جو اصل انسان ہے دوسرے وجود ارضی جسمانی جس کو ٹھیک ٹھاک کرنے کے بعد خداوند تعالیٰ اسکی روح کو اس کے جسم میں پھونکتا ہے۔ اور پھر انسان کو خلق کرنے کے بعد فخر کے ساتھ کہتا ہے کہ:

"فتبارک اللہ احسن الخالقین"

برکتوں والا ہے وہ اللہ جو بہترین خلق کرنیوالا ہے یہی روح انسان کے وجود ارضی جسمانی کی تکمیل کے بعد اس میں پھونکی جاتی ہے، اور یہی روح اسکی موت کے وقت وہیں چلی جاتی ہے، جہاں سے آئی تھی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کا مطلب بھی یہی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا حال

جس طرح اسرائیلی روایات کو اپنا کر حضرت حوا کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں۔ جس کا کچھ بیان سابقہ عنوان میں ہوا ہے اور سورہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

الزمر کی آیت نمبر 6 اس پر ایک واضح دلیل ہے کہ وہ خدا جس نے اونٹ کے نر اور مادہ کے دو دو جوڑے پیدا کئے، گائے کے نر اور مادہ کے دو دو جوڑے پیدا کئے بھیڑ کے نر اور مادہ دو دو جوڑے پیدا کئے اور بکری کے نر اور مادہ دو دو جوڑے پیدا کئے اور ان حیوانات کو جنت میں علیحدہ علیحدہ جوڑے جوڑے پیدا کر کے آدم علیہ السلام اور انکی اولاد کی سواری کرنے انکی اون استعمال کرنے انکا دودھ پینے اور انکا گوشت کھانے کے لئے جنت سے آدم علیہ السلام کے پاس بھیجے اسی طرح انسانوں کو بھی نر اور مادہ کی صورت میں ہی علیحدہ علیحدہ جنت میں مٹی سے جوڑا ہی پیدا کیا۔

جب تک سجدہ کے حکم کا ذکر رہا۔ آدم علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ اور جب جنت میں سکونت کا حکم ہوا تو پھر آدم اور انکی زوجہ دونوں کو حکم ہوا۔ لیکن انکی خلقت کا اس سے پہلے علیحدہ سے ذکر نہ کیا۔

اور آدم علیہ السلام کا نام اور انکا ذکر بار بار خصوصی طور پر اس لئے آیا کیونکہ سارا قصہ ان کی ذات کے گرد ہی گھومتا ہے۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے لئے اتنی غلط اور متضاد روایات ہیں جو اکثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں اور ان سب کا تسلیم کرنا بھی مشکل ہے اور ان سب کو جمع کرنا بھی مشکل ہے۔ لہذا ہم صرف ان روایات کو یہاں پر نقل کرتے ہیں جو قرآن کے مطابق ہیں۔

حیات القلوب میں زرارہ کی امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طولانی روایت نقل کی گئی ہے۔ جس میں مذکورہ قسم کی روایتوں کا رد و ابطال کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے چار آسمانی کتابیں نازل کیں۔ سب سے پہلی توریت ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ دوسری زبور ہے جو حضرت داؤد پر نازل ہوئی۔ تیسری انجیل ہے جو

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی اور چوتھی کتاب قرآن ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ پر نازل ہوئی۔ ان تمام کتابوں میں بھائی کا بہن کے ساتھ نکاح حرام ہے، اس کے بعد ہابیل کے قتل ہو جانے اور قابیل کے فرار ہو جانے کے کافی عرصہ بعد حضرت شعیب کی پیدائش کا حال بیان کرتے ہوئے امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

حقتعالیٰ شیث را باو بخشید تنہا کہ جفتی با و نبود۔ و نام شیث ھبۃ اللہ بود و او اول وصی بود کہ وصیت بسوی او کروند آدمیان در زمین۔ پس بعد از شیث یافث متولد شد تنہا بے آنکہ با او جفتی باشد۔ پس چوں ہر دو بالغ شدند و خدا خواست کہ نسل بسیار شود چنانچہ می بینید و اینکہ بودہ باشد آنچہ قلم بآں جاری شدہ است از حرام گرداندن آنچہ حرام کردہ است از خواھرن بر برادران۔ خدا فرستاد بعد از عصر روز پنجشبہ حوریہ را از بہشت کہ نامش نزلہ بود۔ و امر کرد خدا آدمؑ را کہ او را بشیث تزویج نماید۔ پس بعد از عصر روز دیگر حوریہ از بہشت نازل شد کہ نامش منزلہ بود۔ و خدا امر کرد آدم را کہ او ر بیافث تزویج نماید و آدم چنین کرد پس برائے شیث پسری بہم رسید و برائی یافث دختری بہم رسید۔ و چوں ہر دو بالغ شدند حق تعالیٰ امر کرد آدم را کہ دختر یافث را بہ پسر شیث تزویج نماید، و چنیں کرد۔ پس متولد شدند ہر گزیدگان از پیغمبر و مرسلان از نسل الیشاں و معاذ اللہ کہ چنین باشد کہ الیشان می گویند کہ از خود خوہران برادران بہم رسیدہ اند" (حیات القلوب فارسی جلد اول ص 67)

(حضرت ھابیل کے قتل ہو جانے کے کافی عرصہ بعد)

خداوند تعالیٰ نے انہیں حضرت شیث کو عطا فرمایا تنہا جن کے ہمراہ کوئی بہن نہیں تھی اور شیث کا نام ھبۃ اللہ بھی تھا (یعنی اللہ کی بخشش) اور وہ حضرت آدم کے پہلے وصی تھے کہ آدم علیہ السلام نے انکو زمین میں اپنا وصی بنایا، حضرت شیث کے بعد حضرت یافث پیدا ہوئے تنہا جن کے ہمراہ کوئی بہن پیدا نہیں ہوئی۔ اور خدا نے چاہا کہ آدم کی نسل بہت زیادہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہو، جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور اس وجہ سے کہ جس بات کے لئے قلم جاری ہو چکا ہے اسی طرح سے ہو کہ بہنوں کا بھائیوں کے ساتھ نکاح حرام رہے گا۔ خدا نے جمعرات کے دن عصر کے بعد بہشت سے ایک حوریہ کو کہ اس کا نام نزلہ تھا، بھیجا اور آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کا نکاح حضرت شیث کے ساتھ کریں۔ ان کے بعد اس سے اگلے روز عصر کے بعد ہی ایک اور حوریہ کو بہشت سے بھیجا، جسکا نام منزلہ تھا اور خدا نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ اسکا نکاح یافث کے ساتھ کریں۔ اور آدم نے اسی طرح سے کیا پس حضرت شیث کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور حضرت یافث کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اور جب حضرت شیث کا لڑکا اور حضرت یافث کی لڑکی بالغ ہوئے تو خدا نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ یافث کی لڑکی کا شیث کے لڑکے کے ساتھ نکاح کریں پس آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ پس انبیاء و رسل اور ہادیان دین کی برگزیدہ ہستیاں ان سے پیدا ہوئیں اور معاذ اللہ ایسا نہیں ہے کہ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ بھائیوں کا نکاح بہنوں سے ہوا ہو۔

بہر حال حضرت شیث اور حضرت یافث سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت ھابیل اور قابیل کے علاوہ اور کتنی اولادیں ہوئیں ان کے نام کیا تھے کہیں لکھے ہوئے موجود نہیں ہیں۔ اور کیا واقعاً ہر دفعہ بھائی اور بہن جوڑے جوڑے ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے، اور انکا کیا ہوا۔ تحقیق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا، البتہ ایک روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت شیث سے پہلے حضرت آدم کی اولاد میں ھابیل کے قتل کے وقت صرف حضرت ھابیل اور قابیل ہی موجود تھے۔ اور جس وقت ھابیل کا قتل ہوا۔ اس وقت روئے زمین پر صرف چار انسان آباد تھے۔ ایک حضرت آدم علیہ السلام دوسرے حضرت حوا تیسرے حضرت ھابیل اور چوتھے قابیل۔ ان کے علاوہ روئے زمین پر اور کوئی انسان موجود ہی نہیں تھا۔ اگر ھابیل کے قتل سے پہلے واقعاً ایک ساتھ بھائی اور بہن پیدا ہوتے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

تھے تو اس روایت کے مطابق وہ سب کے سب مر چکے تھے اور ھابیل کے قتل کے وقت ان میں سے کوئی زندہ موجود نہیں تھا۔ یا پھر یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ ہر دفعہ جوڑے ایک بھائی اور بہن پیدا ہوتے تھے۔ وہ روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام حیات القلوب میں اسطرح مروی ہے:

"بچندین سند منقول است کہ روزے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام در مسجد الحرام نشستہ بود، وطاؤس یمانی بر رفیق خود گفت میروم کہ از وسوا کنم۔ نمبدانم کہ جوابش می داندیانہ، پس آمدند بخدمت آنحضرت وسلام کردند وطاؤس پرسید کہ آیا می وانی گدام روز بود کہ ثلث مردم مرد، حضرت فرمود ہرگز ثلث مردم نمرد۔ غلط کردی خواہتی بگوئی ربع مردم۔ ثلث مردم گفتی گفت این چگونہ بود، فرمود روز یکہ در دنیا آدمؑ وحوا وقابیل بودند و قابیل ھابیل راکشت، چہار یک مردم مرد، گفت درست گفتی" (حیات القلوب جلد اول فارسی ص 71)

ترجمہ: کئی اسناد کے ساتھ منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور طاؤس یمانی نے اپنے رفیق سے کہا کہ میں جا کر ان سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ اس مسئلہ کا صحیح جواب جانتے ہیں یا نہیں۔ پس وہ دونوں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کو سلام کرنے کے بعد طاؤس نے آنحضرت سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ کونسا دن تھا جس دن دنیا کے ایک تہائی آدمی مر گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہرگز ایک تہائی آدمی نہیں مرے۔ تم نے غلط سوال کیا ہے۔ تمہیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ ایک چوتھائی آدمی کس دن مرے۔ تم نے تہائی آدمی کہے۔ اس نے کہا یہ کس طرح ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ دن جس دن دنیا میں صرف آدم وحوا اور قابیل وہابیل تھے۔ قابیل نے ھابیل کو قتل کر ڈالا۔ اسطرح دنیا

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کے ایک چوتھائی آدمی مر گئے ۔اس نے کہا آپ نے صحیح فرمایا ہے۔

یہ روایت واضح طور پر یہ کہتی ہے کہ جس دن قابیل نے ھابیل کو قتل کیا اس دن ان چار آدمیوں کے سوا اور کوئی انسان روئے زمین پر موجود تھا ہی نہیں لہذا قتل کا محرک ایک کی بہن کا دوسرے بھائی کے ساتھ نکاح کا افسانہ قطعی غلط من گھڑت داستان اور اسرائیلی روایات سے اخذ کردہ ہے۔

اور اگر وہ روایات جن میں حضرت آدم علیہ السلام کی بہت سی اولاد کا ذکر ہے اور وہ روایات جن میں ایک ساتھ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی پیدائش کا بیان ہے۔اگر وہ درست ہوں اور انہیں غلط نہ مانا جائے تو یہ ماننا پڑیگا کہ جس دن قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اس دن اولاد آدم میں سے اور کوئی زندہ موجود نہیں تھا اور ان میں سے کسی سے بھی آگے نسل نہیں چلی، اور اس بات پر مذکورہ روایت سے آگے چل کر روشنی پڑتی ہے جو اسطرح سے۔

"پس پرسید کدام یک پدر مردم اند گشندہ یا کشتہ شدہ۔فرمود ہیچ یک نہ بودند بلکہ پدر مردم شیث پسر آدم است" (حیات القلوب فارسی)

پھر طاوس نے حضرت امام محمد علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگوں کا یعنی حضرت آدم کی آیندہ نسل کا باپ قاتل تھا یا مقتول، یعنی قابیل تھا یا ھابیل

یعنی ان دونوں میں سے آدم علیہ السلام کی نسل کس سے چلی ۔تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے آدم علیہ السلام کی آیندہ نسل میں ہونے والے لوگوں کا باپ کوئی نہیں تھا بلکہ آدم علیہ السلام کی آیندہ نسل میں ہونے والے لوگوں کا باپ حضرت شیث علیہ السلام پسر آدم علیہ السلام تھے۔

یہ روایات چونکہ قرین عقل ہیں اور کتب آسمانی کے موافق ہیں لہذا ہم نے ان کو یہاں پر نقل کیا ہے اور باقی روایات پر اعتبار نہ کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دیا ہے اور اس بات

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

میں کوئی استبعاد نہیں ہے اور خدا کی قدرت ورحیمی وکریمی سے یہ بات بالکل درست نہیں ہے اور اسکی حکمت کے عین مطابق ہے کہ آدمؑ کی آیندہ نسل چلانے کے لئے حضرت شیث کے لئے حضرت شیث کے لئے نزلہ کو اور حضرت یافث کے لئے منزلہ کو خلق کر کے جنت سے جب انکی ضرورت ہوئی بھیجا ہو۔

کیونکہ حضرت آدمؑ خدا کے مصطفیٰ بندے تھے اور جنت سے رخصت کرتے وقت انکو مجتبیٰ اور ہادی بنا کر بھیجا تھا اور انکی درخواست پر ایک مقدس مقام پر اُتارا تھا جہاں کھانے پینے کے لئے کچھ نہ تھا ایک وادی غیر ذی زرع تھی جو آج بھی وادی غیر ذی زرع ہے وہاں کے رہنے والوں کے لئے جس طرح کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء آج بھی باہر سے ہی آتی ہیں، لہٰذا خداوند تعالیٰ نے حضرت آدم کو یونہی بے یارو مددگار نہ چھوڑا تھا۔ اونٹ کے دودو جوڑے سواری کے لئے اور دودھ پینے کے لئے گائے کے دودو جوڑے، ان کا دودھ پینے اور انکا گوشت کھانے کے لئے بھیڑ کے دودو جوڑے انکی اون برتنے انکا گوشت کھانے اور انکا دودھ پینے کے لئے اور بکری کے دودو جوڑے ان کا دودھ پینے انکا گوشت کھانے کے لئے انکے ساتھ بھیجے جیسا کہ فرمایا" **و انزل لکم من الانعام ثمانية ازواج** "اور اتارے تمہارے واسطے چوپاؤں سے آٹھ جوڑے نر اور مادہ

اور تفسیر التبیان میں اسطرح لکھا ہے کہ

"**و انزل بعد ان خلقها في الجنة**"

یعنی انکو جنت میں خلق کرنے کے بعد تمہارے لئے بھیجا اور انزل اسی طرح ہے جیسا کہ **اهبطوا منها جميعاً** یا جیسا کہ فرمایا

"**يا بني آدم قد انزلنا عليكم لباساً يواري سواتكم وريشاً، ولباس التقوى، ذالک خير، ذالک من آيات الله لعلكم تذكرون**" (الاعراف 26)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور اس کے علاوہ وہ تمہاری زینت کا کام بھی دیتا ہے۔ اور تقویٰ کا لباس تو یہ سب سے اچھا ہے یہ لباس قدرت خدا کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ تم لوگ نصیحت و عبرت حاصل کرو۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کو اس لباس کی جنت سے باہر آتے ہی ضرورت تھی لہذا جنت سے ان کے لئے لباس بھجوایا پینے کے لئے دودھ اور کھانے کے لئے گندم پھر بیلوں سے ہل چلائے اور کھیتی باڑی شروع کر دی، کہاں کی؟ سارا کرہ ارض انکے زیر نگیں تھا جہاں قابل کاشت زمین دیکھی وہاں کاشت کی۔ یہاں تک کہ حضرت ہابیل کے پاس بھیڑوں اور بکریوں کا ریوڑ کاریوڑ ہو گیا اور قابیل نے کھیتی کے بالیاں نذر کیں اور ہابیل نے ایک اچھی سی بھیڑ کی نذر کی جو قبول ہو گئی۔ یہ سب چیزیں خدا نے جنت میں خلق کی گئیں تو حضرت شیث کے لئے نزلہ اور حضرت یافث کے لئے منزلہ کو جنت سے خلق کر کے بھیجنے میں کیا استبعاد ہے تا کہ آدم کی نسل کو حلال کے طریقہ سے رشتہ ازواج میں منسلک کر کے چلائے اور محبان اہل بیت کو تو اس بات کے تسلیم کرنے کے لئے کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ خدا اپنے مصطفےٰ اور مجتبےٰ بندوں کی کتنی خاطر داری کرتا ہے اور عید کے دن حضرت حسنین علیہم السلام کے لئے جنت سے سلے سلائے کپڑے بھجواتا ہے۔

یہاں پر ایک لطیفہ کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خدا نے نزلہ کو بھیج کر آدمؑ کو حکم دیا کہ نزلہ کا نکاح شیث کے ساتھ کر دو اور دوسرے دن منزلہ کو بھیج کر آدمؑ کو حکم دیا کہ منزلہ کا نکاح حضرت یافث کے ساتھ کر دو۔ آدم علیہ السلام موجود تھے لہذا انہوں نے ان دونوں کا نکاح پڑھ دیا۔ اب انسانوں میں کے خناس کے وسوسوں کا حال سنیئے۔ مجھے ایک مقام پر مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مجلس سے پہلے لوگ جمع ہو رہے تھے میں بھی بیٹھا تھا کہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ایک بزرگ صوفی نما شخص نے مجھ سے کہا مولوی صاحب ایک سوال پوچھنا ہے۔ میں نے کہا آپ کا سوال کیا ہے فرمایا یہ بتلایئے کہ حضرت آدم کے ساتھ حوا کا نکاح کس نے پڑھایا تھا تمام لوگ اسکے سوال اور میری طرف متوجہ ہو گئے واقعاً اس وقت تو اور کوئی آدمی تھا ہی نہیں جو حضرت آدمؑ کا نکاح پڑھتا، میں نے کہا کہ خدا نے حضرت حوا کو انکی زوجہ کی حیثیت سے ہی پیدا کیا تھا اس لئے جب جنت میں سکونت کا حکم دیا تو فرمایا اسکن انت و زوجک الجنۃ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ یہیں جنت میں ہی آرام کرو۔ ویسے شروع میں انسان خود بھی اپنا نکاح پڑھ سکتا ہے فرمانے لگے نہیں جی نہیں حضرت آدمؑ کا نکاح حضرت علیؑ نے پڑھا تھا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ہر کام صرف اکیلے حضرت علی سے ہی کرانے پر تلا ہوا ہے تو سمجھ لو کہ وہ یا تو حضرت علی کو خدا ماننے والوں میں سے ہے یا صوفی شیعوں میں سے جو ولایت کا خرقہ حضرت علیؑ سے ہی کھینچ کر اپنے تک لاتے ہیں، یا وہ مفوضہ سے ہے جو ہر کام کے لئے محمدؐ اور علیؑ دونوں کو شامل کرتے ہیں جیسا کہ سابقہ اوراق میں آدم علیہ السلام کے پتلے کا گارا بنانے کا بیان ہوا کہ مقرر صاحب نے برسر منبر فرمایا کہ خدا نے جو یہ کہا کہ خلقت بیدی میں نے اسکو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے، تو خدا کے تو ہاتھ ہیں نہیں۔ لہذا یہ پتلا اور اسکا گارا محمدؐ اور علیؑ نے بنایا۔ ایک ہاتھ محمدؐ کا اور دوسرا علیؑ کا حالانکہ حضرت علی علیہ السلام کے تو دو ہاتھ تھے، وہ اکیلے بھی دونوں ہاتھ سے کام کر سکتے تھے، اگر یہ مقرر حضرت علی کو خدا ماننے والوں میں سے ہوتا تو وہ یقیناً یہ کہتا کہ وہ دونوں ہاتھ علیؑ کے تھے لہذا انہوں نے ایک ہاتھ حضرت محمدؐ کا لیا اور دوسرا ہاتھ حضرت علی علیہ السلام کا لیا اور ان دونوں ہاتھوں سے آدم علیہ السلام کے لئے گارا بنوایا اور انکا پتلا درست کرایا۔ قطع نظر اس سے کہ اس وقت تک نہ تو حضرت محمدؐ اور نہ ہی حضرت علیؑ عالم اجسام میں تشریف ہی نہیں لائے تھے۔ مگر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

وسوسہ تو اس کو کہتے ہیں کہ غلط بات کو لوگوں کی نظروں میں زینت دینا حالانکہ ید کے معنی قوت وطاقت کے بھی ہیں، جیسا کہ حضرت داؤد کے بارے میں قرآن میں آیا ہے کہ ہاتھ والے تھے یعنی صاحب قوت وقدرت تھے، اور چونکہ انسان کے دو ہاتھ ہوتے ہیں جب وہ دونوں ہاتھوں سے کام کریگا تو پوری قوت وطاقت سے کرے گا۔ لہذا ایدی کے معنی قدرت کاملہ بھی ہے۔ اب ہم اس عنوان کو یہیں پر ختم کرتے ہیں اور حضرت ہابیل کے قتل کے اصل سبب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

حضرت ہابیل کے قتل کا اصل سبب کیا تھا؟

حضرت ھابیل کے قتل کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں۔ جو ایک دوسری کے خلاف اور متضاد ہیں۔ لیکن طاؤوس والی مذکورہ روایت سے ایک دوسرے کی بہن کے ساتھ شادی پر اختلاف کا مسئلہ تو صاف ہو گیا، کہ جس وقت حضرت ھابیل کو قتل کیا گیا اس وقت روئے زمین پر قابیل وہابیل کے سوا اور کوئی آدم زاد موجود تھا ہی نہیں۔

دوسری روایت وہ ہے جس میں یہ کہا گیا ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت ھابیل کو خدا کے حکم سے اپنا وصی بنانا چاہتے تھے۔ لہذا قابیل کو اس پر حسد ہوا اور اس نے یہ کہا کہ یہ میرا حق ہے لہذا حضرت آدم نے انہیں اپنی اپنی نذر پیش کرنے کے لئے کہا۔ تا کہ جس کی نذر قبول ہو جائے وہ سمجھ لے کہ اس کے لئے خدا کی طرف سے وصی بنائے جانے کا حکم ہے۔ قرآن کریم میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔

" و اقصص علیھم نبا ابنی آدم بالحق " (المائدہ 27)

اے رسول تم آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں ھابیل وقابیل کا (جو سچا سچا اور صحیح صحیح قصہ ہے وہ لوگوں سے بیان کر دو۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے قصہ کے بارے میں غلط ملط قصے بیان ہورہے تھے، لہذا قرآن نے ان کا قصہ جس طرح سے تھا اس طرح سے بیان کیا۔ جو اسطرح ہے کہ

"اذ قربا قربانا یتقبل من احد هما و لم یتقبل من الاخر قال لا قتلنک . قال انما یتقبل الله من المتقین .لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی لاقتلک انی اخاف الله رب العالمین" (المائدہ 27-28)

جب دونوں (بھائیوں ھابیل اور قابیل) نے خدا کی درگاہ میں اپنی اپنی نیازیں پیش کیں تو ان میں سے ایک (ھابیل) کی نذر تو قبول ہوگئی اور دوسرے (قابیل) کی نذر قبول نہ ہوئی تو اس نے (حسد کرتے ہوئے ھابیل سے) کہا۔ میں تجھے ضرور ضرور قتل کرڈالونگا۔ ھابیل نے جواب دیا کہ (بھائی اس میں میرا کیا قصور ہے) خدا تو صرف انکی نذر قبول کرتا ہے جو پرہیز گار ہوں اگر تم میرے قتل کے ارادے سے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ گے، میں تو (اس کے باوجود) تمہارے قتل کے ارادے سے اپنا ہاتھ تمہاری طرف نہ بڑھاؤنگا۔ کیونکہ میں تو اس خدا سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔

اس کے بعد اسطرح سے ارشاد ہوا۔

"فطوت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین" (المائدہ 30)

پھر تو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر اسے بھڑکا ہی دیا آخر اس نے اسکو قتل کرہی ڈالا اور گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔

سورہ مائدہ کی ان آیات سے یہ بات تو واضح طور پر ثابت ہے کہ قابیل اور ھابیل دونوں کو اپنی اپنی نذریں پیش کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ لہذا جب دونوں نے اپنی اپنی نذریں پیش کیں تو ھابیل کی نذر تو قبول ہوگئی اور قابیل کی نذر قبول نہ ہوئی۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

1 ھابیل کی نذر کا قبول ہونا کیسے معلوم ہوا اور قابیل کی نذر کا قبول نہ ہونا کیسے معلوم ہوا۔ تو تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ آسمان کی طرف سے ایک آگ آئی اور جس کی نذر قبول کرنی تھی اسکو کھالیا۔ لہذا یہ بات تو مسلمہ ہے کہ آگ آئی اور ھابیل کی نذر کو چٹ کر گئی۔ جس سے قابیل نے جان لیا کہ ھابیل کی نذر قبول ہو گئی ہے اور میری نذر قبول نہیں ہوئی ہے۔

یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ یہ آگ کیسے آئی تھی؟ اس آگ کو کس نے بھیجا تھا؟ اور اس آگ نے جس نذر کو نگل لیا اس کے بارے میں یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ اسکی نذر قبول ہو گئی ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک خرق عادت بات تھی جسے اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں جو خدا اپنی منتخب کردہ چنی ہوئی اور برگزیدہ ہستیوں کی تصدیق کے لئے خود دکھاتا ہے۔ اور قرآن کریم اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آگ کا آنا اور کسی کی نذر کا کھا جانا عادی امور میں سے نہ تھا اور نہ ہی ایسا ہر کسی کے لئے ہوتا تھا، بلکہ اس زمانے میں بھی اور اس کے بعد بھی کافی عرصہ تک یہ بات معجزہ شمار ہوتی رہی جو وہ اپنے انبیاء و رسل اور ہادیانِ دین کی تصدیق کے لئے دکھاتا رہا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ

"الذین قالوا ان الله عهد لنا الا تومن الرسول حتیٰ یا تینا بقربان تا کلمه النار ه قال قد جاء کم رسل من قبلی با بینٰت ربا لذی قلتم قلم قتلتمو هم ان کنتم صادقین" (آل عمران 183)

وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ خدا نے تو ہم سے یہ عہد لے رکھا ہے کہ جب تک کوئی رسول (تمہیں یہ معجزہ نہ دکھادے کہ وہ) اپنی نذر (قربانی) پیش نہ کرے اور اس کو آسمانی آگ اگر چٹ نہ کر جائے ہم اس پر ایمان نہ لائینگے۔ اے رسول تم ان سے کہدو کہ تم یہ بتلاؤ کہ جو واضح اور روشن معجزات لے کر آئے اور یہ معجزہ بھی انہوں نے تمہیں دکھایا۔ جس کی تم

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

نے اس وقت مجھ سے فرمائش کی ہے۔ تو اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو تم نے ان پیغمبروں کو کیوں قتل کیا تھا؟

یہ آیت واضح طور پر یہ کہہ رہی ہے کہ آگ کا آسمان سے آنا اور نذر کا چٹ کر جانا خدا کی طرف سے معجزہ ہوتا تھا، جو وہ انبیاء و رسل اور ہادیان دین کی صداقت اور انکی تصدیق کے لئے دکھاتا تھا لہذا حضرت ھابیل کی نذر کا آسمانی آگ کا آ کر چٹ کر جانا بھی خدا کی طرف سے حضرت ھابیل کے برگزیدہ ہونے کی تصدیق کے لئے تھا۔

پس قرآن کریم کی مذکورہ آیات کی موجودگی میں وہ تمام افسانے جو اس سلسلے میں گھڑے گئے ہیں یکسر غلط ثابت ہو گئے اور دراصل، ہمارے یہاں وہ سب کے سب اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔

آدمؑ کی جنت ارضی سے باہر آنے والے دو کردار اور عملی نمونے

آدم علیہ السلام کے اس جنت ارضی میں رہتے ہوئے دو کردار معرض وجود میں آئے۔ اور دنیا میں یہی دونوں کردار تمام جن وانس کے لئے نمونہ عمل قرار پائے۔ ایک آدم علیہ السلام کی سیرت و کردار اور دوسرے ابلیس کی سیرت و کردار۔

آدم علیہ السلام کی خلقت کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ جب میں اس بشر کے جسم کو بہمہ وجوہ درست اور ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اس کے بعد اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب کے سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ اور چونکہ وہ فرشتے جو اس جنت ارضی میں رہ رہے تھے۔ جنوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور ابلیس جس کا اصل نام عزازیل تھا ان پر ایمان لے آیا تھا اور ہزاروں سال سے ان کے ساتھ رہتے ہوئے محو عبادت تھا۔ جیسا کہ سابق میں حضرت علی علیہ السلام کے ایک

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

خطبہ کے بیان سے ثابت کیا گیا ہے۔

لہذا ابلیس کو ان فرشتوں کے تابع ہونے کی حیثیت سے حکم سجدہ تھا۔ اور اندازہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ اصل حکم یہ ابلیس اور اسکی قوم جن کے لئے ہی تھا کیونکہ فرشتے تو آسمانی مخلوق تھے، زمین کے اصل ساکن وہی تھے۔ لہذا فرشتوں کی معرفت یہ حکم فی الحقیقت انہیں کو تھا۔ جیسا کہ ابلیس کے انکار سجدہ پر خدا کے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔ " قال مامنعک الا تسجد اذ امرتک " (الاعراف 12)

خداوند تعالیٰ نے (ابلیس کے آدم کو سجدہ نہ کرنے پر اس سے) پوچھا کہ (اے ابلیس) جب میں نے تجھے سجدہ کا حکم دیا تھا تو تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا۔ تجھے اسکو سجدہ کرنے سے کیا چیز مانع ہوئی۔

اس سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا اصل حکم ابلیس کو ہی تھا جو فرشتوں کی معرفت دیا گیا تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے سابق میں بیان کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ اور ابلیس کے درمیان جتنے مکالمے قرآن میں درج ہیں انکی دو صورتیں خیال میں آتی ہیں۔

پہلی صورت خود اس سے براہ راست بالمشافہ گفتگو اور ہمکلامی کی ہے جیسا کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ کے ساتھ کلام ہوا۔ گفتگو ہوتی رہی۔ سوال و جواب ہوتے رہے یا جیسا کہ اعلان خلافت کے وقت زمین پر رہنے والے فرشتوں کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی جو سابق میں بیان ہو چکی ہے تو یہ صورت کلام کی صرف خدا کے برگزیدہ اور مصطفےٰ بندوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ حتماً اسکے مصطفےٰ بندے ہی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ یہ خدا ہم سے ہمکلام ہے۔ اگر مسلمان مصطفےٰ اور مجتبےٰ کے معنی کو اچھی طرح سمجھ لیں تو ہرگز ہرگز انبیاء و رسل اور ہادیان دین کی حیثیت اور شان کو سمجھنے میں غلطی نہ کریں۔

اصطفےٰ کی حیثیت کو سمجھنے کے لئے اس خواب کے بارے میں غور کریں جو حضرت

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے بارے میں دیکھا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام یقیناً سمجھ گئے کہ یہ مجھے خدا کی طرف سے حکم ہو رہا ہے لہذا اس کے بعد حضرت ابراہیم نے جو کچھ کیا اگر اور کوئی شخص ایسا ہی خواب دیکھ کر ویسا ہی کام کریگا تو ارادہ قتل میں گرفتار کرلیا جائیگا۔ بیشک وہ کہتا رہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ مگر انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے جو وہ اپنے مصطفےٰ بندوں کو ہی کرتا ہے۔ اور جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے وہ خواب بیان کیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ بابا جان جو حکم خدا کی طرف سے آپکو دیا گیا ہے آپ اس پر عمل کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔ انہوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ بابا خواب تو خواب ہی ہوتا ہے۔ لیکن وہ بھی سمجھ گئے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے جو وہ صرف اپنے مصطفےٰ بندوں کو ہی کرتا ہے اور حتماً ابلیس کی پوزیشن ایسی نہیں تھی۔

دوسری صورت اس کے بھیجے ہوئے ہادیوں پر ایمان لانے والوں کی ہوتی ہے۔ ان کو حکم براہ راست نہیں دیا جاتا بلکہ ان کو ہر حکم ان ہادیوں کی معرفت دیا جاتا ہے اور اس حکم پر ایمان سب سے پہلے وہ ہادی ہی لاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ:

"آمن الرسول بما انزل الیہ ربہ من ربہ والمومنون" (البقرہ 285)

ہمارے پیغمبر جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے وہ اس پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہی سب کے سب مومنین بھی ایمان لائے۔

اور مومنین کا ایسے حکم کے لئے یہ کہنا ہوتا ہے کہ:

"وقالو اسمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر"

(البقرہ 285)

اور مومنین تو بس یہی کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے تیرا حکم سنا اور مان

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

لیا اے پروردگار ہمیں تیری ہی بخشش کی خواہش ہے اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے یہاں یقیناً خدا نے جو کچھ نازل کیا تھا وہ پیغمبر پر نازل کیا تھا اور مومنین نے جو کچھ سنا تھا وہ پیغمبر کی زبان سے سنا تھا اور وہ جواب دیا تھا۔

اسی طرح خدا نے جو حکم سجدہ دیا اسکی وحی فرشتوں کو کی۔ اور فرشتوں کو بذریعہ وحی دیا گیا یہ حکم خصوصی طور پر ابلیس کے لئے ہی تھا۔

فرشتوں کے ذریعہ حکم دینے اور اس کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے دو صورتیں پیدا ہوئیں۔

پہلی صورت تو یہ تھی کہ خدا کے یہ پوچھنے پر کہ اے ابلیس جب میں نے تجھے سجدہ کا حکم دیا تھا تو تو نے آدمؑ کے لئے یا آدمؑ کے سامنے سجدہ کیوں نہ کیا؟ تو وہ یہ کہتا کہ پالنے والے مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں اپنے اس فعل پر نادم ہوں۔ میں آدم کو سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے معاف کردے میں اب ایسی غلطی نہیں کرونگا۔ اور اگر تو مجھے معاف نہ کریگا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤنگا۔

آپ غور کریں کیا یہ صورت ہوسکتی تھی یا نہیں تو آپ ضرور یہ فیصلہ کرینگے کہ ہاں یہ صورت تو ہوسکتی تھی۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا۔

دوسری صورت یہ تھی کہ ابلیس اپنے اس انکار سجدہ کو حق بجانب اور صحیح اور درست قرار دیتا ہے اور اپنے فعل کو صحیح اور درست قرار دینے کے لئے دلیلیں دیتا اور اپنے اس عمل کو جائز سمجھتے ہوئے اور اسے درست قرار دیتے ہوئے اور پورے اصرار کے ساتھ اس پر قائم رہتا۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہی دوسری صورت اختیار کی اور اس نے خدا کے حکم سے آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے جواز کے لئے دلیل دی۔ اور اس

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

نے اپنے فعل کو درست اور صحیح قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

" قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین " (الاعراف 12)

اس نے کہا کہ میں اس سے افضل اور بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ یعنی اس نے سجدہ اس لئے نہ کیا کہ اس نے خود کو آدمؑ سے افضل و برتر سمجھا اور دلیل اس کے لئے یہ دی کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور اسکو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ یعنی میں نے ٹھیک سوچ سمجھ کر اس کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا ہے اور میرا ایسا کرنا بالکل جائز، صحیح اور درست ہے۔ اور سورہ الحجر میں خدا نے اس کے قول کو اس طرح سے نقل کیا ہے کہ:

"قال لم اکن لا سجد لبشر خلقته من صلصال من حما مسنون" (الحجر 33)

اس نے کہا کہ میں کوئی ایسا گیا گزرا نہیں ہوں کہ ایک ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی سے جو سوکھ کر کھن کھن بولنے لگے پیدا کیا ہے۔

سالم قرآن میں یہی بیان ہوا ہے کہ جب خدا نے ابلیس سے یہ پوچھا کہ جب میں نے تجھے سجدہ کا حکم دیا تھا تو تو نے اسے سجدہ کیوں نہ کیا؟ تو اس نے خدا کے حکم کی نافرمانی پر شرمندہ اور نادم ہونے کی بجائے اپنے فعل اور نافرمانی کے عمل کو جائز قرار دینے کیلئے اپنے خیال کے مطابق دلیلیں دینی شروع کر دیں اور اپنے عمل کے جواز پر اصرار کیا۔ لیکن سجدہ نہ کرنے کے سوال پر تو نوبت صرف یہیں تک پہنچی تھی کہ اس نے اپنی سرتابی اور نافرمانی کو درست قرار دیا اور اسکے صحیح اور جائز ہونے پر اصرار کیا۔

لیکن سالم قرآن میں ایک بھی آیات ایسی نہیں ہے کہ اس نے اس مرحلہ پر کسی قسم کا چیلنج کیا ہو۔ یا آدم علیہ السلام کی اولاد کو بہکانے کا دعویٰ کیا ہو۔ اب تک صرف بات

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

یہیں تک تھی کہ اس نے اپنے اس فعل کو جائز قرار دینے کی دلیلیں پیش کیں۔ اور ان میں سے ایک دلیل اس کی یہ تھی کہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے۔ یعنی میں اس سے افضل ہوں۔ بالفاظ دیگر اس نے خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور ہادی سے خود کو افضل قرار دیا۔ اور اس کے مصطفےٰ بندے سے اپنے آپ کو برتر جانا۔

لہٰذا خدا نے فوراً عتاب کیا۔ یہ عتاب ہر صورت میں گرچہ مختلف الفاظ میں بیان ہوا ہے لیکن ان سب کا مضمون یہی ہے کہ اسے جنت سے نکل جانے کا حکم دیدیا۔

سالم قرآن میں جہاں جہاں یہ قصہ بیان ہوا ہے اور ابلیس کو خدا نے جنت سے نکل جانے کا حکم دیا ہے وہاں وہاں ہی یہ لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے اس عتاب آمیز حکم سنکر ابلیس نے جو کچھ کہا وہ یہ تھا کہ:

"قال رب فانظرنی الیٰ یوم یبعثون ، قال فانک من المنظرین الیٰ یوم الوقت المعلوم" (الحجر 36 تا 38)

اس نے کہا اے میرے پروردگار اے میرے پالنے والے مجھے اس دن تک کی مہلت دیدے جس دن تو مردوں کو زندہ کر کے اٹھا کھڑا کریگا۔ ارشاد رب العزت ہوا۔ اچھا منظور ہے (لیکن قیامت کے دن تک کے لئے نہیں بلکہ) تجھے ایک وقت معلوم کے دن تک کی مہلت دی جاتی ہے۔

اس آیت سے اور دوسری تمام آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے عتاب آمیز الفاظ سنتے ہی اس نے خدا سے مہلت کی درخواست پیش کردی اور اس کی درخواست کے الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا کی ربوبیت پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا تھا اور اسے اس بات کا یقین تھا کہ ایک دن خدا سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کریگا، لہٰذا خدا نے اسے، اے میرے پرودگار، اے میرے پالنے والے، اے میرے رب کہتے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہی مہلت دیدی۔ لیکن یہ مہلت قیامت کے دن تک کے لئے نہیں دی۔ یعنی جس دن مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کریگا۔ بلکہ " فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم" کہا اب یہ وقت معلوم کونسا ہے؟ تو یہ وقت معلوم وہ ہے جو ہر ایک کے لئے متعین ہے۔ یہ اسکی موت کا دن ہی ہوسکتا ہے۔ یعنی اسے اپنے مرنے کے دن تک کی مہلت دیدی۔

اب یہ مہلت کس بات کے لئے دی۔ کیا اس وقت معلوم کے دن تک موت نہ دینے کی مہلت یعنی زندہ رکھنے کی مہلت دی تو یہ احتمال اس لئے صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا نے پہلے ہی یہ بتلا دیا" الی یوم الوقت المعلوم" یعنی تجھے موت کے دن تک کی مہلت ہے۔ لہذا یہ مہلت زندہ رکھنے کے لئے نہیں تھی بلکہ اس کی موت کا جو دن معین ہے اس دن تک کے لئے اسے مہلت دی۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ مہلت آدمؑ اور اولاد آدمؑ کو بہکانے کے لئے دی تھی تو یہ اس لئے درست نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس نے مہلت کے ملنے سے پہلے اس بات کا چیلنج ہی نہیں کیا تھا۔ بلکہ خدا سے کلمات عتاب سن کر جو جنت سے نکل جانے کے حکم پر مشتمل تھے مہلت مانگی تھی۔ لہذا آدمؑ اور اولاد آدمؑ کو بہکانے کے لئے مہلت بھی اس سے مراد نہیں ہوسکتی۔ اور پھر خدا کے شایان شان بھی نہیں ہے یہ بات کہ وہ کسی کو اس بات کے لئے مہلت دے کہ وہ کسی کو اس مہلت کا فائدہ اٹھا کر بہکا سکے۔

پھر یہ مہلت کس بات کے لئے دی تھی؟

تو ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند تعالٰی نے ایسی ہی مہلت ہر انسان کو دی ہوئی ہے۔ ابلیس نے تو خدا کے صرف ایک حکم سے نافرمانی کی تھی انسان معلوم نہیں خدا کے کتنے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بہت سے انسان ایسے ہیں جو اس کے انبیاء ورسل اور ہادیان دین پر اس کے حکم کے باوجود ایمان ہی نہیں لاتے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں جو خود اس کو اپنا رب اور پروردگار نہیں مانتے۔ بلکہ اس کے علاوہ دوسروں کو اپنا رب مانتے ہیں۔ بہت سے انسان ایسے ہیں کہ انبیاء رسل اور ہادیان دین پر ایمان لانے کے باوجود اس کے کسی بھی حکم کو نہیں مانتے نہ وہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں نہ زکواۃ دیتے ہیں نہ حج کرتے ہیں نہ خمس ادا کرتے ہیں نہ جہاد کرتے ہیں نہ امر بالمعروف ہے نہ نہی عن المنکر ہے نہ تولا ہے نہ تبرا ہے۔ غرض خدا کے ہر حکم سے سرتابی ہے۔ اور ہر حکم سے سرکشی و نافرمانی ہے۔ مگر اس کو بھی خدا کی طرف سے مہلت ہے، ایک وقت معلوم کے دن تک کی مہلت یعنی مرنے کے دن تک کی مہلت ورنہ تو خدا کے ایک ہی حکم کی نافرمانی سے انسان مستوجب سزا بن جاتا ہے۔ اور ایک ہی حکم کے بجا نہ لانے سے عذاب خداوندی کا حقدار ہو جاتا ہے۔

لہذا ہر انسان کو خدا کی طرف سے مہلت ملی ہوئی ہے۔ یہ مہلت خدا نے ہر انسان کو لوگوں کو بہکانے کے لئے نہیں دی ہے۔ بلکہ اس لئے دی ہے کہ وہ اپنے عمل پر شرمندہ ہو۔ اس کے لئے اظہار ندامت کرے۔ بارگاہ خداوندی میں توبہ کرے۔ آئندہ اس کی نافرمانی نہ کرنے کا عہد کرے اور اس کے احکام پر عمل شروع کر دے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ابلیس نے یہ چیلنج کیا کہ میں آدم کی اولاد کو گمراہ کر کے رہونگا تو خدا نے اسے کہا کہ میں بھی آدم کی اولاد کے لئے موت کے دن تک توبہ کا دروازہ کھلا رکھونگا۔ اور میں بڑا ہی توبہ کا قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔

یہی مہلت خدا نے ابلیس کو دی تھی۔ مہلت کے ملنے پر اگر وہ خوش بخت ہوتا۔ تو اپنی نافرمانی پر اظہار ندامت کر سکتا تھا۔ اپنے قول و فعل پر پشیمان ہو سکتا تھا۔ اور بعد میں کسی بھی وقت خدا کے حکم کی تعمیل کر سکتا تھا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بتلایئے مہلت ملنے پر جب ہر انسان ایسا کر سکتا ہے تو ابلیس کیوں نہیں کر سکتا تھا؟

مگر جس طرح انسان اپنی اس مہلت سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور سرکشی میں بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اسی طرح ابلیس نے بھی اپنی اس مہلت سے غلط فائدہ اٹھایا اور اس کی سرکشی بے مہار ہوگئی اور اس نے اپنے کئے پر شرمندہ ہونے۔ توبہ کرنے اور حکم خدا پر بعد میں بھی عمل نہ کرنے کی بجائے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کا اعلان کر دیا جیسا کہ ارشاد ہوا کہ:

"قال رب بما اغویتنی لا زینن لھم فی الارض و لا غوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین" (الحجر 39-40)

مہلت ملنے کے بعد اس نے کہا پالنے والے تو نے جس کے سبب سے مجھے راندہ درگاہ کیا ہے میں بھی زمین میں اس کے لئے اعمال بد کو سجا کر پیش کرونگا اور غلط اور باطل باتوں کو انکی نظروں میں زینت دیدونگا اور ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑونگا۔

قرآن کریم میں جہاں بھی آدم و ابلیس کا قصہ بیان ہوا ہے وہاں ہر جگہ یہی کہا گیا ہے کہ مہلت ملنے کے بعد ابلیس نے یہ چیلنج کیا۔ چونکہ خدا نے اسے مہلت دیدی تھی۔ لہذا وہ اس کے لئے یہی فیصلہ دے سکتا تھا کہ میں تجھے بھی اور جو تیری پیروی کریگا اسے بھی جہنم میں ڈال دونگا۔

انسان کو بھی جو مہلت ملی ہوئی ہے اس مہلت کے عرصے میں انسان بھی وہی کام کرتا ہے جو ابلیس نے مہلت ملنے کے بعد کیا۔ یعنی مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے کئے پر نادم ہونے پشیمان ہونے اور توبہ کرنے کے بجائے حکم خدا بجالانے کی بجائے جو عقیدہ اس نے اپنالیا ہے اسے درست اور صحیح قرار دینے کے لئے دلیلیں دیتا ہے اور جو نافرمانی اس نے کی ہے اس میں حق بجانب سمجھتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں اپنے غلط عقائد و اعمال کو سجا کر

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور زینت دے کر پیش کرتا ہے اور اسطرح ایسا انسان ابلیس کے ساتھ اس کے چیلنج میں اس کا شریک ہو جاتا ہے اور ایسا انسان خود شیطان بن جاتا ہے یعنی شیطان عزازیل یا ابلیس کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے بہکانے کے عمل کو دیکھتے ہوئے اسے شیطان کہا ہے لہذا جو بھی کسی کو بہکائے وہ شیطان ہے چاہے وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے ہو جیسا کہ ارشاد فرمایا:

"شیاطین الانس و الجن" (الانعام 113)

یعنی بہکانے والے شیاطین جنوں میں سے ہی نہیں ہوئے بلکہ انسانوں میں سے بھی ہوتے ہیں۔

پس آدم علیہ السلام کی اس جنت ارضی میں دو کردار اور دو نمونہ عمل تیار ہو کر باہر آئے۔ ایک کردار تو یہ تیار ہوا کہ خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور اپنی غلطی پر شرمندہ ہونے اور نادم و پشیمان ہو کر توبہ و استغفار کرنے کی بجائے اپنی غلطی کو درست قرار دیا۔ اپنے فعل کو جائز قرار دینے کے لئے دلیلیں دیں۔ اور خدا کے فوری عتاب سے بچنے کے لئے مہلت مانگی۔ اور خدا نے اپنی سنت کے مطابق اسے مہلت دیدی تاکہ وہ اس مہلت کے عرصہ میں نادم و پشیمان ہو اور توبہ کرے اور اپنے کئے کی معافی مانگ لے مگر وہ مہلت پا کر اور سرکش ہو گیا اور دوسروں کو بہکا کر گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھا لیا۔

دوسرا کردار آدم علیہ السلام کی اس جنت ارضی میں یہ تیار ہوا کہ آدم علیہ السلام کو ان باتوں کا تجربہ کرانے کے لئے جنت میں رکھا۔ اور انہیں ہر چیز کھانے پینے کی اجازت دیکر ایک ایسی چیز کی نشاندہی کر دی۔ جسکا کھانا ان کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ انہیں یہ بھی بتلا دیا کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے۔ انہیں یہ بھی بتلا دیا کہ یہ تمہیں یہاں سے نکلوانے کی کوشش کریگا۔ انہیں یہ بھی بتلا دیا کہ تمہیں یہاں پر ہر طرح کا راحت و آرام

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

حاصل ہے یہاں سے نکلنے کے بعد تمہیں اپنی ضرورت کی چیزیں خود مہیا کرنے کے لئے مشقت کرنا پڑیگی۔

ابلیس کو مہلت ملنے کے بعد ابھی کچھ بھی تو وقت نہ گذرنے پایا تھا کہ ابلیس آدم علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی اس موقع کی کارگذاری کو قرآن نے اس طرح سے بیان کیا ہے۔

"فوسوس لهما الشيطن ليبدى لهما ما ورى عنهما من سوالتهما. و قال ما نهكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخالدين، و قا سمهما انى لكما من الناصحين فد لهما بغرور فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سواتهما فطفقا يخصفن عليهما من ورق الجنة و ناداهما ربهما الم انهكما عن تلكما الشجرة و اقل لكما ان الشيطان لكما عدو مبين. قالا ربنا ظلمنا الفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرين" (الاطراف 30 تا 33)

پس شیطان نے ان دونوں کو وسوسے میں ڈال دیا تا کہ ظاہر کردے ان پر انکی ان پوشیدہ چیزوں کو جوان کی نظروں سے چھپی ہوئی تھیں۔ کہنے لگا کہ تمہارے پروردگار نے تم دونوں کو اس درخت کے پھل کھانے سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں اس کے کھانے سے فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں ہی رہنے لگو۔ اور ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں کہ میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں۔ غرض دھوکہ سے ان دونوں کو اس درخت کا پھل کھانے کی طرف مائل کر دیا۔ پس جونہی ان دونوں نے اس درخت کے پھل کو چکھا فوراً ہی انکے پوشیدہ مقامات ان پر ظاہر ہو گئے۔ تو لگے وہ جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے بدن کو ڈھانپنے۔ تب ان کے پروردگار نے ان کو آواز دی کہ

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کیوں میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا اور کیا یہ جتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تم دونوں کا یقینی کھلا دشمن ہے۔ پس ان دونوں نے ہی اپنا نقصان کر لیا ہے کہنے لگے اگر تو ہمیں معاف نہ کرے گا۔ اور ہم پر رحم نہ فرمائیگا تو ہم بالکل ہی گھاٹے میں رہنگے۔

ان آیات میں ہمارے اس عنوان سے متعلق جو جو بات خاص طور پر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ یہ دوسرا کردار ہے جو جنت میں تیار ہوا۔ خدا نے آدم علیہ السلام کو اس درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اب ہمیں اسکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے جو بات ہوگئی وہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو اور آپ کی زوجہ کو جس درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا انہوں نے اس میں سے کچھ کھالیا۔ تو خدا کے بس اتنا کہنے پر کہ کیوں میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کر دیا تھا اور یہ بتلا نہیں دیا تھا کہ یہ تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ دونوں ہی نادم ہو گئے۔ اپنی اس بات پر بہت ہی پشیمان ہوئے۔ بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار کی۔ یہ دوسرا کردار تھا جو جنت میں تیار ہوا۔

یعنی اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہونا۔ بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار کرنا۔ یہی وہ سیرت و کردار ہے جو آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو پیروی کے لئے دیا۔ اور جسے تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین اور اس کے تمام مخلص بندوں نے اپنایا کہ ہر آن اسکی نافرمانی سے ڈرتے رہے اور توبہ واستغفار سے اپنی زبان کو تر رکھا اور اس بات کی طرف امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس صحیح السند حدیث میں بھی اشارہ ہوا ہے جو سابقہ اوراق میں نقل ہو چکی ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے جو بھی اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہو جائیگا اور اپنی غلطی کا اقرار کرلیگا اور بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار کرے گا تو خدا بڑا ہی غفور رحیم ہے۔

اور اس بات کی طرف سورہ البقرہ میں ان آیات میں اشارہ ہوا ہے کہ:

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

"فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه انه هوا لتواب الرحیم.
قلنا اھبطوا منها جمیعاً فاما یا تینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلاخوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کفروا و کذبوا بایتنا اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون" (البقرہ37 تا39)

پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے جن (کے کہنے) سے خدا نے انکی توبہ قبول کرلی۔ بیشک وہ بڑا ہی توبہ کا قبول کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب کے سب (آدمؑ بھی حوا بھی اور ابلیس بھی ایک ہی ساتھ) یہاں سے باہر چلے جاؤ۔ اب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت پہنچا کریگی پس جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرینگے انکے لئے نہ تو آئیندہ سزاوعذاب کا کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ جزاو ثواب سے محروی پر محزون و غمگین ہونگے۔ اور جو ہماری ہدایت کا انکار کرینگے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہی جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہینگے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ اب ان سب کا جنت سے نکلنا بطور سزا کے نہیں تھا آدم کی توبہ قبول ہو چکی تھی اور ان پر مہربانی فرماتے ہوئے انکا اجتبےٰ اور ہدایت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور ابلیس کو بھی توبہ واستغفار کے لئے مہلت دیدی گئی تھی۔ لہذا اب اس دنیا میں ہدایت کا سلسلہ جنوں اور انسانوں دونوں کے لئے جاری ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام اور انکے بعد انکی اولاد میں سے آنے والے تمام انبیاء ورسل اور ہادیان دین انسانوں اور جنوں دونوں کے لئے مشترکہ ھادی قرار دیدیئے گئے تھے۔ چنانچہ ان دونوں یعنی جنوں اور انسانوں کے لئے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس سیرت و کردار کے دونمونے اپنے ساتھ لیکرآئے۔ جو آدم علیہ السلام کے سیرت و کردار کی پیروی کریگا۔ وہ نجات پائیگا اور جو ابلیس کے سیرت و کردار کی پیروی کریگا وہ جہنم رسید ہوگا۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

پس آدم علیہ السلام کی سیرت و کردار تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین اور عباد اللہ الصالحین کے لئے ایک آئینہ اور عملی نمونہ ہے اور تمام گمراہ لوگوں کے لئے ابلیس کی سیرت و کردار ایک نمونہ ہے۔

اس سارے قصہ میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اب آئندہ آدم علیہ السلام کے بعد ہادی تو صرف انسانوں میں سے ہی ہونگے اور آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہونگے۔ اور وہ جنوں اور انسانوں دونوں کے لئے ہادی ہونگے جیسا کہ خدا نے قرآن میں خود فرمایا ہے:

گو ابلیس تو جن ہونے کی وجہ سے باغی اور سرکش ہو گیا تھا لیکن بعد میں ہونے والے جن اور ممکن ہے اس کی اولاد میں سے بھی بہت سے جن ہر ھادی کے آنے پر ایمان لاتے رہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے خود جنوں کا قول نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"و انا لما سمعنا الهدی آمنا به فمن یومن بربه فلا یخاف بخساً و لا رهقا" (سورہ الجن 13)

"اور (ان جنوں نے کہا کہ) ہم نے جب بھی ہدایت (کی کتاب یا کسی ہادی کے آنے کی خبر) سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ پس جو بھی اپنے رب پر ایمان لائیگا۔ تو اسکو نہ تو کسی نقصان کا خوف ہوگا اور نہ ہی ظلم کا"

پھر اس سے اگلی آیت میں جنوں کا قول نقل کرتے ہوئے اسطرح سے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"و انا منا المسلمون و منا القاسطون، فمن اسلم فاو لئک تحروا رشداً و اما القاسطون فکا نوالجهنم حطباً" (سورہ الجن 14-15)

اور (ان جنوں نے یہ بھی کہا کہ) ہم میں سے کچھ جن تو مسلمان اور فرمانبردار ہیں اور کچھ نافرمان ہیں پس جو جن مسلمان اور فرمانبردار ہیں وہ تو سیدھے راستے پر ہیں اور

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

جو جن نافرمان ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

اور خداوند تعالیٰ نے جنوں ہی کا ایک یہ قول نقل کیا ہے کہ

"و انا منا الصالحون و منا دون ذالک کنا طرایق قدداً" (سورہ الجن 11)

اور (ان جنوں نے یہ بھی کہا کہ) ہم (جنوں) میں سے کچھ لوگ تو صالح اور نیکو کار ہیں اور کچھ دوسرے طریقے کے لوگ ہیں۔

اور سورہ الجن کی پہلی آیت میں اسطرح سے ارشاد ہوا

"قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالو ا انا سمعنا قرانا بھدی الیٰ الرشد فامنا بہ ولن نشرک بر بنا احداً" (سورہ الجن 1-2)

اے رسول تم لوگوں سے یہ کہدو کہ میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کو جی لگا کر سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی راہ دکھاتا ہے تو ہم اسپر ایمان لے آئے اور اب تو ہم اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہ بنائینگے۔

اور سورہ احقاف میں اسطرح سے بیان ہوا ہے کہ:

"و اذ صرفنا ربک نفرا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولو ا الیٰ قومھم منذرین ، قالوا یا قومنا . انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ مصدقا لما بین بدبہ بھدی الی الحق والیٰ طریق مستقیم . یا قومنا اجیبوا و اعی اللہ و آمنو ابہ یغفر لکم ذنو بکم و یجر کم من عذاب الیم . و من لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض و لیس لہ من دونہ اولیاء او لئک فی ضلال مبین" (الاحقاف 29 تا 32)

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور اے رسول جب ہم نے جنوں میں سے کچھ لوگوں کو تمہاری طرف بھیجا کہ وہ دل لگا کر قرآن سنیں پس جب وہ اس کے پاس حاضر ہوئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے سنتے رہو۔ پھر جب قرآن کا پڑھنا تمام ہوا۔ تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے کہ ان کو عذاب سے ڈرائیں۔ تو انہوں نے ان سے کہنا شروع کیا اے ہمارے جن بھائیوں اے ہماری قوم جن کے لوگو ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے اور یہ انکی تصدیق کرتی ہے۔ جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ اور سچے دین اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ اے ہماری قوم اے جنوں خدا کی طرف بلانے والے کی بات مانو اور خدا پر ایمان لے آؤ وہ تمہارے سارے گناہ بخش دیگا۔ اور جس نے خدا کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانی تو وہ خدا کو روئے زمین پر عاجز نہیں کر سکتا اور انکا کوئی بھی یار و مددگار نہ ہوگا۔ اور وہ کھلی گمراہی میں ہونگے۔

سورہ الجن اور سورہ الاحقاف کی مذکورہ آیات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ قوم جن میں سے بہت سے جن ہر ہادی پر ایمان لاتے رہے ہیں اور وہ خدا پر تمام انبیاء و رسل اور ہادیان دین پر ایمان رکھتے ہیں اور جب بھی کوئی ہادی آیا وہ اس پر ایمان لے آئے ان میں نیک بھی ہیں، برے بھی ہیں، صاحب ایمان اور فرمانبردار بھی ہیں۔ اور کافر و نافرمان بھی ہیں، اور وہ قرآن پر اور پیغمبر اکرمؐ پر بھی ایمان لائے اور اسی لئے امام شافعی نے حضرت علیؑ کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ:

علی حبه جُنه　　قسیم النار و الجنه

وصی مصطفےٰ حقا　　امام الانس و الجنه

اور ہم نے امام شافعی کی یہ رباعی امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے روضہ القدس کے مین گیٹ پر لکھی ہوئی دیکھی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

بہر حال جس طرح جنوں میں مومن و کافر دونوں طرح کے افراد ہیں۔ اسی طرح انسانوں میں بھی مومن و کافر دونوں طرح کے افراد ہیں اور اسی طرح شیطان بھی انسانوں اور جنوں دونوں میں سے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

"شیا طین ألا نس و الجن" (الانعام 113)

لہذا جنوں میں کے شیطان جنوں کو تو ضرور بہکائے ہونگے۔ لیکن انسانوں کو بہکانے کے لئے ابلیس کو خود سے یا اسکی قوم جن میں سے کسی کو انسانوں کے بہکانے کی ضرورت نہ پڑتی ہوگی۔ کیونکہ انسانوں کو بہکانے کے لئے انسانوں میں کے شیطان ہی کافی ہیں۔ البتہ بہکانے کا اصول وہی ہے جس کا ابلیس نے دعویٰ کیا تھا کہ **لا زنین لھم فی الارض** یعنی نقصان دہ بات کو غلط بات کو باطل بات کو زینت دے کر اور سجا کر اور حق بنا کر فائدہ مند بنا کر پیش کرنا اور کسی بات کے خلاف کوئی دوسرا خیال پیدا کرنا اس کو خدا نے وسوسہ سے تعبیر کیا ہے۔ **فو سوس لھما الشیطان** شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ میں ڈال دیا۔

اب وہ وسوسہ کیا تھا خدا نے درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ خدا نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ گویا منع کرنے والی بات بیان کر کے اپنا اعتماد قائم کر لیا کہ واقعاً خدا نے تمہیں درخت کے پاس جانے سے منع تو کیا تھا۔ یعنی قسم کھا کر خود کو آدمؑ اور حوا کا خیر خواہ ظاہر کیا اور وہی بات بیان کر کے جو خدا نے کہی تھی اپنا اعتماد جما لیا۔

اب وہ وسوسہ کیا تھا۔ وہ غلط بات کیا تھی جو اس نے کہی اور اصل بات کیا تھی؟ تو خدا نے تو یہ کہا کہ اس درخت کے پاس جانے سے تم نقصان اٹھاؤ گے ابلیس نے ان سے کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تم فائدہ میں رہو گے۔ اور فرشتے بن جاؤ گے۔ خدا نے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

کہا تھا کہ یہ ابلیس تم دونوں کا دشمن ہے اس نے قسم کھا کر یہ باور کرادیا کہ وہ ان دونوں کا خیر خواہ ہے۔خدا نے کہا تھا کہ یہ تم دونوں کونکلوانے کی کوشش کریگا، اس نے کہا اگر تم دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا تو تم دونوں ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں عیش وآرام کے ساتھ زندگی بسر کرو گے وغیرہ وغیرہ۔

اب اس بات پر بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ درخت کس چیز کا تھا۔فرض کر لیں کہ وہ دانہ گندم ہی تھا یا جس چیز کا بھی تھا۔آدمؑ نے اسے کھالیا۔لیکن اسکا نتیجہ ابلیس کے کہنے کے مطابق نہیں نکلا بلکہ خدا کے کہنے کے مطابق نکلا۔

آدم علیہ السلام کوفرشتوں سے انس تھا۔ جنت سے محبت تھی اور جنت کی پر فضا بہاروں سے عشق تھالہذا ابلیس نے آدم علیہ السلام کی ان چیزوں سے محبت کا غلط فائدہ اٹھایا۔

انسانوں میں کے شیطان بھی ہر قوم ومذہب کے لوگوں کو عام طور سے انکی کسی چیز سے محبت کا ہی غلط فائدہ اٹھا کرانہیں بہکاتے ہیں۔

شیعیان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کے بہکانے کیلئے شیاطین شیخیہ احقافیہ کویت کے خناس بھی انکی اہل بیت سے محبت اور انکے فضائل سننے کے عشق کا غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے غلط اور باطل عقائد کے دانہ گندم کواہل بیت پیغمبر علیھم السلام کے فضائل کا نام دیکر پیش کرتے ہیں اور شیعیان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کے بے خبر، کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام انکے بہکانے میں آکر انکے غلط اور باطل مشرکانہ عقائد کا دانہ گندم کھالیتے ہیں۔

یہاں پر آدم علیہ السلام اور ابلیس کا کردار سامنے آتا ہے۔جب محبت اہل بیت میں فضائل سمجھ کر غلط عقائد کے دانہ گندم کے کھانے والوں کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ آل محمد علیھم السلام کے فضائل نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو خدا کا شریک بناتا ہے تو وہ اپنی غلطی پر نادم اور پشیمان

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

ہوتے ہیں توبہ واستغفار کرتے ہیں اور اس غلط عقیدہ سے برات کا اظہار کردیتے ہیں تو یہ تو آدم علیہ السلام کے سیرت وکردار کی پیروی ہے۔اور خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔

لیکن اگر اپنے اس فعل پر نادم وپشیمان ہونے کی بجائے ابلیس کی طرح سے جائز قرار دینے لگے اور ان مشرکانہ عقائد ونظریات کو ابلیس کی طرح سے صحیح کہنے لگے اور انکے جائز اور صحیح ہونے کے لئے ابلیس کی طرح دلیلیں دینے لگے۔اور آگاہ کرنے والوں کو ہی الزام دینے لگے اور انہیں منکر فضائل علی کہنے لگے۔مقصر کہنے لگے۔فشری کہنے لگے حتیٰ کہ وہابی تک کہنے لگے تو یہ ابلیس کے کردار کی پیروی ہوگا۔

میں اس سے پہلے بھی سابقہ صفحات میں لکھ چکا ہوں اور اب پھر دعوت دیتا ہوں تمام شیعہ علمائے حق کو کہ وہ سلیم بن قیس ھلالی کی اس صحیح السند حدیث کی تصدیق کریں اور شیعہ عوام کو اس سے آگاہ کریں جسے حضرت علی علیہ السلام نے بھی اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی روایت کیا ہے۔اور ان بارہ فرقوں کے خصوصی اور مخصوص عقائد واعمال اور انکے شعائر کی تشخیص کریں جن کی وجہ سے وہ علیحدہ فرقہ بنے ہیں۔اور پھر سادہ لوح بے خبر اور کم علم شیعہ عوام کو جوانکے بہکانے میں آکر انکے خصوصی ومخصوص عقائد واعمال اور انکے شعائر کو اپنا بیٹھے ہیں آگاہ کریں تاکہ وہ سیرت آدم علیہ السلام پر چلتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں توبہ استغفار کریں۔

اور آخر میں تمام شیعہ عوام کو بھی یہ دعوت دیتا ہوں کہ اگر انہیں آخرت کا یقین ہے اور آخرت پر ایمان ہے اور انہیں آخرت کی بھلائی منظور ہے تو وہ اس بات کی جستجو کریں کہ ان بارہ شیعہ کہلانے والے فرقوں کے کونسے عقائد واعمال وشعائر ہیں جنکی وجہ سے علیحدہ اور جدا فرقہ بنے اور جن کی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں محبّ اہل بیت اور شیعہ کہلانے کے باوجود کافر ومشرک کہا ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ خداوند تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں دوٹوک الفاظ میں یہ کہا ہے کہ **"ما کان له علیهم من سلطان الا لنعلم من یومن بالاخر ممن هوفی شک و ربک علی کل شئی حفیظ"** (سورۃ سبا۔ 21)

شیطان کولوگوں پر کسی قسم کا کوئی غلبہ اور تسلط عطا نہیں کیا گیا تھا (اور اسکی طرف سے بہکانے کا چیلنج کرنے کے بعد بھی اگر ہم اسے روکنا چاہتے تو اسے روک سکتے تھے لیکن ہم نے اسے اس لئے نہ روکا) تاکہ ہم اس طرح سے ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے الگ کردیں جو آخرت کے بارے میں شک میں میں پڑے ہیں۔ اور تمہارا رب تو ہر چیز کا نگران ہے۔

لہذا اگر آپ کو اس بات کی پرواہی نہیں ہے کہ ان بارہ فرقوں کے مخصوص عقائد و اعمال و شعائر کیا ہیں اور کہیں آپ نے ان کے بہکائے میں اگر انہیں اپنا تو نہیں لیا تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا آخرت پر ایمان نہیں ہے۔یا آپ کو آخرت کی کوئی پروانہیں ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

اظہار تشکر

اس کتاب کی پروف ریڈنگ فرزند عزیز سید نیاز حسین محمود نے بڑی احتیاط کے ساتھ کی ہے خداوند تعالی اسکی تمام دلی مرادوں کو برلائے قارئین سے التماس ہے کہ اگر کمپوزنگ میں کوئی غلطی درست کرنے سے رہ گئی ہوتو احقر کو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اسے درست کیا جا سکے۔

والسلام

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

شجرہ نسب مئولف

حضرت ہاشم

حضرت عبدالمطلب

حضرت عبداللہ ——— حضرت ابوطالب

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ ——— حضرت امام علی علیہ السلام

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

حضرت زید شہید ——— حضرت امام زین العابدینؑ ——— حضرت امام حسین علیہ السلام

سید عیسیٰ ——— سید محمد ——— سید علی ——— سید حسین ——— سید علی

سید عمر ——— سید زید ثانی ——— سید علی ——— سید حسن

سید زید ثالث ——— سید یحییٰ ——— سید حسین ——— سید داود

سید ابولفتح ——— سید ابولفضائل ——— سید ابولفرح واسطی

سید ابوالحسن ——— سید علاول ——— سید محمد ——— سید حسن فخر الدین

سید تاج الدین ——— سید حسین ——— سید علی ——— سید ہادی

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

سید جعفر ——— سید محمود فاتح تسہ ضلع مظفرنگر ——— سید جمعیت علی خان

نواب سید کرم اللہ خان ——— نواب سید شجاعت علی خان ——— نواب سید عظمت اللہ خان

سید عزت اللہ خان مورث تسہ — سید فتح محمد مورث تیوڑہ

سید عتیق اللہ خان ——— سید روشن علی ——— سید عطا حسین — سید محمد

سید محمد رضا ساکن تسہ ——— سید فدا حسین ——— سید مدد حسین — سید مبارک علی

(کاتب شجرہ ہذا ۱۹ اپریل 1913ء)

سید پرورش علی — سید حسین بخش

سید فتح حسین متھرومہ آئے — سید حیدر حسین — سید بہادر علی

سید حسین علی ساکن متھرومہ — سید مہدی حسن برست آئے — اگلے صفحہ پر

سید محمود حسن ساکن برست

سید مبارک حسین — مولوی ڈاکٹر سید محمد حسین زیدی برستی — سید محمد نقی

سید نیاز حسین محمود — سید حیدر مہدی — سید انتظار مہدی

سید مبشر مہدی — سید ابوذر مہدی

سید محمد مہدی سول جج — سید منتظر مہدی — سید رضا مہدی

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

آمدہ از صفحہ سابقہ

سید مبارک حسین

سید قمر عباس — سید مختار حسین

محمد تقی، حیدر عباس، اختر عباس، قلب عباس، علی عباس (سید قمر عباس)

محمد باقر، عمران (سید مختار حسین)

سید حسین علی ساکن متھرومہ

سید بہادر علی — سید گوہر علی

سید مہر شاہ، سید ظفر عباس (سید بہادر علی)

محمد علی، مختار حسین، ناصر عباس، غلام مرتضیٰ (سید گوہر علی)

باقر علی، جعفر علی، امجد علی، نصرت علی (محمد علی)

کاظم علی، شاہد علی (مختار حسین)

محمد علی (ناصر عباس)

عدنان حید (غلام مرتضیٰ)

سید بہادر علی ——— پچھلے صفحہ سے

مولوی سید خورشید حسین — سید تجمل حسین

اختیار حسین، آفتاب حسین، سید محمد، سید احمد، مصطفیٰ حسین، مرتضیٰ حسین

ذوالفقار حسین، قیوم حیدر، مختار حسین، مظہر حسین

ریاض حسن، نذر عباس

کرار حیدر، نثار حیدر، صفدر، امیر حیدر، شفیق حیدر

خورشید، سعید، حمید، رشید

مرتضیٰ، ارشاد، افضل، امجد

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary
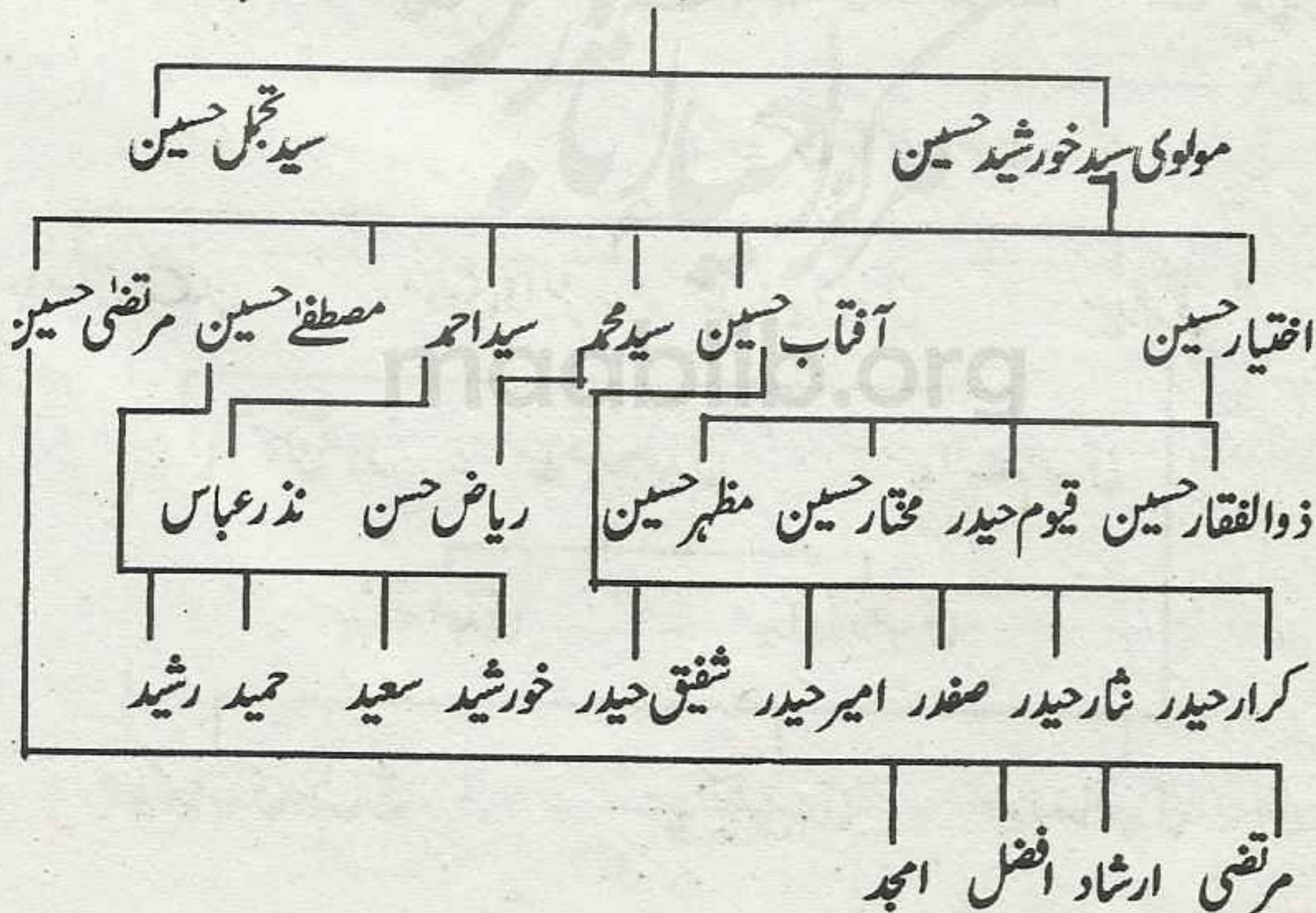
مولف کی تالیفات ایک نظر میں

1	شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
2	شیعہ جنت میں جائیں گے مگر کونسے شیعہ	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
3	تبصرۃ الھموم علیٰ اصلاح الرسوم وایضاح الموھوم	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
4	شیعہ علماء سے چند سوال	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
5	نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نوع نبی وامام	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
6	شیخیت کیا ہے اور شیخی کون	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
7	العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
8	خلافت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
9	امامت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
10	ولایت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
11	حکومت الٰہیہ اور دنیاوی حکومتیں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
12	فلسفہ تخلیق کائنات در نظر قرآن	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
13	شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
14	شعار شیعہ اور رمز تشیع کیا ہے اور کیا نہیں ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
15	بشریت انبیاء ورسل کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
16	تحفہ اشرفیہ بجواب تحفہ حسینیہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
17	آیت سخرہ قرآن کا درس توحید	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
18	معجزہ اور ولایت تکوینی کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
19	شریعت کے مطابق تشہد کیسے پڑھنا چاہیے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

20	سوچیے کل کیلئے کیا بھیجا ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
21	تعیین افراد مباہلہ یا تعارف اہل بیت پیغمبرؐ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
22	حیثیت ومقام انسانی اور خلافت کی کہانی	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
23	شیخیت کیا ہے اور شیخیت کا شیعہ علماء سے ٹکراؤ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
24	اصل حقیقت کیا ہے؟ بجواب شہادت ولایت علی نا قابل تردید حقیقت	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
25	تطہیر وتقدیس منبر ومحراب	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
26	کشف الحقائق وشرع دقائق	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
27	شیعہ عقائد کا خلاصہ اور انکا فلاسفہ وصوفیہ وشیخیہ کے عقائد سے مقابلہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
28	اسلام پر سیاست وفلسفہ وتصوف کے اثرات اور اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال	زیر طبع پریس میں		
29	حضرت آدم علیہ السلام آئینہ سیرت وکردار انبیاء	زیر طبع پریس میں		
30	الشیخیۃ الاحقاقیہ ھم المفوضۃ المشرکون	فارسی	قلمی	
31	جواب مکتوب علامہ سید محمد تقی نقوی		قلمی	
32	عظمت ناموس صحابہ		قلمی	

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

زیدی برستی، محمد حسین
پیشوای ضلالت :حقایقی درباره تکفیر شیخ احمد احسایی /
نگارش سید محمد حسین زیدی برستی ؛باز نگری شاهد رئیس .-قم :

بوستان‌دانش ، ۱۳۹۰
۱۶۰ ص.
۳۰۰۰۰ ریال: ISBN 978-600-5991-02-4
فهرست نویسی بر اساس اطلاعات فیپا.
کتابنامه :ص .؛ همچنین به صورت زیر نویس .
۱. احسائی، احمدبن زین الدین، ۱۱۶۶-۱۲۴۱ق .
۲. شیخیه - دفاعیه‌ها ورديه‌ها .الف. رئیس، شاهد، ویراستار .
ب. عنوان. ج .عنوان :حقایقی درباره تکفیر شیخ احمد احسائی
BP ۵۵/۷ / ۹ز ۱۳الف ۲۹۷/۹۹۸

مؤسسه انتشارات بوستان دانش
آدرس قم - خیابان ارم - پاساژ قدس - طبقه آخر - پلاک ۱۷۱
تلفن: ۷۷۴۹۶۶۶ فاکس: ۷۷۴۹۶۶۲ همراه: ۰۹۱۲۱۵۱۳۷۶۴
صندوق پستی: ۵۱۳-۳۷۱۸۵
E_Mail: n_bostanedanesh@yahoo.com

▣نام کتاب: . . پیشوای ضلالت (حقایقی درباره تکفیر شیخ احمد احسائی)
▣ناشر: .... بوستان دانش
▣مؤلف : .... سید محمد حسین زیدی برستی
▣بازنگری :.......................... شاهد رئیس
▣تیراژ: .... ۲۰۰۰ نسخه
▣ چاپ:................................ دژ
▣نوبت و تاریخ چاپ:................... اول / ۱۳۹۰
▣شابک: ISBN۹۷۸-۶۰۰-۵۹۹۱-۰۲-۴
▣قیمت:.............................. ۳۰۰۰ تومان

حقّ چاپ برای ناشر محفوظ است

ناشر همکار:زمزمه زندگی ـ قلم جوان
باهمکاری مؤسسسه تعلیمات محمد و آل محمد(ع)قم

Presented by: https://jafrilibrary

Presented by: https://jafrilibrary

مولف کی تالیفات ایک نظر میں

نمبر	نام کتاب	طبع	کیفیت	دستیابی
1	شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
2	شیعہ جنت میں جائیں گے مگر کونسے شیعہ	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
3	تبصرۃ الھموم علیٰ اصلاح الرسوم وایضاح الموہوم	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
4	شیعہ علماء سے چند سوال	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
5	نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نوع نبی وامام	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
6	شیخیت کیا ہے اور شیخی کون	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
7	العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
8	خلافت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
9	امامت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
10	ولایت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
11	حکومت الٰہیہ اور دنیاوی حکومتیں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
12	فلسفہ تخلیق کائنات درنظر قرآن	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
13	شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
14	شعار شیعہ اور سرحد تشیع کیا ہے اور کیا نہیں ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
15	بشریت انبیاء ورسل کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
16	تحفہ اشرفیہ بجواب تحفہ حسینیہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
17	آیت سخرہ قرآن کا درس توحید	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
18	معجزہ اور ولایت تکوینی کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
19	شریعت کے مطابق تشہد کیسے پڑھنا چاہیے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
20	سوچیے کل کیلئے کیا بھیجا ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
21	تعیین افراد مباہلہ یا تعارف اہل بیت پیغمبرؐ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
22	حیثیت ومقام انسانی اور خلافت کی کہانی	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
23	شیخیت کیا ہے اور شیخیت کا شیعہ علماء سے ٹکراؤ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
24	اصل حقیقت کیا ہے؟ بجواب شہادت ولایت علی نا قابل تردید حقیقت	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
25	تطہیر وتقدیس منبر ومحراب	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
26	کشف الحقائق وشرع دقائق	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
27	شیعہ عقائد کا خلاصہ اور انکا فلاسفہ وصوفیہ وشیخیہ کے عقائد سے مقابلہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
28	اسلام پر سیاست وفلسفہ وتصوف کے اثرات اور اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال	زیر طبع پریس میں		
29	حضرت آدم علیہ السلام آئینہ سیرت وکردار انبیاء	زیر طبع پریس میں		

Presented by: https://jafrilibrary